brown book

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226383

UNIVERSAL
LIBRARY

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

مصنفہ

الحمد للہ این رسالہ نافعہ از تصنیف شریفہ جناب مولوی سید شاہ ولایت حسین صاحب

مسمی

ازالۂ زجاجہ

(دافع)

التباجہ

بساعت مسعود و زمان محمود حسب فرمایش مصنف ممدوح

در مطبع محمدی واقع بہاتم شہر مطبوع شد

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله جاعل الظلمات والنور خالق الظل والحرور والصلوة و السلام على رسوله سيدنا محمد القامع لاساس مكائد اهل الشرور بقوله وافاكه ومحدثات الامور وعلى اله واصحابه الهادين المهديين الى يوم النشور اما بعد کہتا ہے بندہ ضعیف و لایت حنفی دیوروی غفرلہ ولوالدیہ ربہ العزیز القوی وہداہ الطریق المستوی کہ ایک رسالہ مسمی بنتیجہ مصنفہ مولوی وکیل احمد صاحب سکندرپوری کا میری نظر سے گذرا مجھے اوسنے سے تعجب ہوا کہ جناب ممدوح باوجود دعوی حنفیت اون اون امور کے مجوز وقائل ہوجو باتفاق فقہاء حنفیہ حصمہم اللہ تعالی بالطاف الجلیۃ والخفیۃ ناجائز وبدعت ہے انا للہ وانا الیہ راجعون اور چونکہ مولوی صاحب موصوف کا حنفیہ کے پیرایہ میں یہ کہنا کہ اکثر شیعہ کا منکر ہوجانا بجائے عوام حنفیون کے لئے بڑی مضرت کا باعث اور نیز الزم تھا تو اسنے اسپر عزم کیا کہ میں مستعینا باللہ تعالی ومتوکلا علیہ مولوی صاحب کے ہر ایک کلمات بیجا وسامحات شتی کو ظاہر کردون وہر ایک پر توضیح کے ساتھ عند الفقہاء حنفی بہ وجہ تحقیق مولکھدون تاکہ ناواقف ایات صحیحہ وضعیفہ کی تمیز نہین ملکہ انکے نزدیک بوجہ تقلید آبائی الٹہ منکرات ہی کا نام حنفیہ ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اوس نتیجہ پر ہوکے مین رہ جاوین اور مبتلاے امور قبیحہ جس سے مذہب حنفی ان عصمنا

عصمنا اللہ تعالی وجمیع المسلمین ورزقنا وایاہم اتباع سنۃ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم وخلص اتباعہم اجمعین الی یوم الدین اور یہ کتاب تین قسم پر منقسم ہے مقدمہ تقصود خاتمہ اے خدا اب اس رسالہ کو مقبول خلائق بنا اور اسکو خاتمہ بمقبولیت پہنا اور باعث رشد وہدایت کافہ مومنین فرما انک سمیع مجیب الدعا جزتہ سید الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء امین ثم آمین

مقدمۃ الکتاب

اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ وربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ۔ اما فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدی ہدی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) وشر الامور محدثاتہا وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار ۔ اب جاننا چاہیے کہ اتباع کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بحسب آراء فقہاء امۃ واکابر ائمہ رحمہم اللہ تعالی ولاحرمنا من برکاتہم باعث نجات وموجب خیر وبرکات ومنجی عن المہلکات ہے مخالفت اسکی باعث ضلالۃ اور موافقت اسکی باعث رشد وہدایت ہے اللہ تعالی کل مسلمانوں کو اتباع سنۃ سنیہ وطریقہ مرضیہ نصیب فرمائے اور ہر یک بدعت سے جو موجب گمراہی وضلالۃ ہے بچائے بمنہ وکمال کرمہ آمین ۔ حدیث شریف میں ہے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد اور امام نووی علیہ الرحمہ شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں وہذا الحدیث قاعدۃ عظیمۃ من قواعد الاسلام وہو من جوامع کلمہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ صریح فی رد کل البدع والمخترعات انتہی پس واضح ہو کہ یہ حدیث اصل ہے اس بات میں کہ جتنے امور محدثہ مخترعہ ہیں وہ مطرود ومردود ہیں پھر انکو بدعت حسنہ کہنا خلاف تحقیق ہے اور حدیث کل بدعۃ ضلالۃ کی

وہ تعصب و پاس قومیت خود انتہی اور مولانا شاہ عبد القادر صاحب دہلوی علیہ الرحمہ
آیہ کریمہ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا
فی سبیلہ لعلکم تفلحون کے فائدہ میں لکھتے ہیں یعنے رسول کی اطاعت میں
جو نیکی کردہ قبول ہے اور بغیر اوسکے عقل سے کردہ سو قبول نہیں انتہی اور اٹھوین پارہ
میں لکھتے ہیں یعنے حلم بردباری اور عقل کو دخل نہ دینا سیدھی راہ ہے انتہی پس جس طرف
دلائل راجح ہونگے اور ثبوت کتاب و سنت و افعال و اقوال صحابہ رضی اللہ تعالی
عنہم سے پایا جائیگا اوسکو سنت کہا جائیگا نہیں تو وہ بدعت مستنکرہ قرار پائیگا
اسلئے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فانہ من یعش منکم بعدی فسیری
اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین اور دوسری جگہ
بطریق تعلیم ارشاد ہوا اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم اور تیسری جگہ
طریق نجات کو ما انا علیہ واصحابی پر منحصر فرمایا جیسا کہ ناظرین کتب حدیث
پر مخفی نہوگا پس بدا حادیث حجۃ قاطعہ ہیں اس بات پر کہ وقت اختلاف اتباع سنت
سید الانام و سیرت صحابہ کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم الی یوم القیام
کیا جاوے اور جو مخالف سیرت اون حضرات کے ہو اوسکو بدعت و ضلالۃ
سمجھا جاوے اگرچہ وہ امور محدثہ ہمارے قصور عقل کے سبب مستحسن ہی معلوم ہوں
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کل بدعۃ ضلالۃ وان راھا
الناس حسنۃ کذا فی الباعث علی انکار البدع والحوادث
للعلامۃ ابی شامہ رحمہ اللہ تعالی پس کیا اون امور متنازع فیہا میں
جیسے تیجہ و چہلم و چہارم و رسم وغیرہ کہ جس میں ہر ایک فریق دوسرے کو ضال
و مضل ٹھہراتا ہے ضرور نہیں کیا بوقت اختلاف رجوع بسنت کرنا اور اپنے
کو اختلاف سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر قائم رکھنا واجب نہیں

واجب نہین حالانکہ فرمادیا اللہ جلشانہ نے فلا وربک لا یومنون حتی
یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا
تسلیما ای اللہ ہم مسلمانونکو متابعۃ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
نصیب فرما اور ہر بدعۃ سے کہ مخرب دین وایمان ہے بچا بلطفہ وکرمہ وبحرمۃ حبیبہ
سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ آمین تنبیہ دوم جاننا چاہیے کہ سنت تھوڑا
تغیر واقع ہونے سے بدعت ہوجاتی ہے اور بعد تغیر یہی سنت بدعت کہلاتی ہے
دیکھو نماز ضحی جسکو عرف مین اشراق وچاشت کہتے ہین باوجود ثبوت اوسکے
قول وفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسبب علی الاعلان پڑھنے
لوگون کے مسجد مین حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بدعت فرمادیا عن مجاھد
قال دخلت انا وعروۃ بن الزبیر المسجد فاذا عبد اللہ ابن عمر جالس
الی حجرۃ عایشۃ والناس یصلون الضحی فی المسجد فسالناہ عن صلاتہم فقال
بدعۃ رواہ مسلم فی باب عدد عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہان بعض لوگ اس حدیث پر
یون شبہ کرتے ہین کہ شاید حضرت ابن عمر کو رضی اللہ عنہما اوراحادیث مرفوعہ کی جو ثبوت
استحباب صلوۃ ضحی ہین خبر نہو مگر یہ بالکل مبنی علی التوہم ہے بااینہمہ یہ احتمال ہمارے
مدعا کو کچھ مضر نہین سلمنا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو احادیث مرفوعہ کا علم نہ تھا مگر یہ بات
تو اونکو ضرور معلوم تھی کہ نوافل ایک امر مشروع ومندوب ہین پھر باوجود علم مشروعیت
اوسکے اوسکو بدعت کہنا ضرور اس امر پر دال ہے کہ وہ نماز اوسوقت ضرور کسی امر غیر مشروع
کو مشتمل تھی مثل اعلان واظہار وتداعی وغیرہ کے جو خلاف شان نوافل ہین نہین تو
یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک امر مندوب ومستحسن کو جسکی مشروعیت مین ہرگز کسی عاقل
کو تردد نہوگا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسا شخص بدعت کہے اور ناجائز فرمائے پس
ضرور یہہ کہا جائیگا کہ بوجہ اشتمال امر غیر مشروع کے امر مشروع کو بھی بدعت وممنوع فرمادیا

کما نصرہ زمانہ اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام ہین جب ایسی ایسی زیادتیون کو صحابہ
کرام مخالف سنت ٹھہرائین اور اوسپر انکار فرمائین تو سراسر حالت ہمارے اہل عصر کی
قابل حسرت وافسوس ہے کہ کیسے کیسے مخترعات ومنکرات کو سہوا یہا اور وجہ العمل
سمجھے ہوئے ہین اور کچھہ بھی مخالفت سنت کا لحاظ نہین کرتے بلکہ برعکس
اوسکے ترویج بدعت وتخریب سنت مین سعی فرماتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون اے خداسماکو نگو
چشم حق بین وگوش حق نیوش عطا فرما اور راہ راست پر لا اللہم اہدنا الصراط المستقیم وارزقنا
اتباع رسولک الکریم علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم امین۔ اب جاننا چاہئے کہ بعض
لوگ حدیث من سن سنۃ حسنۃ سے استدلال کرتے ہین کہ بدعت کی دو قسمین
ہین حسنہ اور سیئہ مگر فی الحقیقۃ یہہ استدلال قلت تدبر پر مبنی ہے اسلئے کہ مسلمات سے
الاحادیث یفسر بعضہا بعضا پس اگرچہ حدیث مذکور سو ہم اس امر کی تہی کہ شاید
من سن سنۃ حسنۃ سے وہ طریقہ مراد ہو جو کبھی نہ تہا اور کسی نے اسکو ایجاد
جاری کیا مگر چونکہ اس مین بڑا فتنہ تہا اور اہل اہواء کے لئے اچہا طریقہ حیلہ کا تہا اسلئے
دوسری حدیث مین آگیا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احیی سنتہ من
سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بہا من غیر ان ینقص
من اجورہم ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاہا اللہ ورسولہ کان علیہ من الاثم
مثل اثام من عمل بہا لا ینقص ذلک من اوزارہم شیئا رواہ الترمذی وابن ماجۃ
کذا فی المشکوۃ حاصل کلام یہہ ہے کہ حدیث من سن سے احیاء سنت متروکہ مراد ہے
نہ احداث غیر جیسا کہ حدیث ثانی سے ظاہر ہے اور موید اسکی خود سیاق حدیث
(من سن) بہی ہے اسلئے کہ یہہ حدیث اوسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ارشاد فرمائی تہی جسوقت اپ کی خدمت شریف مین چند فقرا آئے ہوئے
تہے اور آپکے پاس کچھہ نہ تہا اوسوقت آپنے لوگون کو صدقہ کی ترغیب دی

دینی شروع کی آخر ایک شخص اوٹھا اور کچھ مال لایا اور اسکے بعد اور لوگ بھی لانا شروع کئے
اور وجہ تائید یون ہے کہ صدقہ دینا تو کچھ امر محدث جدید نہین تہا بلکہ اسکی مشروعیۃ اور
نیز استحباب اوسکا پہلے سے معلوم تہا مگر چونکہ اوسوقت وہ پہلے لانے والا باعث
ترغیب لوگون کے ہوا تہا آپنے تبشیراً للسابق وترغیباً للاحق یون ارشاد فرمایا۔
من سن سنۃ حسنۃ الخ پس اگر اس حدیث سے مراد احداث امر محدث ہی تو پہر اس حدیث کو
محل کلام سے کچھ مناسبت نہوگی کما لایخفی اگر یہ شبہہ ہو کہ پہلی حدیث من احیٰ سنۃ کو مبین
ومفسر حدیث من سن سنۃ کا کہا گیا ہے حالانکہ حدیث سابق مین یہ جملہ قدامیت بعدی
کا صریح اوسکے مناقض ہے اسلئے کہ اس جملہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو بعد وفات آپکے زندہ کرے اور رواج دے اوسکے
لئے یہ اجر ہے اور حدیث من سن سنۃ مین علی ما یدل علیہ المورد ہرگز اس قید کا لحاظ
نہین ہے پس مفسر وہمین حدیث من سن کی نہین ہوسکتی تو جواب تحقیقی اوسکا یہی ہے
کہ حدیث من احیی سنۃ بفقط بیان احیائے سنت مین ہے اور قید قدامیت بعدی قید احترازی
نہین ہے بلکہ بیان واقع اور اظہار معجزہ من قبیل اخبار عن المغیبات گویا اس جملہ مین
تبلا دیا گیا کہ بعد آپکے سنن مہجور متروک وبدعات جاری ہونگے پس جو شخص ایسے وقت
مین احیاء سنت کریگا اجر عظیم پاویگا اور مبتدع عذاب الیم مین مبتلا کیا جائیگا فوقع
کما اخبر عنہ الصادق المصدوق (فداہ روحی) صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم فطوبیٰ لمن
جد فی احیاء السنۃ واخماد البدعۃ جعلنا اللہ تعالیٰ منہم بمنہ وکرمہ وبحرمۃ سید الانبیاء
علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء امین ثم آمین ومزید تحقیقہ فی رسالتنا صلۃ العالم فی زلۃ العالم
وفقنا اللہ تعالیٰ للاتمام بہ۔ ان بعض لوگ یہ فرماتے ہین کہ اس حدیث مین بدعۃ کے
ساتہہ ضلالۃ کی جو قید لگی ہے وہ اس بات پر دلالۃ کرتی ہے کہ بدعۃ حسنہ اس حکم سے
خارج ہے پس ثبوت حسنہ کا بہی ہوگیا مگر باعث اسکا قلت تدبر ہے اسلئے کہ جب تقیید

سابق سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ حدیث من سن میں فقط احیاء سنت مراد ہے نہ احداث امر جدید تو اب حدیث کل بدعۃ ضلالۃ کی اپنے عموم پر رہ گئی اور اوسکی کوئی مخصص نہیں ٹھہری تو پھر لفظ ضلالۃ کا قید واقعی ہوگا نہ احترازی وہو المقصود فللہ الحمد علی ذلک اور بدعۃ کیونکر حسن ہو سکتی ہے دیکھو امام محمد صاحب رحمہ اللہ علیہ بدعۃ کو مرادف مکروہ فرماتے ہیں جامع الرموز میں ہے والبدعۃ مرادفۃ للمکروہۃ عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کما فی العمان انتہی پھر مکروہ بھی کہیں مستحسن ہو سکتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ جاننا چاہیئے کہ بعض لوگ اس قول سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نعمت البدعۃ ھذہ اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ بدعۃ منقسم الی الحسنۃ والسیئۃ ہے نہیں تو اس تخصیص کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوئی وجہ معتدبہ معلوم نہیں ہوتی مگر افسوس ہے کہ اس مستدل نے یہ نہیں دیکھا کہ صلوۃ التراویح کو اچھی بدعۃ فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بمعنی لغوی تھا نہ شرعی تاکہ حدیث کل بدعۃ ضلالۃ کے معارض ہو اور شر الامور محدثاتہا کے مناقض دیکھو علماء کرام وفضلاء عظام رحمہم اللہ العزیز العلام حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے افعال کو سنت حقیقۃ فرماتے ہیں اور اونکو مصداق بدعۃ حسنہ نہیں ٹھہراتے بلکہ حقیقۃ سنۃ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام جانتے ہیں شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں وبحقیقۃ سنت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہمان سنت پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہرت نیافتہ بود وبعد ازوی در زمان ایشان رواج یافتہ وشہرہ گشتہ ومضاف بایشان شدہ وچون مظنہ آن بود کہ یکی از ابجہۃ اضافہ بایشان بدعۃ پندارد ورد کند منکر گردد وصیت کرد باتباع آن پس ہر چہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم بدان حکم کردہ باشند اگرچہ باجتہاد وقیاس ایشان باشد موافق سنت ست واطلاق بدعۃ برآن نتوان کرد چنانکہ فرقہ زائغہ کنند پس ازان مبالغہ کرد در وصیت باتباع سنت

سنت وغیر سود تمسکو ابہا چنگ در زنید نسبت من وسنت خلفاء راشدین وایاکم
ومحدثات الامور ودور دارید خود را از کارہائے نو پدید شدہ کہ در زمان آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم وزمان خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نبودہ اند زیرا کہ ہر خصلت
احداث کردہ شدہ بدعۃ ست وہر بدعۃ ضلالۃ ست یا سبب ضلالۃ ست انتہی اور
دوسری جگہ لکھتے ہیں وحق آنست انچہ خلفاء راشدین کنند سنت ست اور ایک
جگہ فرماتے ہیں وانچہ خلفاء راشدین کردہ باشند اگرچہ بآن معنی کہ در زمان آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نبودہ بدعۃ ست لیکن از قسم بدعۃ حسنہ ست بلکہ در حقیقت
سنت ست زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ ست بر شما باد کہ لازم گیرید
سنت مرا وسنت خلفاء راشدین راضی اللہ عنہم اجمعین انتہی اور ہدایہ میں ہے والاصح
انہا (ای صلوۃ التراویح) سنۃ کذا روی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہما اللہ تعالی
لانہ واظبت علیہ الخلفاء الراشدون رضی اللہ تعالی عنہم انتہی اور علامہ شامی
علیہ الرحمہ نے کشف وبدکا سقول حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالی کا نقل کیا ہے و
ذکر فی الاجتہاد ان ابا یوسف سال اباحنیفۃ رحمہما اللہ تعالی علیہما
وما فعلہ عمر فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم یتخرجہ عمر عن تلقاء نفسہ ولم یکن
فیہ مبتدعا ولم یامر بہا الا عن اصل لدیہ وعہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انتہی اور علامہ ابن حجر مکی نے تو اسکا جھگڑا ہی مٹا دیا ہے فتاوی حدیثیہ میں لکھتے ہیں
وقول عمر رضی اللہ عنہ فی التراویح نعمت البدعۃ ہی اراد البدعۃ اللغویۃ
وہو ما فعل علی غیر مثال کما قال تعالی قل ما کنت بدعا من الرسل ولیست
بدعۃ شرعا فان البدعۃ الشرعیۃ ضلالۃ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم قال ومن
قسمہا من العلماء الی حسن وغیر حسن فانما قسم البدعۃ اللغویۃ ومن قال
کل بدعۃ ضلالۃ فمعناہ البدعۃ الشرعیۃ الخ اور اسیطرح صاحب فتح الباری

وغیرہ نے لکھا ہے اور صاحب مجالس الابرار نے کیا اچھی تحقیق کی ہے جزاہ اللہ خیرا

لکھتے ہیں المراد بالبدعۃ المذکورۃ فی الحدیثین یعنی حدیث کل بدعۃ ضلالۃ وحدیث ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ البدعۃ السیئۃ التی لیس لھا من الکتاب والسنۃ اصل وسند ظاھر او خفی ملفوظ او مستنبط لا البدعۃ الغیر السیئۃ التی یکون لھا اصل وسند ظاھر او خفی فانھا لا تکون ضلالۃ بل ھی قد تکون مباحۃ کاستعمال المنخل والمواظبۃ علی اکل لب الحنطۃ والشبع منہ وقد تکون مستحبۃ کبناء المنارۃ وتصنیف الکتب وقد تکون واجبۃ کنظم الدلائل لرد شبہ الملاحدۃ والفرق الضالۃ لان البدعۃ لھا معنیان احدھما لغوی عام وھو الحدث مطلقا سواء کان من العادات او من العبادات والثانی شرعی خاص وھو الزیادۃ فی الدین او النقص منہ بعد الصحابۃ بغیر اذن الشارع لا قولا ولا فعلا لا صریحا ولا اشارۃ فانھا فی الحدیثین وان کانت عامۃ تشتمل جمیع الحدثات لکن عمومھا لیس بحسب معناہ اللغوی العام بل عمومھا بحسب معناھا الشرعی الخاص فلا یتناول العادات اصلا بل یقتصر علی بعض الاعتقادات وبعض صور العبادات لانہ علیہ السلام لم یبعث لتعلیم امر الدنیا وانما بعث لتعلیم امر الدین یدل علیہ قولہ انتم اعلم بامور دنیاکم ثم البدعۃ فی الاعتقادات بعضھا کفر وبعضھا لیس بکفر لکنھا اکبر من کل کبیرۃ ولیس فوقھا الا الکفر والبدعۃ فی العبادۃ وان کانت دونھا لکن فعلھا عصیان وضلال لا سیما اذا صادمت سنۃ موکدۃ واما البدعۃ فی العادۃ فلیس فی فعلھا عصیان وضلال بل ترکھا اولی اذا تقرر ھذا فالمنارۃ عون للاعلام وقت الصلوٰۃ وتصنیف الکتب عون للتعلیم والتبلیغ ونظم الدلائل لرد شبہ الملاحدۃ نعم

نفی عن المنکر وذب عن الدین فکل منها ماذون فیہ بل ماموربہ لان البدعۃ
الغیر السیئۃ مالم یحتج الادائل ثم احتاج الیہ الاواخر ورواہ حسنا
علی سبیل الاجماع بلا خلاف فی نزاع وعند الاستقرا لانوجد تلک البدعۃ
الغیر السیئۃ فی العبادات البدنیۃ المحضۃ کالصلوۃ والصوم وقرءۃ
القراٰن واوظاف کل منہا بل لاتکون البدعۃ فیہا الا السیئۃ لان
عدم وقوع الفعل فی الصدر الاول لیس الا لعدم الحاجۃ الیہ اولوجود
مانع منہ اولعدم التنبیہ لہ اوللتکاسل عنہ اولکراہتہ وعلی
مشروعیۃ الاولان منتفیان فی العبادات البدنیۃ المحضۃ لان الحاجۃ الی
التقرب الی اللہ بالعبادۃ لاتنقطع بعد ظہور الاسلام وغلبۃ اہلہ لم یکن
مانع منہا وکذا عدم التنبیہ لہا والتکاسل عنہا منتف ایضا اذلا یجوز ان
یظن ذلک بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجمیع اصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین
مکروہۃ غیر مشروعۃ انتہی پس اب مستدلین سے پوچھنا چاہیئے کہ تم کس منہ سے
نفت البدعۃ سے استدلال کرتے ہو اور ذرا کلام اکابر کو نہیں دیکھتے رزقنا اللہ
تعالی وجمیع المسلمین اتباع سنۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین آمین تنبیہ سوم
اس مختلف فیہ کہ جسکو کوئی بدعۃ کہتا ہو اور کوئی سنۃ واجب الترک ہے اسلئے کہ اگر ایک امر مستحب ترک
ہوگیا تو کوئی محظور شرعی لازم نہیں آتا اور بدعۃ کا کرنے والا مستحق عقاب ہوجاتا ہے حضرت
مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں نزدیک این مقالست انچہ علما
فرمودہ اند شکر اللہ سعیہم کہ اگر امرے دائر باشد میان سنت وبدعۃ ترک بدعۃ بہتر ست از
اتیان سنت یعنی در بدعۃ احتمال ضرر ست و در سنت توقع منافع پس احتمال ضرر را بر توقع
منافع ترجیح دادہ ترک بدعۃ باید نمود انتہی اور رد المحتار حاشیہ در المختار میں ہے
اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ انتہی

پس ان امور مختلف فیہ کو قطع نظر دلائل طرفین کے کہ ایک جماعت اونکو بدعۃ کہتی ہے
اور ایک سنت ترک کرنا ضرور ہے اگرچہ دلائل مثبتین اوہن من نسیج العنکبوت ہین مگر
بہرحال عوام کے لئے کہ جنکو دلائل طرفین کی خبر نہین یہ اختلاف باعث شبہ تو ضرور ہے
پس ترک انکا کیون نہ ضرور ہوگا باوجودیکہ فرمادیا ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
وسلم نے دع ما یریبك الی ما لا یریبك اور دوسری ایک اور وجہ سے بھی چھوڑنا
ان امور محدثہ تیجہ و چہلم و عرس و طریقہ فاتحہ وغیرہ کا بہت ضروری ہے اس لئے کہ
صدقات و زیارت قبور و قراۃ قران بلا التزام اوقات مخصوصہ و ہیئات مخصوصہ
کے بالاتفاق بلا خلاف احدی چہ اہل سنت و چہ اہل بدعۃ جائز ہین اور مع ان تعینات
کے مختلف فیہ تو امر متفق علیہ کا کرنا اور مختلف فیہ کا چھوڑنا مع اتحاد مقاصد کون صاحب
عقل سلیم پسند نہ کریگا فرزقنا اللہ تعالی اتباع سنتہ سید الانبیاء و آلہ و
اصحابہ البررۃ الاتقیاء علیہم التحیۃ والثناء امین تتمہ چہارم سنتہ پر قائم رہنا بدعت
حسنہ کے کرنے سے اولی و افضل ہے چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ
مدارج النبوۃ مین لکھتے ہین و آمدہ ست کہ تمسک بسنت بہتر ست از احداث بدعت ہرچند
بدعۃ حسنہ باشد چنانکہ احیاء اداب خلاء و قیلولہ مثلا چنانکہ در سنت واقع ست بہتر ست
از بناء رباط و مدرسہ و میرسد فاعل آن باعلی قرب و وصول برکت اقامۃ سنت ست و حصول
رضای حق تا انتہی اور مجمع البحار مین ہے فتمسك بسنته خیر من احداث بدعة جعل الله الضد
مثل الاخر بسبب المناسبة فالتمسك بالسنة كاحياء اداب الخلاء خير من بناء رباط
ومدرسة وكذا ان من راعى هذا الادب يوفق الى ما هو اعلى منه ثم وثم الى ان يبلغ
مقام القرب الخاص مما لا يعد ولا يحصى يتقرب الى الله بالنوافل حتى احبه واذا ترك كذا يوديه الى ترك الافضل ثم وثم
الى ان يقع فى البدعة الا ان يتلافى اور علامہ علی قاری حنفی مرقاۃ مین لکھتے ہین الاترى ان ترك سنة
اى سنة تكاسلا يوجب اللوم والعتاب وتركها استخفافا يبيت العصيان

العصیان والعقاب وانکارھا یجعل صاحبہ مبتدعا بلا ارتیاب والبدعۃ
ولو کانت مستحسنا لا یترتب علی ترکھا شی من ذلک انتہی پس اب
ہر یک شخص پر لازم ہی کہ تیجہ وچہلم وغیرہ طرق متعارفہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہین ہین اگرچہ وہ بالفرض بدعۃ حسنہ ہی ہون
ترک کرین اور موافق سنت کے بلا تعیین والتزام کسی روز کے جب چاہین اموات
کیطرف سے صدقہ کیا کرین کہ اوسکے اولی واحسن ہونے مین ہرگز کسی منصف کو تردد
نہوگا واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **تنبیہ پنجم** اولاً جاننا چاہئے کہ احکام شرعیہ
دو حال سے خالی نہین ہوتے مطلق ہونگے یا مقید مطلق مین اطلاق مقصود بالذات
ہوتا ہے اگرچہ وہ مطلق اپنے تحقق خارجی مین محتاج افراد کا ہوتا ہے اسلئے کہ مطلق جب
پایا جاتا ہے تو ضمن مین افراد ہی کے مگر اسوقت تشخصات خارجیہ کا کچھ لحاظ نہین ہوتا
اور نہ وہ مدنظر اور مقصود بالذات ہوتے ہین جیسے صدقہ نفلی کہ اگرچہ تحقق خارجی صدقہ
مطلق کا نہین ہوتا جب تک مخوف بالتشخصات مثل زمان ومکان وغیرہ کے نہین ہو
مگر یہ تشخصات مقصود نہین ہوتے اگر بالفرض تحقق خارجی صدقہ کا بغیر ان تشخصات کے
ہو جاتا تو ہرگز ان تشخصات کی ضرورت نہین ہوتی اور نہ یہ مقصود ہوتے اور مقید مین قید
بھی مقصود بالذات ہوتی ہے جیسے کہ صلوۃ مفروضہ کہ یہ جو مقصود ہین توسع ان اوقات
مخصوصہ کے اسلئے کہ یہان خصوصیۃ وقت بھی مقصود ہے اسلئے اگر کوئی ظہر کی نماز مثلاً
قبل اوسکے وقت کے پڑھ لے تو وہ ہرگز مبری الذمہ نہین ہوتا اگرچہ وہی چار رکعتین جو وقت مین پڑھتا
قبل از وقت بھی پڑھی گئین مگر اسوجہ سے کہ قید وقت جو مقصود تھی اور وہ فوت ہوئی تو وہ نماز
ہی سرے سے کالعدم سمجھی گئی اگر یہ کہو کہ یہ خصوصیۃ وقت اگر مقصود بالذات ہوتی تو چاہئے
کہ جسکی نماز قضا ہو گئی ہو اور پھر وہ اوسکو قضا کرلے تو فارغ الذمہ نہو وہ باطل
تو ہم کہینگے کہ چونکہ زمانہ غیر فار الذات ہے اسلئے ضرورۃ اوس سے یہہ قید

منجانب شرع معاف کی گئی فان الدین یسر اور ثانیا یہ کہ ہر یک احکام شرعیہ کے ساتھہ
دو قسم کے احکام متعلق ہوتے ہین عملی اور اعتقادی یعنے اگر وہ حکم شرعی مطلق ہے
تو اوسکو اعتقاد ابھی مطلق سمجھنا چاہئے اور عمل بھی اوسکے اطلاق پر کرنا چاہئے وعلی
ہذا القیاس مقید بھی یعنے اعتقاد اور عملا دونون طرح اوسکی تقیید ملحوظ رہنی چاہئے پس
جو احکام کہ شرعا مطلق ہین اور خصوصیات اوقات وغیرہ کا کچھہ اونمین لحاظ نہین
اور اونکی تقیید کی گئی اسطرح سے کہ وہ قید بھی مقصود و ملحوظ ہونے لگی اور جو مقید
ہین اور اونکا موقع اطلاق کیا گیا اسطرح پر کہ اطلاق ہی مقصود ٹھہرا تو یہ امر بدعۃ
اور ممنوع ضرور ہوگا اسلئے کہ اسمین تغیر لحدود اللہ لازم آتی ہے اور وہ حرام ہے
اور یہ ہرگز نہین کہ جب تغیر اعتقادی ہو اوقت مین تو تغیر عملی بری ہو بون نہین
بلکہ جب دو حکم جدے جدے ثابت ہوئے اور ہر ایک کے ساتھہ ہم بالاستقلال مامور ٹھہرے
تو ہر ایک کی تغییر بالانفراد قطع نظر آخر کے ممنوع و غیر مشروع ضرور ہوگی اور یہی سر ہے جو ہمارے
فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالی تعین سورہ کو نماز مین اگرچہ وہ مصلی اوسکو ضروری اور اوسکے غیر کو
مکروہ نہ سمجھتا ہو ممنوع و مکروہ فرماتے ہین دیکھو محقق ابن ہمام علیہ الرحمہ صاحب فتح القدیر
(یکرہ ان یوقت) کی شرح مین فرماتے ہین والحق ان المداومۃ مطلقا مکروہ سواء
راہ حتما یکرہ غیرہ او لا انتہی اور درالمختار مین ہے یکرہ التعیین لان الشارع
اذا المر یعین علیہ نبیہ اعلیہ کرہ لان یعین انتہی مختصرا اور اس عبارت سے وجہ
استشہاد یہ ہے کہ اگر کراہت تعیین نیت ہی پر موقوف ہوتی تو اس تعلیل تیسیر کی کوئی وجہ
نہین اسلئے کہ عسر و یسر کو نیت سے کیا تعلق ہے بلکہ اس نیت سے پہلے ہی مرتبہ کسی سورہ کا پڑہنا
کیون جائز ہوگا مادست تو امر زائد ہے کما لایخفی اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین ہے
لکن الظاہر ان المداومۃ مکروہ مطلقا لان دلیل الکراہۃ لم یفصل
وھو ایہام التفضیل وھجر الباقی انتہی اور علامہ حموی شرح اشباہ

شرح اشباہ میں بتخصیص ایام کو نماز وغیرہ کے لئے مطلقاً بدعت فرماتے ہیں ہکذا عبارتہ
واذا نھی عن ھذہ اللیلۃ (ای شب جمعہ) ففیہ بالمنع اولی لان التخصیص عند
اور صاحب مجمع البحار کس تصریح سے لکھتے ہیں من رغب عن سنتی فلیس منی
اعرض عن طریقتی فرضا او سنۃ عملا او عقیدۃ فلیس قربہا منی واعرض عنہا
غیر معتقد لھا انتہی پس یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ اعراض عن السنۃ خواہ عملاً ہو عقیدۃً یا
دونوں طرح سے ممنوع ہے پس جو چیز صاحب شریعت علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ سے مطلقاً بلالحاظ
خصوصیت کسی وقت و روز و ہیئت کے ثابت ہووے جیسے صدقہ بنظر ایصال ثواب
اوسکو اوسیطرح کرنا چاہئے اپنی طرف سے تخصیص و تعیین جائز نہیں اور جو چیز مقید رکھی گئی
اوسکی تقیید باقی رہنی چاہئے اوسکا اطلاق صحیح نہیں علاوہ بریں مواظبت و مداومۃ تو اوس
فعل مستحب کی بھی جسپر مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت نہیں کبھی ممنوع و مکروہ ہوتی ہے جاکا
التزام و مداومۃ امور محدثہ کی دیکھو فقہا کرام رحمہم اللہ مواظبت سورۂ غاشیہ وغیرہ کو نماز صبح میں جمعہ کے
دن اگرچہ کبھی کبھی پڑھنا اوسکا مسنون و مستحب ہونا فرماتے ہیں حموی شرح اشباہ میں ہے وقرأۃ
السورۃ ای سورۃ الاعلی والغاشیۃ ولکلا یوانلب علیہما یعنے اعمال مستحبہ پر دوام سے
پڑھنا سورہ اعلی و غاشیہ کا نماز صبح میں مگر اوسپر مواظبت نہیں کرنی چاہئے اور شرح منیہ میں ہے واما ما روی
عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ قال صلوۃ الضحی بدعۃ فمحمول
(الی قولہ) او قال المواظبۃ بدعۃ انتہی کذا فی حاشیۃ المشکوۃ اور صاحب مراقی الفلاح لکھتے ہیں
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی الفجر یوم الجمعۃ الم تنزیل الکتاب
ھل اتی علی الانسان وقد ترک الخفیۃ الا النادر منہم ھذہ السنۃ ولازم
علیہا الشافعیۃ الا القلیل فظن جھلۃ المذھبین بطلان الصلوۃ بالفعل
والترک فلا ینبغی الترک ولا الملازمۃ دائما (انتہی اسیطرح ہمارا اوٹھانا دعا کے
لئے سینہ تک اور اوس سے اوپر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے مگر رفع فوق الصدر کے

الزام و مداومت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت فرمایا اور سپر انکار کیا مشکوٰۃ فی الباب الاعتصام
میں ہے وعن ابن عمر انہ یقول ان رفعکم ایاکم بدعۃ ما زاد رسول اللہ صلی اللہ
علی ھذا یعنی الی الصدر رواہ احمد۔ اور حضرت شیخ دہلوی علیہ الرحمہ اسکی شرح میں
لکھتے ہیں قولہ بدعۃ یعنی زعمکم فوق صلد رکم دائما او فی اکثر الاحوال من غیر تمیز
عن الاحوال المذکورۃ فی الحدیث السابق بدعتم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
بل کان حالہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلفا تارۃ فتارۃ کما ذکرہ ابن حجر علامہ ابو شامہ
کتاب الباعث میں لکھتے ہیں ولا ینبغی تخصیص العبادۃ اوقات لم یخصھا
بھا الشرع بل یکون جمیع افعال البر مرسلۃ فی جمیع الازمان (الی قولہ) فالحاصل ان
المکلف لیس لہ مذھب التخصیص بل ذلک الی الشارع انتہی الخ پس اب اہل عقل کو
اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ الزام ان تیجہ دہم ستم چہلم و فاتحہ مروجہ کا جو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں کہ اوان حضرات نے کبھی تیجہ یا چہلم
کیا ہو یا فاتحہ بغیر ذرہ فران بنظر الصالح الثواب میت آجکل کے رواج و دستور کے موافق کیا ہو کہاں تک
جائز و صحیح ہوگا ہذہ تذکرۃ لاولی النہی و اللہ یہدی من یشاء الی طریق الہدی فافہم و اغتنم

ھا انا نشرع فی المقصود مستعینا باللہ الودود

مسئلہ میت کے دفن کے بعد جیسے کوریان گورستان میں فقرا کو دیتے ہیں **اول** و بالتوفیق پہلا ان سب چیزوں کو گورستان میں لیجانے سے کیا فائدہ بلکہ چند وجوہ سے قطع نظر
اسکے کہ یہ فعل محدث فی الدین و سراسر مبنی علی الجہالۃ ہے اولا یہ کہ اگر سب چیزیں پہلے
ہی پر بعد از مرگ میت جسقدر ممکن ہو صدقہ کردے جائیں تو بیچارہ میت کو بیشک
اسوقت زیادہ ایصال ثواب کا مستحق ہوتا ہے جلد نفع ہو اور اتنے دیر تک ثواب سے محروم نہ
رہے اہل میت اون اشیاء کی باربرداری کی فکر سے بچے بعض جگہوں میں کہ مفلس و دور ہوتا ہے
ان چیزوں کے لیجانے میں بہت دقت ہوتی ہے مزدور دن کی مزدوری بیکار جاتی ہے اگر کسیکو

---

۵۱ مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرماتے تھے کہ تمہارا اٹھانا جنازہ کا اور تمہارا لیجانا اسکو قبر تک بدعت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں زیادہ کیا ہے یعنی سینہ سے اوپر سینہ کے ہمیشہ یا اکثر اوقات میں بغیر تمیز احوال مذکورہ حدیث سابق سے بدعت نہیں کیا اوسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلکہ حال یہ ہے کہ کبھی ایسا کبھی ویسا جیسا گذرا

۵۲ عجلت کی ہے اور تخصیص و تقیید وقتوں کے شرع سے جلکہ ہونا چاہئے اور افعال خیر کو مطلق رکھنا چاہئے تاکہ ہر شخص کو اپنے حال کے موافق عمل کرنے کی گنجائش ہو مکلف کو نہیں قابل ہے کہ منصب تخصیص کا جگہ یہ کام شارع علیہ السلام کا ہے

کسکو یہ شبہ ہو کہ ذرائع و وسائط کا حکم مقاصد کا ہوتا ہے تو اب مزدورون کی اجرت مین
اجر ہوگا تو ہم کہینگے کہ نہم مگر کبھی وسائل مساوی مقاصد کے نہین ہوسکتے مقاصد حسنہ کے
وسائط مین اگر حسن آتا ہے تو حسن بغیر و پس اسوجہ سے یہی اگر وہ مقدار اجرت مکان ہی
پر فقرا کو دیجاتی تو اجر زائد ہوتا پس ثواب کثیر کو چھوڑ کر قلیل کو اختیار کرنا ہرگز اہل عقل
کا کام نہین ہے اور ثانیا ہم یہہ کہتے ہین کہ حکم وسائط کا حکم مقاصد کا ہوتا ہے یعنی اگر وہ
مقصود فرض ہے تو اوسکا موقوف علیہ بھی فرض ہوگا اور اگر وہ واجب تو یہہ بھی واجب
اور اگر وہ سنت و مباح تو یہ بھی سنت و مباح پس قبرستان مین صدقہ کرنا یا فرض
ہوگا یا واجب یا سنت یا مستحب یا مباح شقوق ثلثہ اول تو بدیہی البطلان ہین ورنہ
جو اوسکے وجوب یا سنیت و استحباب کا دعوی کرے وہ ثابت کرد کھاے و لو یفعل
و لو کان بعضہم لبعض ظہیرا پس ضرور علی تقدیر عدم الکراہیتہ مباح ہوگا پس اسکا
موقوف علیہ بھی بموجب قاعدہ مسلمہ مباح سمجھا جائیگا اور مباح اوسکو کہتے ہین جسکا
فعل و ترک مساوی ہو نہ کرنے مین ثواب اور نہ ترک کرنے مین عتاب پس مزدوری
مین صرف کرنا مباح ہوگا پھر اسمین ثواب کسیطرح نہین ہوسکتا پس مقدار اجرت
کے ثواب سے بیچارہ مرد میت محروم رہا کما لا یخفی علی اولی النہی ثالثا بیچارے فقرا
کو کہ اتنی دیر تک دفن میت کے انتظار مین قبر پر ٹھہرنا پڑتا ہے اگر وہ چیزین اونکو
پہلے ہی جلدی سے بلجاتین تو وہ اور دروازہ دیکھتے یا اپنا کوئی اور کاروبار کرتے
رابعا اور وہ مشترک الورود ہے خواہ صدقہ گورستان مین ہو یا گھر مین اور وہ یہہ
کہ لوگ جو کے صدقہ کرنے کو ضروری اور افضل سمجھتے ہین چنانچہ کیا غریب کیا امیر
سب کوئی جو ہی صدقہ کرتے ہین حالانکہ اور غلہ مثل گیہون چنا و ل کہ اس
دیار مین عام غذا ہو رہا ہے چنانچہ شرعا بھی اسکی افضلیت ثابت ہے دیکھو
صدقہ فطر مین ایک صاع جو کے بدلے نصف ہی صاع گیہون دینا ہوتا ہے اور یہ

غربا کو کوئے پیسے سے بھی کسیقدر بہ نسبت جو کے آسانی ہوتی ہے صدقہ نہیں دیتے
اگرچہ اہل بیت امیر ذی مقدور ہوں روپے صدقہ کریں مگر جو خیرات کرنا اونکو ضرور ہے پس
یہ تخصیص شیطانی نہیں تو اور کیا ہے خدا ہدایت کرے خاتمتاً یہہ ہر ایک اہل علم جانتا ہے
کہ صدقہ چھپا کر دینا علانیہ دینے سے افضل و اولیٰ ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے
کہ صدقہ اسطرح سے دے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہو پس غلہ وغیرہ کے قبرستان میں صدقہ
کرنیسے کہ سکوا علان و اظہار لازم ہو اور مظنہ ریا و سمعہ اوسمیں غالباً کم ہے حقیقتاً
صدقہ کرنا کیونکر افضل اور بوجہ مظنہ ریا ضروری اور واجب نہوگا علامہ ابن حجر حاج کے
ولا بأس بفعله للصدقة عن الميت للمتماحين والمفطرين لا للجمع عليه مالم يتخذ
ذلك شعارا زيتين بہ لان افعال القرب افضلها ما كان سرا انتہی اور اوسی میں ہے
الثاني ما فيه من الرياء والسمعة والمباهاة والفخر لان السنة في افعال القرب الاسرار
بها دون الجهر فهو اسلم والمشي بذلك امام الجنازة جهرا بين اظهر الصدقة
والرياء والمباهاة والفخر ولو تصدق بذلك في البيت سرا لكان عملا
صالحا لو سلم من البدعة اعني ان تتخذ ذلك سنة او عادة الخ پہر افضل کو
مفضول سمجھنا اور مردود کو مقبول جاننا مقتضای عقل سلیم سے منزلون دور ہے ہدانا
اللہ تعالیٰ و ایاہم بمنہ و کرمہ آمین **قولہ** ذی مقدور روپے آبی روغنی روٹیان الخ
اقول سنجمدان روٹیون کے ایک دہ روٹی ہے جسکو اصطلاح متدعین میں توشہ کی روٹی
کہتے ہیں اور اوسکو انہیں تخصیصات وغیرہ کیوجہ سے ہمارے فقہاء حنفیہ و دیگر اکابر
رحمہم اللہ تعالیٰ نے بدعت و ناجائز لکھا ہے علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں
لکھتے ہیں ذكر ابن الحاج في المدخل في الجزء الثاني ان من البدع القبيحة
ما يحملونه مع الجنازة من الخبز والحرفان ويسمون ذلك عشاء القبر فاذا وصلوا اليه يخرجوا
ذلك بعد الدفن ويفرقونه مع الخبز ذكر مثله المناوي في شرح الاربعين في حديث

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد قال ویسمون ذلک بالکفارۃ فانہ
بدعۃ مذمومۃ قال ابن امیر حاج ولو تصدق فی ذلک فی البیت سرا کان
عملا صالحا ولو سلم من البدعۃ اعنی ان یتخذ الناس سنۃ او عادۃ لانہ
لم یکن من فعل من مضی والخیر کلہ فی اتباعھم انتہی پس اس دیار مین اگرچہ ذبح
کرنیکا طریقہ جاری نہین مگر فقط توشہ کی روٹی بہی بدعت ہے اوسطرح کہ اسکے بدعۃ ہونیکی
دونون وجہین جنکو علامہ ابن امیر حاج رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہین اسمین پائی جاتی ہین
یعنی لوگ اوسکو ضرور کرتے ہین خواہ سنت سمجھکر کرتے ہون یا عادۃ پس یہہ بہی
ضرور بدعۃ ہوگی اور تقسیم روٹی کو ذی مقدورین کیساتہہ مخصوص کرنا صحیح نہین ہے
اسلئے کہ توشہ کی روٹی تو بہی لوگ میت کے سر کیطرف رکہکر قبرستان مین لیجاتے ہین
بلکہ جو لوگ اور غلہ وغیرہ کے صدقہ پر قادر نہین ہوتے اونپر بہی توشہ کی روٹی جو
ڈہائی یا دو آٹا یا کچہہ کم وبیش کی ہوتی ہے فرض بلکہ فوق الفرض ہے جیسا کہ اہل انصاف
دیانت پر مخفی نہین پہر کیا یہہ بدعت وشبہ بفضل جاہلیت نہین ہوسکتی اعاذنا اللہ من
ذلک ومن کل مہالک **قولہ** پہر روزانہ غلہ یا کہانا پکا پکایا اپنے استطاعت کے
موافق فقرا پر تقسیم کرتے ہین **اقول** فلاں روزانہ صدقہ کرنا تو مجہی معلوم نہین شاید
کہین ایسا کرتے ہون ہمارے دیار مین تو یہہ معمول ہے کہ روز شام کیوقت بیچ صحن مین
مکان کے عورتین روٹی پکاکر وہہی ڈہائی یا دو آٹے کی اور طریقہ مسنونہ سے
یعنے مٹی کے لوٹے مین پانی بہرکر اور روٹی پر گڑ یا شکر رکہہ کر اوسی لوٹے پر رکہکر فاتحہ کرکے
فقرا یا حافظ روحی کو جالیس روز تک دیا کرتی ہین پہر یہہ احداث فی الدین نہین تو
کیا ہی خدا ہدایت کرے **قولہ** کئی دن کچہہ لوگ الخ **اقول** اس تجہہ کا حال
مع کیفیت قرآن خوانی وغیرہ آگے معلوم ہوگا فانتظرن المنتظرین **قولہ** یہ قرآن خوانی
اوس وقت تک ہوتی ہے جب تک اوسکے ورثا خیال کرتے ہین کہ لوگ نیارہ نہین

نہین گذرتا ہو **اقول** بعض مزاح لوگ سمجھ گئے ہونگے کہ یہہ قول مولف کا کہان تک صحیح ہے **قولہ** کبھی حاضرین کو پان تقسیم ہوتا ہے کبھی خوشبو اور مٹھائی سامنے لائی جاتی ہے عام ازین کہ کوئی لے یا نہ لے **اقول** ناظرین پر دیانت مولف کی پوشیدہ نرہے کہ مولف صاحب ان امور کو اسطرح ذکر کرتے ہین گویا یہہ سب چیزین لوازمات سے اس مجلس تیجہ وچہارم کے سمجھی جاتی ہون بلکہ بحسب عادت مستمرہ کہ جب کوئی مہمان وغیرہ آجاتے ہین تو اونکے آگے پان وغیرہ رکھا جاتا ہی کما ہو المتعارف حاشا وکلا یہہ ہرگز نہین بلکہ پان پھول وغیرہ بہیئت متعارفہ جسکو ہم آگے ذکر کرینگے لوازمات وضروریات سے مجلس سوم چہارم کے سمجھے جاتے ہین اور اذکو ہر ایک مبتدع کیا امیر کیا غریب ضرور اپنی یہان تیجہ چہارم ملین لایا کرتا ہو اور ہونا صندل وپھول وپان کا حسب مقدور اپنے ضروری کا لفرض بلکہ فوق الفرض جانتا ہو اور ہرگز انمین تخلف نہین ہوتا پس بحر ضلالت اور کیا ہے کما سیجی بتفصیلہ انشاء اللہ تعالی اور یہہ مٹھائی جسکا مولف نے ذکر کیا وہ قل کی مٹھائی ہی پھر وہ تو ترک ہی ہوتی ہی اوسکو نہ لینے کا کیا ہی اور یہ تقسیم پان وغیرہ اگرچہ بطور دعوت ہی ہی تو اسکی کیا وجہ ہے کہ یہہ سب چیزین وہ گھنٹے پہلے سے لاکر رکھدیجائین کہ کھاکر اوٹھ کے انتعال کی اجازت نہو جب قل وغیرہ سے فراغت پائین اوسوقت وہ سب تقسیم کیجاوین اگرچہ پہلے سے بچارے حاضرین کی انکی طرف ٹکٹکی بندہی ہو ہان اسمین نفع تو ہے کہ اگر وہ پان چنے وغیرہ پہلے ہی لوگون کو دیدے جائین تو وہان قل وغیرہ پڑھنے کو کون ٹہرتا ہی لیا اور رفو چکر ہو گئے الا ماشاء اللہ **قولہ** ایصال ثواب مین ان ایام کی اسوجہ سے تخصیص نہین کیجاتی الخ **اقول** افسوس شاید مولف نے اپنے زعم کے موافق یہہ حکم عام کردیا اگرچہ جہانتک مین سمجھتا ہون حقیقۃ الامر یہہ ہے کہ اگرچہ خواص معتقدین سے بھی یہہ بات کبھی جاوے کہ اگر تم اوسکو ضروری نہین جانتے تو کبھی خلاف اس رسم کے بھی کرو ہرگز نہ کرینگے یہ سب اونکی سخن پردازی وحیلہ سازی

حیلہ سازی ہو ہمارا اللہ تعالیٰ وایاہم بمنہ وکرمہ علاوہ اوسکے جب مواظبت و مداومۃ
فعل مستحب کی بھی ممنوع ہو اگرچہ اوسکے محبوب کا اعتقاد نہو کما مر فی المقدمۃ تو ان امور
محدثہ کا التزام کیونکر نہ برا ہوگا مزید برین بالفرض اگر اسوجہ سے ان ایام کی تخصیص
نہین کیجاتی ہو تو یہ ایام اور دنون سے افضل ہین مگر اس تخصیص مین ابہام تفضیل تو
صرور ہے اور یہ ثبوت کراہۃ کے لئے کافی ہے صاحب مجمع الانہر لکھتے ہین لکن الظاھر
ان المداومۃ مکروہۃ مطلقا لان دلیل الکراھۃ لم یفصل وھو ایھاما التفضیل وھو
الباقی انتہی پس مکروہ کو مستحب یا مباح سمجھنا خروج عن الحدود الشرعیہ ہو والاصرار علی المکروہ
مفض الی التحریم کما لا یخفی **قولہ** تعزیت تین دن تک کیجاتی ہو اوسکے بعد تعزیت مکروہ
ہو **اقول** اپنے عذر گناہ بدتر از گناہ خیر کسی طرح کی لنگڑی لولی توجیہ اہل تثلیث کی تو کردی
مگر اونکے بہائی چہارم کرنے والونکی بھی اگر کچھ بات بن جاتی تو اون پر بڑا احسان ہوتا
مگر کیا کیجئے ضعف الطالب والمطلوب اور سنئے اگر تیجہ کی یہ وجوہات مسلم بھی ہون تو بتلائیے
خاص دسوین بیسوین دن کی خصوصیت کو جہ سے ہو ششماہی کی کیا وجہ ہے خیر
چالیسوین دن کی تخصیص تو آپ لوگ اسوجہ سے کرتے ہین کہ اوسدن منافق کی
آزمایش تمام ہوتی ہے کما سبجئی عن المصنف لاحول ولاقوۃ الا باللہ پھر ہم پوچھتے ہین
کہ تعزیت کے لئے فقرا آتے ہین یا اقربا، پھر اونکے لئے تخصیص کی کیا دلیل ہے
واقعی امر تو یہ ہے کہ جو باطل کو حق ثابت کرنا چاہتا ہے اوسکی عقل ماری جاتی
ہے زرقنا اللہ تعالیٰ عقلا سلیما وفہما مستقیما بلطفہ وبجاہ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
امین **قولہ** تیسرا دن تعزیت کا اخیر دن ہے اسدن اسلئے تعزیت کیجاتی ہے
تاکہ باقی لوگ بھی شریک ہون **اقول** یہ قول مؤلف کا بالکل سقط ہو اہل علم جانتے ہین
کہ تعزیت مسنونہ اول دفعہ ہے دوبار تعزیت کرنی مکروہ ہو فی الدر المختار وتکرہ
التعزیۃ ثانیا وعند القبر وعند باب الدار یعنی مکروہ ہو تعزیت کرنی دوسری مرتبہ

اور قبر کے پاس اور دروازہ پر گھر کے پھر اکثر جگہ ہیں وہ لوگ جمع ہوتے ہیں جو اوسی
بستی اور محلہ یا اوسکے قرب وجوار کے ہیں اور وہ خبارہ وغیرہ میں بھی میت
کے شریک ہوئے تھے چنانچہ اس جگہ خود مولف صاحب لکھتے ہیں (دوسرے دن
بھی اہل مصیبت کے بعض احباب آتے ہیں اور ادائے تعزیت کرتے ہیں خصوصا
ایسے لوگ جنہیں بوقت وقوع واقعہ اسکی اطلاع نہوئی) پس اگر دوسرے دن یا تیسرے
وہی لوگ آتے ہیں جنہوں نے پہلے اسکے تعزیت نہیں کی اور اہل میت کے یہاں نہیں
آئے تو پھر خصوصا کیا ہی پس جب ایکبار تعزیت کر چکے پھر اونکو تیسرے دن الخ خصوصا
بنظر تعزیت کیا ضرور ہے علاوہ اسکے تعزیت کے لئے بلانا تو صحیح نہیں ہے پھر تجہیز
میں تقسیم رقعہ ہوتا ہی یا زبانی بلائے جاتے ہیں تب لوگ جمع ہوتے ہیں اور آتے ہیں
اگر بلائے نہ جائیں تو ہرگز نہ آئیں الا ماشاء اللہ بلکہ اولیٰ اور شکایت ہونے
لگتی ہے کہ دیکھو ہمکو نہ بلایا جیسا کہ ہمارے اہل عصر حق پسند پر مخفی نہیں ہوگا پھر ہم کو جسنے
ہیں کہ تعزیت کیلئے تجہیز کرنیکے کیا معنے ہیں تعزیت تو ایک امر مسنون ہی جسکا جی چاہے
تعزیت کو آئے اوسکے لئے اہتمام کیسا کہ مجمع کیا جاوے اور بہت سے امور غیر مشروعہ
کے مرتکب ہوں نعوذ باللہ من ذلک شیخ دہلوی مدارج النبوہ میں لکھتے ہیں نعم مباح
تعزیت اہل میت وجمع وتسلیہ وصبر فرمودن انسان راست مستحب ست اما این اجتماع
مخصوص بروز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بسوء میت از حق بنای بدعت آنست
وحرام ست انتہی اور جو لوگ غائب ہیں اونکے لئے تیسرے دن کی خصوصیت ہے وہ جب آئیں
اونکو تعزیت کرنی مکروہ نہیں ہی درمختار میں ہی وتکرہ بعدھا الا الغائب یعنے تعزیت
تین دن کے بعد مکروہ ہی مگر غائب کے لئے نہیں فتدبر وتشکر **قولہ** اس مجلس سے
تین فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ تعزیت جو امر مستحب ہے **اقول** جس
طریقہ مسنونہ کے ساتھ تعزیت کہی جاتی ہے اوسکا حال معلوم ہو چکا

معلوم ہوچکا تکرار کی حاجت نہین **قولہ** دوسرا فائدہ زیارت قبر جو سنت ہی
اقول اگر مولف کا مقصود یہ ہی کہ تیسرے روز زیارت قبر مسنون ہی تو یہ سراسر
غلط ہی اور اگر یہ ہو کہ تعزیت مقصود ہی و فضیلت زیارت بھی تبعًا حاصل ہوجاتی ہی
تو اب جاننا چاہیئے کہ تعزیت کرنی قبر کے پاس خود ممنوع و مکروہ ہی جیسا کہ
مسلوم ہوچکا علاوہ اسکے یہ حیلہ خیر کسیقدر جہلا کے نزدیک وہان مفید ہوگا
جہان قبر پر نتجہ کیا جاے والا فہذا القول مردود علی قائلہ **قولہ** پہلے آسانی یہ
ہے کہ فقرا ان تاریخون کے معین ہونیسے اکٹھے ملجاتے ہین **اقول** ہرگز نہین
البتہ یہ نفع اوسوقت متصور تہا کہ جب پورا دسوان بیسوان چالیسوان روز
بلا کم و بیش متعین ہوتا اور ہر یک اونہین دنون مین بلا اختلاف اطعام
فقرا کیا کرتا اور یہ ہرگز نہین بلکہ مبتدعین ہمارے اللہ کا یہ مسئلہ ہے کہ بستم و چہلم
وغیرہ کچھہ کم دنون مین ہونا چاہیئے عورتونکا اتنے دن اور مردونکا اتنے دن میں
الغرض کوئی تاریخ معین نہین ہے کسی نے کوئی دن کیا کسی نے کسی دن ہان
نتیجہ چہارم تیسرے چوتہے روز ضرور ہوتا ہے پھر چہلم وغیرہ کے لئے ایکدن
مقرر کرکے مگر اوسی قاعدہ مبتدعانہ سے کہ پینتالیس روز سے اومثل فلک
چہلم پڑنے نہ پاوے فقرا و دیگر احباب و اقارب کو خبر دیجاتی ہے تب وہ
جمع ہوتے ہین تو کیا اگر کوئی شخص خلاف قاعدہ مبتدعین کے فقرا کو خبر دیگا وہ
جمع نہونگے بیچارے غربا و مساکین کو کیا جب کہدو تب ہی آبیٹہین اونکو تو
پیٹ بہرنے سے کام - علاوہ اسکے اگر یہہ قول مصنف کا مان بھی لیا جاے
تو جاننا چاہیئے کہ ہر شخص اطعام فقرا و مساکین اپنی اپنی قدرت و استطاعت کے
موافق کیا کرتا ہے اور یہ بات کہ اہل میت کتنے فقیرون کو کہلائینگے اسکا
معلوم ہونا اہل میت کے بیان پر موقوف ہی جتنے کو وہ کہلانا چاہتے ہین اوسقدر

فقرا کو آنیکی اجازت دیجاتی ہے اور یہ امر کیف ما اتفق جسقدر فقرا اکٹھے ہوجایا کرین
اہل بیت اون سب کو کہلائین عموماً ممکن نہین پس تعین اشخاص جب ضروری
ہوئی تو تعین ایام نے کیا نفع دیا وہی وقت تو اب بھی باقی رہی جیسا کہ اہل انصاف
پر مخفی نہین ہے خدا ہر مسلمان کو عقل سلیم عطا فرمائے اور امور محدثہ سے کہ مثل
باعث ضلالت ہین بچائے ۔ بحرمۃ حبیبہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
اجمعین آمین **قولہ** دوسری آسانی یہ ہے کہ کبھی روزانہ پکانے مین دقت
ہوتی ہے **اقول** آپ کو روزانہ پکانے کون کہتا ہے آپ ایک ہی روز پکائے
اور تمام فقرا کو خوب کہلائے مگر ہان طریقہ مبتدعین کو دخل نہ دیجئے اور مبتدعین
کو تو ہر جگہہ دقت ہی دقت ہے ہمین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے
ان هذا الدين يسر پھر دین مین دقت وسختی کیسی جب چاہو فقرا کو کہلاؤ اپنی
یہ دین آسان ہے ۱۲
مقدور کے موافق میت کو ثواب پہونچاؤ مگر ثواب کے امید مین خود مستحق عذاب نہ بن جاؤ
خدا اور رسول نے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہمپر یہ لازم نہین کیا ہے کہ تم تیجہ وچہلم وبرسی
وبرسی وغیرہ کرو کہ یہ سب من تلقاء نفسہ ہین **وان النفس لامارة بالسوء**
قولہ چالیسوین کو فی الجملہ اس وجہ سے زیادہ اہتمام کرتے ہین کہ چالیسوین کے بعد
سے مردہ کا تعلق گھر سے کم ہوجاتا ہے **اقول** بیچاری روح گھر مین کم نہ آئے تو
کیا کرے پہلے تو اس خوشی مین کہ میرے اہل میرے لئے خوب صدقہ کرتے ہین آیا
کرتی ہے اور جب چالیسوین مین جھاڑو مار کر نکال دی جاتی ہے تو پھر وہی آئے
جو بیچارہ ہو اور روح نکالنے کا طریقہ مبتدعین مین متعارف ہے کما لایخفی نعوذ باللہ
من شرور انفسنا ومن سئیات اعمالنا **قولہ** سوا اسکے چالیسوان
ایسا روز ہے جسپر مردہ کی آزمایش ختم ہوجاتی ہے **اقول** واہ حضرت
کیا ابھی تک وہ عبارت جسکو آپنے صفحہ ۵۲ مین ذکر کیا ہے نظر سے نہین

نہین گذری ہے فاما المومن فیفتن سبعا واما المنافق فیفتن اربعین صباحا
جو اس بات پر نص صریح ہے کہ چالیسوین روز منافق کی آزمایش تمام ہوتی ہے
اور مومن کی ساتوین ہی دن خلاصی ہوجاتی ہے چنانچہ صفحہ ۱۰ مین ہی خود آپ
یہ لکھتے ہین (بلکہ اصل منشاء یہ ہے کہ اموات مومنین کو قبر مین سات دن
تک اور منافقین کو چالیس دن تک سوال ملائکہ سے امن نہین رہتا انتہی)
اور اگر اوسکو دیکھہ چکے ہین تو کیا اپنے مردون کو منافق سمجھکر چالیسوین روز
زیادہ ایصال ثواب کے ضروری ہونے کے آپ لوگ قائل ہوگئے ہین
نعوذ باللہ من ذلک افسوس اگر آپ چالیسوان نہ کرتے تو اس سے اچھا تھا
کہ آپ بیچارے اموات مومنین کو منافق قرار دین لاحول ولا قوۃ الا باللہ
قولہ غرض چالیس روز تک مردے گھر کے مشتاق ہوکر آتے ہین **اقول**
عبارت شرح برزخ کی خود تو یہ نقل کرتے ہین فان المیت یشوق الی البیت
اور اوسکا ترجمہ بھی خود ہی یہ کرتے ہین (کہ میت اپنے گھر کے مشتاق رہتے
ہین اور اب خود غرضی سے یہ کہنے لگے کہ مردے گھر آتے ہین کہان نفس اشتیاق
اور کہان آنا ع یہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا × مشتاق رہنے کو
کیا ضرور ہی کہ وہ آتے بھی ہون نہ آسکین تو کیا کرین بلکہ حیادار روح جسکو
چہلم کی جہاڑو کا ڈر ہوگا ہرگز نہ آتی ہوگی اب واضح ہوکہ وہ روایات کہ جنسے آنا ارواح
کا گھرون مین ثابت ہوتا ہے بالکل موضوع و باطل ہین علامہ علی قاری حنفی
علیہ الرحمہ موضوعات کبیر مین کس شد و مد سے لکھتے ہین حدیث ان
المیت یری الناس فی بیتہ سبعۃ ایام قال البیہقی فی مناقب احمد
سئل عنہ احمد فقال باطل لا اصل لہ قال السخاوی وینظر معناہ قال
النووی فی متنہ کلام مظلم وواضعہ مجرم قبحہ اللہ من وضعہ وکلا برد مضجعہ انتہی

پس باوجود تصریحات ائمہ کرام رحمہم اللہ کے یہ روایتیں کیونکر مقبول و قابل تسلیم ہو سکتی ہین خدا سمجھ دے **قولہ** مرگیا مردود نہ فاتحہ نہ درود **اقول** دشنام بد ہے کہ طاعت باشد۔ مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم، جناب مولف صاحب کیا آپ کو یہ حدیث معلوم نہین **المومن لیس بلعان** یعنے مؤمن لعنت کرنیوالا نہین ہوتا آپ ہی انصاف کرین کہ ایصال ثواب تو اہل میت وغیرہ نے نہین کیا وہ غریب دوسرون کے باعث ملعون کیون ہونے لگا گرچہ ورثا میت پر بھی ایصال ثواب ضروری نہین اسلئے کہ اختیار کیجانیسے نفس تبرع احسان ہے اور تارک اسکا ملعون و مردود عند الشرع نہین ہوتا بہرکیف یہ مولف کی کتنی بڑی جرات ہے کہ خدا جانے کتنے مسلمانون کو از آدم تا ایندم کہ جنکو نماز جنازہ تک میسر نہین ہوئی اور فاتحہ درود کہان ملعون و مردود کہدیا اور کچھ بھی خدا سے نہ ڈرے نعوذ باللہ من ذالک خدا اوسکو ہدایت کرے **قولہ** اس گورستان کی مسجد مین جسمین وہ میت مدفون ہے اسلئے بعض لوگ تبرع کرتے ہین یا خیرات دیتے ہین کہ روح کو جسد سے خاص تعلق ہوتا ہے **اقول** ہمکو کچھ محصل کلام معلوم نہین ہوتا اگر قائل کا یہ مطلب ہے کہ قبر کے نزدیک خیرات کرنیسے ثواب زائد ملتا ہے یا جلد پہونچتا ہے تو یہ باطل ہے اسلئے کہ زیادتی ثواب وغیرہ امر توقیفی ہین جبتک احادیث بنویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ سے ثابت نہونگے یہ حکم لگانا صحیح نہوگا ومن ادعی فعلیہ البیان۔ مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمہ آیہ کریمہ واعلم ان مبتدون وما کنتم یکتمون کے تفسیر مین ملائکہ کے افعال کی تفصیل فرماتے ہین و رسانیدن ثواب و ہدایا از زندگان بمردگان الخ اور صفحہ ۱۰ مین خود مولف نے حدیث طبرانی کی نقل کی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ثواب پہونچاتے ہین پس جب وصول ثواب بذریعہ ملائکہ ہوتا ہے پس کیا فرشتون کو گھر سے ثواب کے لیجانے مین دیر ہوجائیگی

ہوجائیگی جب بزرگون کی ارواح کو سولف کے نزدیک بعد مکانی مانع نہین ہوتا قرب و
بعد انکے نزدیک یکسان ہے تو فرشتونکو کیا اتنا قطع مسافت دشوار ہوگا یا عمل
تاخیر ہوگا **قولہ** ہم اس تقریر کے نسبت یہ نہین کہہ سکتے کہ کہان تک صحیح ہے
اقول آپ کیونکر کہہ سکتے ہین آخر صحیح و سقیم مین تفرقہ کے لئے بھی عقل و علم
درکار ہے **قولہ** جو کہانا کہلایا جاتا ہے وہ ہمیشہ صدقہ سمجھا جاتا ہے **اقول**
خواہ وہ بہ نیت تقرب ہو یا نہو اور اگرچہ بطور رسم و ریا و رسم و رواج و موقع بموقع
کہلایا جائے اچھی تعمیم ہے **قولہ** چونکہ خیر القرون سے لوگ عادی ہو رہے ہین
اور اسکا عام رواج ہو رہا ہے **اقول** افسوس آخر خیالات مبتدعانہ نے یہ دن
دیکھلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالی
عنہم پر بھی افترا و بہتان ہونے لگے انا للہ و انا الیہ راجعون بھلا خیر القرون مین
یہ طریقے صدقات کے جیسے تیجہ چہارم بستم چہلم وغیرہ کہان تھے اور مطلق
صدقہ کا بغیر تقیید ایام مخصوصہ و ہیئات مختصہ مروجہ کے کون شخص منکر ہے
من ادعی فعلیہ البیان اور اگر اس اعتبار سے خیر القرون مین ہونا تیجہ دسوان وغیرہ
کا ثابت کیا گیا ہو کہ تیجہ دسوان چہلم ماہی برسی وغیرہ جیسے آجکل کے کفار ہنود
کیا کرتے ہین اور اصل مین یہ طریقے اونکے یہان کے ہین جیسا کہ تحفہ الہند
سے صاف ظاہر ہے تو اوسوقت کے کفار بھی ایسا کرتے ہونگے پس خیر القرون
مین ہونا تیجہ وغیرہ کا ثابت ہوگیا تو یہ استدلال سولف ہی کو مبارک **قولہ**
بلکہ اسوجہ سے تعریف ہوتی ہے کہ اوسنے مردے کو ثواب پہونچایا اور منکرین کا
کہانہ مانا **اقول** جی ہان مردہ بہشت مین جائے یا دوزخ مین آپکو حلوا کہانیسے
کام - اتنی بات نہ بنائینگے تو عوام جہان دام تزویر مین کیونکر آئینگے آپ تو
لکھتے ہی آتے ہین کہ اغنیا کو صدقہ اموات کا کہانا حرام نہین فضلا و صلحا

کو مکروہ و ممنوع نہین پہر تو آپ مولویصاحب ہی ٹہرے آپکی دعوت تیجہ و چہلم
وغیرہ مین عوام مبتدعین سب سے پہلے کیون نہ کرینگے صدق رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ وسلم حب الدنیا راس کل خطیئۃ **قولہ** اگر کوئی غنی
کہانا ملنے سے شکایت کرتا ہے تو بیجا نہین ہے **اقول** بیشک ہل جزاء
الاحسان الا الاحسان جب غنی نے لوگون کو کہلایا یہو پہر کیا معنی کہ کہانا ہوا کے
اوسکو نہ کہلائین اگر ایسا نہو تو برادری کیسی **قولہ** اگر کوئی غنی صدقہ
کے نام سے ناخوش ہوتا ہے تو اوسکی وجہ یہہ ہے کہ اوس سے یہ کہا جاتا ہے
کہ صدقہ فرض ہے یا وہ اوسے صدقہ فرض خیال کرتا ہے **اقول**
جب یہ عام رواج ہے کہ لوگ کہانا میت کا غنیا اور فقرا سبہون کو کہلایا
کرتے ہین اور اس اطعام طعام کو حسب زعم مولف کے کوئی واجب
و فرض نہین جانتا ہے چنانچہ صفحہ ۱۳ مین لکہتے ہین (غرض کوئی
شخص اسے واجب نہین خیال کرتا) تو پہر کہلانے والا اوسکو واجب
کیون کہنے لگا اور وہ غنی اوسکو صدقہ واجبہ سے کیون سمجہنے لگا
فی الحقیقۃ دروغ کو فروغ کہان **قولہ** یا یہ کہانا بطور صدقہ اونکے
پاس نہین بہیجا جاتا ہے بلکہ بطور ضیافت کے نیت کرلیجاتی ہے **اقول**
آج ثبوت اس مسئلہ کا الکذوب قد یصدق × عین الیقین
کو پہونچگیا واللہ متم نورہ ولو کرہ المنکرون۔
خدا حق بات کبہی اوسکے منکر سے بہی کہلا دیتا ہے دیکہو
یہی تو منشاء نزاع ہے کہ اس زمانہ مین مبتدعین تیجہ چہارم دہم
بستم وغیرہ مین لوگون کو بطور ضیافت کہلاتے ہین اور بطور نمایش
و سمعہ اونکی دعوتین کرتے ہین بستم مین حلوا روٹی تمام برادری و

وغیرہ برادری مین دور دور تقسیم کیجاتی ہے اور چہلم مین رقعہ گردانی ہوتی ہے
لوگ بلائے جاتے ہین اوسکو مولف صاحب کیا یہ کہینگے کہ تعزیت کے
لئے بلائے جاتے ہین یہ عجیب تعزیت ہے کہ بلا بلا کے تعزیت کرائین اور
چہلم مین کچھ قرآن وغیرہ بھی نہین پڑہا جاتا کہ اسکا بھی کچھ بہانہ ہوتا لوگ
آئے اور کھانا کھا کر چلے گئے حالانکہ عدم جواز دعوت تحریر سے فقہاء کرام
رحمہم اللہ کے جنکو مولف صاحب آگے خود نقل کرتے ہین صریح معلوم ہوتا ہے
فتح القدیر مین ہے ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت لانہ مشروع
فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ اور قاضیخان مین ہے
ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تاسف الخ
فتاوی بزازیہ مین ہے ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث
وبعد الاسبوع الخ الی غیر ذلک پھر باوجود اقرار کے انکار کرنا طریقہ
اہل ایمان نہین المرء یؤخذ باقرارہ اپ نے جب اس کہانے کو جو غنیا
وبرادری کو کھلاتے ہین بطور ضیافت قرار دیا تو اس بات کے قائل ہوگئے
کہ یہ طریقہ مروجہ بالکل رسم ورواج ہے اب واضح ہو کہ اون کہانون کا
کہانا بھی مکروہ ہے جامع الرموز مین ہے ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذہ الایام
کذا اکلھا کما فی ذخیرۃ الفتاوی فافہم واتقوا واستقموا والانصاف لا التعسف قولہ اگر نقد کی
تعداد قلیل ہے تو وہ اس قابل نہین کہ فقراوس سے کچھ خرید کے پیٹ بھرے اقول بھلا جب
کہانا تھوڑا ہو اوس وقت کیونکر پیٹ بھریگا ذرا انصاف تو کیجئے
قولہ اگر تعداد کافی ہے تو بجنیل بھوکے رہتے ہین
مگر روپے جمع کرتے ہین الخ اقول دینا لینا تو برطرف
ہے مصنف صاحب نے اپنے اس حسن ظن کا ثواب تو لے لیا

ع ۷ مکروہ ہے ضیافت ایام مصیبت مین اسلئے کہ وہ غیر مسنون ہین

ع ۸ مکروہ ہے پہلا کھانا کہ اکثر دن اور تیسرے دن اور ہفتہ کے اور برس کے

ع ۹ مکروہ ہے ضیافت غیر کے دنون مین اور اسطرح کہانا اور سکا

نعوذ باللہ من سوء الظن بالغرض اگر وہ روپے جمع کرتے ہین اور زکوۃ نہین دیتے
تو اسکا مواخذہ اوسے ہوگا صدقہ کرنے والے نے جب محتاج مسکین سمجھکر اوسکو
دیا تو ضرور وہ مثاب ہوگا اور بیشک اوسکو ثواب ملیگا کیا آپ کو وہ حدیث
بخاری کی کہ ایک شخص نے زانیہ اور غنی اور سارق کو نادانستگی سے صدقہ
دیا تہا اور پہر وہ صدقہ اوسکا مقبول ہوا معلوم نہین - دوسرے یہ مسئلہ فقہ
بہی ہے کہ اگر غنی کو مصرف زکوۃ سمجھکر زکوۃ دیدیا اور پہر اوسکا غنی ہونا معلوم ہوگیا
تو زکوۃ ادا ہوجاتی ہے پہر کہو اس زکوۃ کا ثواب دینے والے کو ہوا یا نہین
اور جمع کرنیوالے بہی کہین سو دو سو مین ایک ہونگے پہر ایک دو پر تمام لوگونکو
قیاس کرلینا قیاس شیطانی ہے اعاذنا باللہ من ذلک **قولہ** بلکہ غالبًا
طعن کا منشا یہ ہوتا ہے کہ کہانا کہلانے مین عام فائدہ ہے **اقول** یہ
مولف کی کمال ذکاوت ہی یہ بات تو ہر ایک شخص جانتا ہے کہ نقد دینا اچہا ہے
اسلئے کہ مختلف حاجتین اس سے پوری ہوسکتی ہین بخلاف کہانیکے کہ اوس سے
سوائے پیٹ بہرنے کے اور کیا متصور ہے ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۔ اور اگر عام فایدہ سے مراد اونکی یہ ہے کہ کہانیکی ہر ایک شخص کو ضرورت
ہوتی ہے بخلاف کپڑے وغیرہ کے کہ بعض اوقات مین کسیکو اوسکی ضرورت
نہین ہوتی تو ہم کہینگے کہ اس صورت مین بہی روپے پیسے کا دینا افضل و
اولی ہے وبنظر مخالفت رسم و بدعت واجب و ضروری اسلئے کہ جب آدمی
کے پاس روپیہ ہو تو کس چیز کی کمی ہے **قولہ** تعین ایام مین زیادہ غرض دنیاوی
ہے جسکا ذکر مین نے کیا **اقول** اہل فہم و دیانت سمجہہ گئے ہونگے اور آیندہ
انشاء اللہ یقین کرلینگے کہ اس تعین ایام وغیرہ سے ہرگز کوئی ضرورت دنیاوی
بہی متعلق نہین بلکہ کچہہ سبب تعین کی یہ محض حیلہ پردازی ہے خدا ہمکو اونکو ہدایت کرے

ہدایت کرے بلکہ یہ تخصیصات اب درجہ حرمت کو پہونچ گئی ہین اسلئے کہ التزام واہتمام واصرار سے مباح بھی حرام ہوتا ہے اور شدت اہتمام ان امور کا اہل بصیرت پر مخفی نہین ہے اگر کوئی تمام فرائض شرعیہ کو چھوڑ دے کسیکو کچھ خیال بھی نہین ہوتا اور نہ اوس سے کبھی دل کڑھتا ہے اور اگر کہین کسی نے ان بدعات کو چھوڑ دیا تو دیکھو پھر کیسا ہدف تیر ملامت ہوتا ہی اور وہابیہ وغیرہ کا خطاب پاتا ہی صاحب مرقاۃ صوم روز شنبہ کے نسبت لکھتے ہین او النہی عنہ لشدۃ الاھتمام والعنایۃ بہ حتی کانہ ندب الیہ ولجا کما تفعلہ الیھود قلت فعلی ھذا النہی للتحریم انتہی اور کانہ کا لفظ صاف کہہ رہا ہے کہ حرمت کی وجہ اعتقاد وجوب نہین بلکہ شدت اہتمام والتزام ہے فاستقم واللہ الموفق **قولہ** یا خامۃً انہین ایام مین زیادہ ثواب پہونچتا ہے یہ تراش خراش من تلقاء نفسہ ہے **اقول** اس بے تکی کا جواب یہی ہے کہ ہم بھی کہدین کہ مولف کی یہ تراش خراش من تلقاء نفسہ ہے **قولہ** بلکہ اصل منشا یہ ہے کہ اموات مومنین کو قبر مین سات روز تک اور منافقین کو چالیس روز تک سوال ملائکہ سے امن نہین رہتا **اقول** یہ عموماً غلط ہے لما سیجی تحقیقہ انشاء اللہ تعالی **قولہ** اگر اس لحاظ سے روز سوم کی تعین کیجاوے کہ اسی دن اعمال خیر کرنا روا ہے اسکے سوا دوسرے روز جائز نہین الخ **اقول** جب تعین وتقید اوس چیز کی جو شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے مطلقاً ثابت ہوئی ہو کیجائیگی اور اوسکا التزام کیا جائیگا وہ اگرچہ بحیثیت اطلاق سنت ہو بحیثیت تقیدی سے بدعت ہو جائیگی زیادت پر کچھ موقوف نہین نفس تقید باعث کراہت ضرور ہوگی کما مر فی المقدمۃ **قولہ** اور نفس تعین تو بدعت نہین **اقول** اگرچہ نفس تعین بدعت نہین اور بیشک تحقق کلی کیلئے مشخصات اور افراد کی ضرورت ہی مگر التزام اوس تعین اور فرد مستعین کا مثل دیگر بدعات ومکروہات کے کما مر تحقیقہ **قولہ** جب کلی عبادت ہوئی تو اوسکے

جمع اجزاء عبادت ہونگے اسلئے کہ تمام اجزا مین وہ کلی پایا جاتا ہے الخ **اقول** کلی کے
لوگون نے افراد و جزئیات تو سنے ہونگے مگر اس حدیث مین صدی مین اوسکے اجزا بھی
ہونے لگے کل اور کلی مین تفرقہ کا یہ حال اور اوسپر معقولی کہلانیکا شوق کمال ہا ایں ہمہ
جواب اسکا بالتفصیل تنبیہ پنجم مین گذر چکا فتنبہ والنظر ثمہ **قولہ** مولف صاحب
اصل کسی شے کی ہر اوقات مین مشروع ہوئی الخ **اقول** بات یہ ہے کہ مولف صاحب
نے اپنے اظہار قابلیت کے لئے یہان پر عبارت تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء مین کچھ
تغیر و تصرف کر کے نقل کر دی ہے۔ چنانچہ ناظرین تفریح الاذکیا پر مخفی نہوگا فافہم **قولہ**
پھر اگر روز سوم اس لحاظ سے تعین کیا جاے کہ سبب قرب اوقات موت کے سبب ظلمت قبر
و توحش و سوال ملائکہ کے موتے زیادہ تر محتاج ایصال ثواب ہین **اقول** یہ علت تو
اوسکو مقتضی تھی کہ اقرب اوقات موت مین جہانتک ہو سکے ایصال ثواب زائد کیا جاے
پھر پہلے دوسرے دن کو چھوڑ کر تیسرا چوتھا دن اختیار کرنا بہت بڑی حماقت ہے اور
اسیطرح پانچوین چھٹوین دن کے بدلے دسوین بیسوین چالیسوین دن ایصال ثواب
زائد کرنا محض جہالت و ضلالت **قولہ** دوسرا طریقہ اہل میت کا اپنے اعزا سے ایسے لوگونکو
جو دور یا قریب سے ایسے حادثہ مین شریک ہوے کہانا کہلانا **اقول** یہ صورت تھوڑی
تفصیل طلب ہے اسلئے کہ حضور اعزہ چند قسم پر ہے ایک تو وہ کہ لوگ خبر حادثہ کی سنکر
خاص نظر تعزیت غیر ایام معہودہ مین جیسے تجہیز و تہلیل وغیرہ کیف ما اتفق اہل میت کے یہان
آئین پس اسمین بھی جو لوگ کہ اوسی بستی یا اوسکے قرب و جوار کے ہون اونکو بعد ادائے
تعزیت چلے جانا چاہئے اور جو لوگ دور کے ہین اونکو اگر کہانا کہلائین تو کچھ مضائقہ نہین
اور دوسرے کہ لوگ ایام معہودہ مین آئین کما ہو المتعارف تو اونکو ہرگز کہانا نہ کہلانا
چاہئے خواہ وہ نزدیک کے رہنے والے ہون یا دور کے اور خواہ وہ اقارب
اہل میت سے اون یا اجانب اور اوس کہانیکا کہانا بھی اونکو مکروہ ہے چنانچہ

چنانچہ اقوال فقہاء کرام رحمہم اللہ صراحۃً اسپر دال ہین صاحب بدر منیر (جیسا کہ مؤلف صاحب صفحہ ۴۳ مین لکھتے ہین) تحریر فرماتے ہین قولہ بکرہ اتخاذ الطعام ای اتخاذ الطعام علی وجہ الضیافۃ للاقرباء والاحباء ممن یعمل حضورھم علی وجہ الاجتماع علی الطعام لا فی الصیاح والعروس الخ **قولہ** صفحہ ۱۳۳ طریقہ ثواب سمجھکر مزرگون کی ضیافت کرنی یہ طریقہ یہی ناجائز نہین ہے **اقول** طعام میت کا جب فضلا وصلحا کو کھانا مکروہ ہے کما صرح بہ فی نوادر الفتاوی تو فعل مکروہ کو ثواب سمجھنا بھی مبنی علی الحماقۃ ہے اور ہرگز اس حدیث سے استدلال صحیح نہین ہے کما سیجئی تفصیلہ انشاء اللہ تعالی **قولہ** صفحہ ۱۳۳ چوتھا قول فرش پر کھانا کہلایا جاتا ہے جو ناجائز ہے اسکا جواب یہ ہے **اقول** حضرت آپکے اس جواب کو رد کرنے والی خود وہ آپکی سلہ عبارت زیلعی ہے جسکو آپنے صفحہ ۴۳ مین مرقاۃ سے نقل کی ہے وقال الزیلعی ولا باس للمصیبۃ الی ثلاث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل المیت یعنے کہا زیلعی نے کہ بیٹھنا مصیبت کے لئے کچھ مضایقہ نہین اگر ارتکاب امور ممنوعہ کا نکیا جائے جیسے فرش بچھانا کھانیکا کہلانا اگر کسیکو یہ شبہ ہو کہ واو معیتہ پر دلالت نہین کرتا کما ہو مصرح فی التلویح تو فرش بچھا کر کھانا کہلانا کہان ممنوع ثابت ہوا تو ہم کہینگے کہ جب ہر واحد ممنوع ٹہرا تو مجموعہ انکا کیون جائز ہو جائیگا کما لایخفی پس اس عبارت سے زیلعی کے ایک کیا مانعین بدعۃ کا دو مطلب ثابت ہوگیا ایک تو یہ کہ ایام مصیبت مین فرش وغیرہ کا بچھانا بروجہ زینت ممنوع ہے اور دوسرا یہ کہ لوگونکو دعوت کرکے کہلانا بھی غیر مشروع ہے نعم ما قیل ؎ ہر کہ تف افکند بمہر منیر ریش او ہم بروبش فتد

تف تحقیر **قولہ** صفحہ ۱۳۳ چھٹا قول یہ امر مباح ہے جسے لوگ واجب یا سنت سمجھتے ہین **اقول** یعنے التزام اور مکمل فرائض و واجبات کے کرتے ہین بلکہ زائد اوس سے اور دیکھو جو لوگ ایک وقت کی نماز بھی نہین پڑہتے اونپر بھی تیجہ چہلم وغیرہ کرنا بہت

ضروری ہے بلکہ آدمی جسقدر ان بدعات کے ترک پر مطعون و ملام ہوتا ہے ہرگز اوسکا
عشر عشیر بھی ترک فرائض شرعیہ پر ملامت نہیں کیا جاتا بلکہ اوسکا تو ہم بھی لوگونکو
نہیں ہوتا کما لایخفی علی من لہ ادنی تمیز بصیرۃ۔ اگرچہ اعتقاد ایسا نہو مگر نفس التزام
مالایلزم سے بدعت و ناجائز ضرور رہوگا اور بعض اوقات مواظبۃ تو فعل مباح
کی بھی ممنوع و مکروہ ہو پس گرچہ تعیین ایام معینہ کی کسی وجہ سے شروع میں
مباح ہو مگر اب بوجہ مواظبت و التزام حسب تصریح فقہاء کرام بدعت و ممنوع ہے
درالمختار میں ہے الظاہر ان الجماعۃ فیہ (ای الوتر) غیر مستحبۃ لو
انکان ذلک احیانا کما فعل عمر رضی اللہ عنہ کان مباحا غیر مکروہ
وانکان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث انتہی
ہاں ایسی ایسی جگہون میں بعض جاہل جو یون کہا کرتے ہین کہ کراہت اسوقت ہے
کہ وہ مواظبۃ کرنوالے اوسکو سنت اور اوسکے غیر کو مکروہ جانتے ہون والا فلا
تو اون سے کہنا چاہئے کہ ذرا فہم مطالب کو راہ دو پہلا اگر ثبوت کراہت مواظبت
اسی عقیدہ پر موقوف ہوتا تو اول ہی مرتبہ یہ جماعت کیون ممنوع و ناجائز نہیں
ہوتی کما لایخفی علی من لہ قلب سلیم **قولہ** ساتوان قول الخ **اقول** اولا
یہ زبانی دعوی ہے اوسکی کوئی سند ہونی چاہئے بلکہ سباحۃ الفکر میں خود مولوی
عبدالحی صاحب مرحوم لکھتے ہین لو التزم جہرسورۃ او نحوھا فی موضع معین
التزاما لم یرد فی الشرع ربما خیف منہ ظن دوام لزومہ حتما کما فی کثیر من
التخصیصات الفاشیۃ فی لایخلوا عن کراھۃ انتہی پس غلبا یہ بہتان باعث خذلان
ہے کہو تو کہ تخصیصات فاشیہ اور کیا ہین اور ثانیا یہ امر بھی محقق ہوچکا ہے کہ قول کیسا
بلا دلیل حجت نہیں ہوتا اور یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ التزام کسی امر کا کہ سنجانب
شرع اوسکے التزام کے ہم مامور نہیں ممنوع و محظور ہے فکیف یکون قول

قول احد حجۃ لنا و علینا اذا کان مخالفا للاصول الشرعیۃ والفروع الفقہیۃ **قولہ** مردہ کا کھانا اگر دلکو مردہ کرتا ہو تو علماء فضلا کی کیا خصوصیت کسیکو کھانا چاہیئے **اقول** ہم پوچھتے ہین کہ صدقات جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوساخ الناس فرمایا ہے پھر وہ بنی ہاشم کو کیون جائز نہوے اور دوسرونکو جائز فما ہو جوابکم فھو جوابنا اور دوسرے اصل عبارت مسایل اربعین کی یہ ہے ودر نوادر القضائی آوردہ کہ اجابت کردن طعامیکہ از بہر مردہ ساختہ باشند مکروہ ست سہ روز وہفتہ و ماہیانہ و سالانہ وان طعام مر علما و فضلا را مکروہ ست الی اب کسی عقل والے سے پوچھو کہ آیا اس سے تخصیص اہل علم کی ثابت ہوتی ہے یا تعمیم البتہ فقرا کو لوجہ ضرورت شدید مکروہ نہوا ہان فقرا کو بھی بوجہ وغیرہ کا کھانا بوجہ اعانت بدعت کراہت سے خالی نہین ہے فتدبر **قولہ** سوا اسکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود دعوت قبول کی **اقول** ممکن ہو کہ یہ اباحت قبل از نہی ہو اور دوسرے جب یہ حدیث عاصم کی صحیح اور حدیث صحیح جریری کی محرم اور دونون مین تعارض واقع ہوا تو محرم کو مبیح پر ترجیح ہوگئی کما ہو مبرہن فی موضعہ اور ثالثا خصوص واقعہ کو عموم نہین ہوتا کما صرح بہ العلامۃ الشامی وغیرہ من الثقاۃ خصہم اللہ تعالی برفع الدرجات اور رابعا جب یہ بات ثابت ہی کہ صدقات مطلقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام تھے چنانچہ تلویح مین ہے (صفحہ ۳۲۳ کتبری) علی انہا کانت صدقۃ التطوع وھی لا تحرم الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ترجمہ مشکوۃ مین حضرت شیخ دہلوی (صفحہ ۲۲۲ ج ۲) لکھتے ہین وگفتہ اند کہ بر حضرت وی صلی اللہ علیہ وسلم مطلقا حرام ست چہ صدقہ واجب و چہ تطوع انتہی تو اب کیسی یہ بات تسلیم کیجاے کہ میت کا کھانا جو صدقہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہو اور یہ وجہ بھی شمہ خصوصیت ہے کما لا یخفی علی اولی النہی اور حق تو یہ ہے کہ حدیث عاصم و جریر مین کچھ تعارض ہی

نہیں ہے اسلئے کہ حدیث جریر رضی اللہ عنہ سے اوس کہانیکی کراہتہ مراد ہے جو بوجہ میت کے کہلایا جاتا ہے اور روایت عاصم سے یہ مقصود ہے کہ کوئی شخص اپنی عادت کے موافق کسی اپنے بزرگ معتقد علیہ کو بتر کا کہلایا کرتا ہے اور اتفاقاً اوسکے یہان کوئی حادثہ ہو گیا اور اوسنے بحسب عادت مستمرۂ بوجہ میت کے اپنے اوس بزرگ کو کہلایا ہو چنانچہ عبارت بدر منیر کی جسکو مصنف صاحب نے صفحہ ۳۳ مین نقل کی ہے شاہد حال ہے قولہ اتخاذ الضیافۃ ای اتخاذ الضیافۃ علی وجہ الضیافۃ للاقرباء و الاحباء من لم یعہد حضورھم علی وجہ الاجتماع علی الطعام الا فی الصیافات والعرس لا علی وجہ القربۃ للصالحین واولی الحاجۃ فلا یرد ما روی ان اھل میت صنع طعاما للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یوم مات المیت عنھم وان القربۃ مندوبۃ دائما فکیف یکرہ بعض الایام سیما ایام تذکر الموت وھو مما یدعو الی تکثیر القربات والفرق بین طعامین جلی معلوم مع قطع النظر عن النیۃ قولہ شرع آہ ای لانہ خارج عن مقتضی الحال فالانفاق المال فیہ تضییع واسراف فی غیر موضعہ قولہ الاجتماع الی اھل المیت ای لموتہ لا للدعوۃ اھل المیت ایاھم لتبرکھم او التقرب باطعامھم وصنعھم الطعام ای لاجتماعھم لموتہ واللہ تعالی اعلم انتھی وسیجئ مزید تحقیق فتدبر فیہ حق التدبر لینکشف لک حقیقۃ المرام وحقیقۃ ھذا الکلام **قولہ** نوادر الہشام کی عبارت جو لکھی گئی وہ بھی عجیب غریب ہے جو کہانا مردونکی روح کیواسطے طیار کیا گیا ہو اوسکے نسبت یہ نہین معلوم ہوتا کہ اسکو قبول کرنا مکروہ ہے **اقول** جب یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ طعام میت جس سے ایصال ثواب مقصود ہو فقرا کو کہانا مکروہ نہین بلکہ اصل اوسکے مصرف وہی لوگ ہین تو یہ بات خود ہی معلوم ہو گئی کہ حکم کراہتہ غیر فقرا کے لئے ہے مگر ہان عقل سلیم درکار ہے رزقنا اللہ تعالی وسائر المسلمین آمین قولہ

قولہ عموماً فتاوی کے نسبت جو یہ دعوی کیا گیا ہے کہ سب مین یہی لکھا ہے الخ **اقول** افسوس اگر مولف صاحب لفظ (سب معتبر فتاوون مین) کو دیکھہ لیتے تو شاید یہ اعتراض نہ کرتے اور دوسرے پہلا مولف نے کونسی مخالفت ثابت کردی کہ جسپر یہ زور شور ہے ہان منہ سے کہدینا تو آسان ہے

قولہ تخصیص و تعیین کو کچھہ دخل نہین یہ لغوڈھکوسلے ہین **اقول** یون تو ہم بھی کہہ دیسکتے ہین کہ یہ تعینات مستدعین کے لغوڈھکوسلے ہین جنکو خدا نے سمجھہ دی ہوگی وہ تحقیقات سابقہ سے سمجھہ گئے ہونگے کہ تعیین و تخصیص کو بہت کچھہ دخل ہے ہان ہمارے عقل ناقص کو کچھہ دخل نہین فتنہ ولاتکن من الغافلین

قولہ جامع البرکات کی عبارت جو لکھی گئی وہ بالکل ٹھیک ہی مگر جو کہا نامردون کیطرف سے اسطور سے پکایا جاوے کہ فقیر و غنیا دونون پر کہلایا جائیگا تو دونون قسم کے اشخاص افراد کو اوسکا کہانا درست ہی اور اوسکا ثواب مردونکو پہونچتا ہے (الے قولہ) اگرچہ فقیر کے کہلانیسے ثواب کم ہو الخ **اقول** جامع البرکات کی عبارت تو ٹھیک ہی پھر کہو یہ مگر کیا ہے اب اہل فہم و دیانت پر واضح ہو کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ جو اطعام اقارب و اغنیا کو ممنوع فرماتے ہین تو مراد اوس سے یہ ہے کہ غم کے دنون مین اہل میت کیوجہ سے اغنیا و برادری کو کہلائین اور یہ معنی نہین کہ کوئی شخص کسیکی ضیافت ہی نکرے پس صاحب جامع البرکات رحمہ اللہ نے جو عرسون کے کہانیکو کہ اغنیا کو بھی کہلایا جاتا ہے جائز فرمایا ہے فقہاء کرام رحمہم اللہ کے کچھہ معارض نہین اہل فہم کے نزدیک دونون کہانون مین بہت بڑا فرق ہے پھر جواز طعام عرس سے جواز طعام تیجہ و چہلم وغیرہ ثابت کرنا جہل یا بددیانتی ہے اور حدیث کل معروف صدقہ سے استحباب طعام اغنیاء تیجہ وغیرہ مین نکالنا صحیح نہین اسلئے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل میت کے ضیافت

اغنیا و اقارب کو نیاحۃ سے شمار فرماتے ہیں تو انکا کہلانا اہل مصیبت کو جائز ہی نہیں ہوگا
اور جب شرعاً اونکا کہلانا ممنوع ہوا تو پھر ثواب کیسے ہوگا اور ہر معروف صدقہ اذ سیوقت
مین ہے کہ اپنے محل مین کیا جاوے ورنہ محنت برباد گناہ لازم کا مضمون ہوگا
دیکھو قرۃ قران باوجودیکہ افضل العبادات ہی پھر رکوع مین پڑھنا اوسکا ممنوع ہے
اسلئے کہ رکوع محل قرأت نہین وغیرذلک من الجزئیات فافہم ولاتلفت الی
المزخرفات واللہ الہادی اور جب اغنیا کو کہلانے مین یہ نسبت فقرا کے ثواب
کم ہوتا ہے تو پھر غنیا کو کیون تیجہ چہارم چہلم مین کہلاتے ہو جب ایصال ثواب ہی
مقصود ہے تو پھر ایسا حکم کیون نہ کیجئے کہ جس مین ثواب زیادہ ہو حالانکہ غنیاء کے کہلانیکا
اہتمام ہی زائد ہوتا ہے پس معلوم ہوگیا کہ طعام اغنیا سے ثواب مقصود نہین ہوتا
کما لایخفی **قولہ** (۱۹) سوم دہم وغیرہ مین جو کھانا پکاتے ہین وہ بھی بدعت ہی اسکے
کراہت کا حکم کتب مین فقہ شافعی کے نظر نہ آیا **اقول** اجی قاضی جی اگر ظلمت تعصب
نہو تو نظر آوے عین عناد سے حق بات کیونکر نظر آسکتی ہے تعصب کا خانہ خراب ہو
اگر یہ کمبخت نہوتا تو ابولہب اور ابوجہل کیون جہنم پہ رسید ہوتا اعاذنا اللہ من ذلک
ومن مہالک اہوی دیکھو ایک سطر پہلے یہ قول فقہاء شافعیہ کا کسنے نقل کیا ہے
(اور میت کے لوگون کو کھانا پکا کے لوگون کی دعوت کرنا بدعت اور مکروہ ہے
اور اوس کھانیکی دعوت قبول کرنا بھی مکروہ ہے امام احمد اور ابن ماجہ نے جابر بن
عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح روایت کیا ہی کہ جابر نے کہا کہ میت کے دفن کے
بعد لوگونکا اوسکے قرابتیون کے پاس جمع ہونا اور اہل قرابت کا اونکے لئے کھانا تیار
کرنا اوسکو ہم نوحہ مین شمار کرتے ہے اس حدیث سے اسکی کراہت معلوم ہوئی
اسکو نوحہ مین شمار کرنا اسلئے ہی کہ اسمین غم کے کام پر اہتمام پایا جاتا ہی انتہی) اگر یہ کہو
کہ اس عبارت سے تصریح تیجہ وغیرہ کی نہین معلوم ہوتی تو بخوبی فہم ہے علاوہ اسکے

علاوہ اسکے ہم ابھی انشاء اللہ تعالیٰ ثابت کئے دیتے ہیں کہ فقہاء شافعیہ کیا مالکیہ و حنابلہ و حنفیہ بھی رحمہم اللہ تعالیٰ بالاتفاق و بتصریح تمام سوم و ہم چہلم وغیرہ کو بدعت قبیحہ و مکروہ فرماتے ہیں علامہ مجدد الدین فیروزآبادی شافعی صاحب قاموس سفر السعادت میں لکھتے ہیں ولم تکن العادۃ ان یجتمعوا للمیت ویقرؤا لہ القرآن ویجتمعوا عند قبرہ ولا فی مکان اخر وھذا المجموع بدعۃ ومکروہ ولم تکن من عادۃ اھل المیت ان یرسلوا للناس طعاما بل کان (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یامر الناس ان یرسلوا لاھل المیت طعاما لانھم فی شغل کاف انتہی اور تجرید لیفع العبید حاشیہ شرح منہاج میں کتب فقہ شافعیہ سے ہی لکھا ہے ومن البدع المنکرۃ مایفعلہ الناس مما یسمی بالکفارۃ ومن صنع طعام الی الاربعین لاجتماع علیہ قبل الموت وبعدہ ومن الذبح علی القبر ومن الوحشۃ والاربعین ونحو ذلک بل کان ذلک حرام ان کان من مال محجور ولو من الترکۃ او من مال میت علیہ دین او ترتب علیہ ضرر او نحو ذلک واللہ اعلم انتہی اور صاحب مدخل مالکی لکھتے ہیں قال اصحاب الشافعی رحمہم اللہ ینبغی لقرابۃ المیت ان یعملوا لاھل المیت فی یومہم ولیلتہم طعاما یشبعہم قالوا واما اصلاح اھل المیت طعاما وجمع الناس علیہ فلم ینقل فیہ شئ وھو بدعۃ غیر مستحب انتہی۔ اور مرقاۃ المفاتیح میں ہے واصطناع اھل البیت لہ لاجل اجتماع الناس علیہ بدعۃ مکروھۃ بل صح عن جریر رضی اللہ عنہ کنا نعدہ من النیاحۃ وھو ظاھر فی التحریم قال الغزالی ویکرہ الاکل منہ انتہی اور خود مولف نتیجہ نے صفحہ ۱۴۱ میں منہی المحتاج شرح منہاج کی عبارت لکھی ہے قال ابن الصباغ وغیرہ اما اصلاح اھل البیت طعاما وجمع الناس علیہ فبدعۃ غیر مستحبۃ الخ

پس عدم جواز بیچ وغیرہ کا کتب فقہ شافعی سے ثابت ہوگیا اب مذہب مالکیہ دیکھو علامہ
ابن حاج مدخل میں لکھتے ہیں قد سئل مالك رحمه الله فی جمع الناس
علی العقیقة فانکر ذلك وقال تشبه الولائم ولکن یاکلون منها و
یطعمون ویهدون الی الجیران فاذا کان هذا قوله فی العقیقة
فما بالك فی الطعام الذی اعتاده بعضهم فی عمله فی بیت المیت
وجمع الناس علیه انتهی اور دوسری جگہ کس شد و مدسے لکھتے ہیں۔
وکذلك یحذر مما احدثه بعضهم من فعل الثالث للمیت
وعملهم الاطعام فیه حتی صار کانه امر معمول به و یشبعونه کانه
ولیمة العرس ویجمعون لاجله الجمع الکثیر من الاهل والاصحاب والمعارف
فان بقی احد منهم ولم یات علیه لوجد واعلیه الوجد العظیم الی ان
قال وقد صار هذا الحال فی هذا الزمان امرا معمولا به حتی لو
ترك احد منهم لکثر فیه القیل والقال فکیف لو انکر ذلك ثم انضم الیه
انهم یتکلفون فیه التکلف الکثیر لاجل ما یحتاجونه من العوائد
فی ذلك الخ اور تیسری جگہ فرماتے ہیں وقد تقدم ما فی الاجتماع للسماع
وما فی السماع مما لا یبقی معه تلك القبائح والمفاسد موجودة فی
الاجتماع للثالث والسابع وتمام الشهر وتمام السنة فای موضع فعل
ذلك فیه من بیت او قبر او غیرهما کل ذلك یمنع انتهی اب
مذہب حنابلہ ملاحظہ فرمائے فتاوی شامی میں ہے فیه نظر فانه واقعة حال
لا عموم لها مع احتمال سبب خاص بخلاف ما فی حدیث جریر علی
انه یحث فی المشقول فی مذهبنا ومذهب غیرنا کالشافعیة والحنابلة
استدلالا بالحدیث الجریر المذکور علی الکراهة انتهی اور مذہب

مذہب احناف کرام رحمہم العزیز العلام کا تو اظہر من الشمس وابین من الامس ہے
دیکھو فتح القدیر - بدر منیر - معراج الدرایۃ - فتاوی قاضیخان - فتاوی بزازیہ
فتاوی ظہیریہ - تاتارخانیہ - ردالمحتار - مراقی الفلاح وغیر ذلک من الکتب الفقہیۃ
ممن شاء الاطلاع علیہا فلیرجع الیہا بل نقل عبارات اکثرہا فی النتیجۃ فلتنظر فیہ
پس اس تقریر سے ہمارے بحمداللہ تعالی مدعا اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ نتیجہ وغیرہ
بالاتفاق مذاہب اربعہ باطل وبدعت قبیحہ ہیں مذہب حنابلہ کا عبارت شامی
سے ظاہر ہے اور مذہب شافعیہ عبارت سفر السعادت وتجرید وحل ورقات اور شامی سے
اور مذہب مالکیہ عبارت مدخل وشامی سے اور مذہب حنفیہ کتب کثیرہ مذکورہ
سے فالحمد للہ علی ذلک حمدا کثیرا علاوہ اسکے خود قاضی صاحب مرحوم
بھی اگرچہ وہ بوجہ سہو وغفلت جو لازم بشریت ہیں فقہ شافعیہ میں کراہۃ
نتیجہ وغیرہ ہونے سے منکر ہوگئے تھے مگر پھر انکی کراہت کے قائل ہوگئے
چنانچہ لکھتے ہیں (دلیل جو لکھی (یعنے فقہاء شافعیہ علیہم الرحمہ نے کراہت
اطعام کی ایام مصیبت میں اغم کے کام پر اہتمام کرنا مکروہ ہے اس سے اسکی یعنے
سوم دہم وغیرہ کی کراہت بھی معلوم ہوتی ہے انتہی پس اب مولف صاحب سے
پوچھنا چاہئے کہ تم کس منہ سے بیچارے قاضی جی کو بھی اپنا ساتھی بنانا چاہتے تھے
لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہاں کثرت عبارات سے جہال قابل تو ضرور ہوجائینگے
سعادہ اللہ سبحانہ وتعالی ذلک **قولہ** ابن حجر مکی نے اپنے تحفہ میں لکھا ہے دفن کے
بعد قبر کے پاس قرآن کا پڑھنا اور میت کے لئے دعا کرنیکے واسطے جانا
سنت ہے لیکن لوگ جو جمع ہوا کرتے ہیں وہ بدعت ہے اور اس جمع ہونے
میں بعضے بدعت حسنہ ہے انتہی اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر لوگ جمع ہوکے
قرآن وغیرہ پڑھیں اور سنکر کام وغیرہ نہ کریں تو وہ بدعت ہے مگر قبیح نہیں

اقول بیشک اگر دو چار دس پانچ آدمی ایک وقت مین مجتمع ہوکر بغیر
اسکے کہ یہ اجتماع کسی امر منکر غیر مشروع کو مستلزم نہو جیسے تعین و تخصیص
تیسرے چوتھے دن کی اور مثل ذلک قبر پر قران پڑہین مگر سرا تو یہ
جائز ہے اگر التزام و تخصیص کسی خاص دن کی کیجائیگی یا سورہ و آیات مخصوصہ
کا التزام ہوگا یا یہ اجتماع بروجہ اعلان و تداعی یا اعتقاد و استحباب وغیرہ سے
کیا جائیگا تو یہی فعل بدعت قبیحہ قرار پائیگا کما مر مرارا بلکہ حق تو یہ ہے کہ ترک انکا بہرصورت
اولی و افضل ہے اسلئے کہ علی مرور الایام ایسے امور کو اکثر عوام سنت بلکہ فرض
و واجب سمجھنے لگتے ہین یا التزام اوسکا مثل سنن و واجبات کے کرنے لگتے
ہین اور اسوجہ سے وہ بیچارے بڑے مہلکہ مین مبتلا ہوجاتے ہین جیسا
کہ حال تمام بدعات مروجہ کا ہے چنانچہ اہل فہم و انصاف پر مخفی نہوگا اور یہ قید
(دفن کے بعد) کی علامہ ابن حجر رحمہ اللہ پر محض افترا ہے چنانچہ اصل عبارت تحفہ کی
جسکو مولف نے صفحہ ۱۴۱ مین نقل کی ہے وہ یہ ہے یعنی کما نص علیہ قرءۃ ما تیسر
علی القبر والدعاء لہ فالبدعۃ انما ھی فی تلک الاجتماعات الحادثۃ
دون نفس القرءۃ والدعاء علی ان من تلک الاجتماعات ما ھو
من البدع المحسنۃ کما لا یخفی انتھی پس دیکھہ لو کہ لفظ بعد الدفن کا صاحب
تحفہ نے کہان کہا ہے اگرچہ مبتدعین کی دیانت کو خیال کرکے ہرگز اعتماد
نہین ہوتا کہ یہ عبارت بھی بجنسہ تحفہ کی ہوگی چنانچہ اس عبارت مین تامل کرنیسے
خود ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ صاحب تحفہ ہرگز اجتماع کو جائز نہین فرماتے اسلئے
کہ وہ یہ لکھتے ہین فالبدعۃ انما ھی فی تلک الاجتماعات الحادثۃ دون
نفس القرءۃ والدعاء پس اگر مقصود انکا بیان جواز اجتماع ہوتا تو وہ دون
نفس القرءۃ والدعاء نفرماتے بلکہ دون نفس الاجتماع لکھتے اسلئے کہ جواز نفس

نفس قرأة و دعا مین تو کسیکو کسیطرح کا شبہ بھی نہین اور اگر مراد اونکی یہ ہوتی کہ جو اجتماع کہ مشتمل لہو ولعب کے ہو تو وہ امور ممنوعہ ناجائز ہین نہ نفس اجتماع تب بھی نفس اجتماع کی تصریح ضرور تھی اسکے کیا معنے کہ مقصود ہو بیان جواز اجتماع اور تصریح جواز نفس قرأة و دعا کی کرین جو کسی طرح مختلف فیہ نہین اور کیونکر صاحب نفس اجتماع کو جو سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہین (کما سیجئ) بدعت حسنہ کہہ سکتے ہین اسلئے کہ وہ اعمال بدنیہ کہ علی وجہ التقرب والعبادت خیر القرون مین ثابت نہ ہوئے حسب تصریح علماء اعلام بدعت قبیحہ و ضلالت بلا کلام ہین قال صاحب مجالس الابرار ونعم ما قال جزاہ اللہ المتعال عنا وعن کل من مال الی الحق ومال (ربما لا یفرق کثیر من الناس بین الحسنة والسیئه فیظنون ان کل ما استحسنه نفوسهم ومال الیه طباعهم یکون حسنا فیعدون السیئه من الحسنة فقد خطوا خطا خسیسا عشواء والضابط فی هذا ان یقال ان الناس لا یحدثون شیئا الا انهم یرونه مصلحة اذ لو اعتقدوا فیه مفسدة لم یحدثوه فما راه الناس مصلحة ینظر فی السبب فان کان السبب امرا قد حدث بعد النبی صلی اللہ علیه وسلم فی یجوز احداث ما تدعوا الحاجة الیه کنظم الدلائل فان السبب الداعی الیه ظهور الفرق الضالة فانهم لما لم یظهروا فی عهده علیه السلام لم یحتج الیه وان کان المقتضی لفعله موجودا فی عصره لکن ترک لعارض زال بموته فکذلک یجوز احداثه لجمع القرآن فان المانع منه فی حیاته صلی اللہ علیه وسلم کون الوحی لا یزال ینزل فبغیر اللہ ما یشاء فزال ذلک المانع بموته واما ما کان المقتضی لفعله فی عهده علیه السلام موجودا من غیر وجود المانع منه ومع ذلک

لم یفعلہ ولم یحث علیہ علمانہ لیس فیہ مصلحۃ بل ھو بدعۃ قبیحۃ
سیئۃ انتہی کلامہ الشریف پس اس عبارت سے بطلان تمام بدعات مروجہ کا جیسے
تیجہ چہارم دہم بستم وچہلم برسی عرس طریقہ فاتحہ قل وغیر ذلک معلوم ہوگیا اور تمام
وجوہ جواز تیجہ وفاتحہ مروجہ واجتماع علی القبر کے ہوا منتشر ہوگئے اسلئے کہ ہم پوچھتے
ہیں کہ آیا وہ اسباب جواز تیجہ وغیرہ کے مثلاً لوگونکا بار بار تعزیت کے لئے نہ آنا
اور اہل میت کا بار بار کی تعزیت کی زحمت کا نہ اوٹھانا اور آسانی سے فقرا کا مجانا
اور اسیطرح اسباب جواز عرس کے مثلاً اوسدن کا مذکر یوم وفات ہونا وعلی ہذا القیاس
فاتحہ مروجہ کا محمود عبادات مالیہ وبدنیہ کا ہونا عہد سرایا سرشد جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تجھے پایا نہیں ہونا ان وجوہ کا تو محقق پہنہ ہونا تیجہ وچہلم
وعرس فاتحہ مروجہ وغیرہ کا ایا بوجہ کسی مانع کے تھا یا نہیں بتقدیر اول یعنے ہونا
ان افعال کا بوجہ مانع منتفی بالبداہۃ ہے اور بتقدیر ثانی پس ہونا ان افعال کا
یا بوجہ سستی کے اعمال خیر میں ہوگا اور یا بوجہ ناواقفیت کے اوس سے اسطرح کا
گمان کوئی ادنی مومن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کے شان میں نہیں کرسکتا پس تمام افعال ہرگز بدعت حسنہ نہیں ہوسکتے
وھو المقصود فالحمد للہ علی ذلک علاوہ اسکے یہ بات ہر یک اہل فہم وانصاف
سمجھ سکتا ہے کہ بروجہ اجتماع زیارت قبور سے غایت تشریع زیارت قبور کی بالکل
فوت ہوجاتی ہے اسلئے کہ مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسکے جواز سے
یہی تھا کہ جب آدمی قبرستان میں جائیگا اور تنہائی قبر وغیرہ کو خیال کریگا تو اوسکو
دنیا واہل دنیا سے بے رغبتی ہوگی امور آخرت کیطرف میلان ہوگا اور یہ بات
ہرگز علی وجہ الکمال قبر پر مجتمع ہوکر جانیسے بڑے بڑے زاہدون عابدون کو بھی حاصل
نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ ہمارے ایسون کو والشی اذا اخل عن المقصود لیس لہ قاعدہ

ہے اگر یہ کہو کہ اس اجتماع سے غرض ہماری یہ ہے کہ مجتمع ہو کر خوب قرآن پڑھیں
اور استغفار میت کیلئے کریں تو جاننا چاہیئے کہ اس وجہ سے بھی قبرستان
مین تنہا جانا ہزار درجہ افضل و اولیٰ ہے اسلئے کہ جب وہان جانیسے اور
احوال و اہوال قبور مین فکر کریگا خشوع و خضوع پیدا ہوگا تو ایسے وقت
مین تنہا میت کے لئے استغفار کرنا بروجہ اجتماع استغفار کرنے سے
جو بلا خشوع ہو سیارون در بے زائد موثر ہوگا حدیث شریف مین ہے
ان اللہ لا یستجیب دعاء من قلب غافل لاہ رواہ الترمذی۔
رحم اللہ علی من انصف ولم یعتسف **قولہ** پہلی صورت یہ ہے کہ
فاتحہ کر کے کہانا کہلاتے ہین اور دوسری صورت یہ ہے کہ جب کہانا
سامنے رکھا گیا اسپر فاتحہ پڑھا گیا پھر میزبان نے مہمان کو اجازت دی
اقول مجھے پہلی صورت کا کچھ محصل معلوم نہین ہوتا اسلئے کہ اگر فاتحہ
کرنے سے فاتحہ مروجہ مراد ہے تو اول و ثانی مین کیا فرق رہا اور اگر کچھ اور
ہے تو وہ بیان طلب ہے ہان شاید اسقدر تفرقہ مقصود ہو کہ اول صورت
عام ہے اس سے کہ فاتحہ کہانے والون کے سامنے پڑھا جاے یا فاتحہ وغیرہ
پڑھکر اوسکے بعد کہانیوالون کے آگے وہ کہانا لایا جاے بخلاف صورت
ثانیہ کے کہ وہ مخصوص بشق ثانی ہے مگر یہ تفرقہ بالکل خارج از مبحث ہے
اسلئے کہ اولا بڑا اختلاف تو اسی مین ہے کہ آیا یہ طریقہ مروجہ فاتحہ خوانی
کا جسکو ہم مفصل و مشرح قول آیندہ مین ذکر کرینگے جائز ہے یا نہین
باقی رہا اوس چیز کے کہانے مین اختلاف وہ مبنی اختلاف اول پر ہے
جب اس طریقہ فاتحہ کا عدم جواز ثابت ہو جائیگا تو خود اوس سے کی
کراہت کا قائل ہونا پڑیگا اور بلحاظ مشارکت مبتدعین ہر اہم اللہ اوس سے

اجتناب واجب ٹہر گیا پس اب اہل انصاف مولف کی دیانت تو دیکھیں کہ
جوبات ہے مزخرف جو قول ہے مموّہ ہر گھڑی اظہار حق مین اغماض ہر وقت
حق کوئی سے اعراض کیا یہی اسلام کی شان ہے کیا یہی طریقہ اہل ایمان ہے
کہ اظہار حق سے جان چرائین اس خوف سے کہ اپنی قلعی نہ کھلے باتین بنائین
انا للہ وانا الیہ راجعون اور ثانیا مولف نے یہان میزبانی و مہمانی کا بھلا کیا قصہ
چھیڑا لوگ گھر پکاتے ہین اور رسول بلکہ خود ہی تبرک ہی تبرک مین چٹ کر جاتے ہین
شائد کبھی کوئی اوس فاتحہ شدہ کہانے کو کسی فقیر کو دیتا ہو کاش اگر حق پسندی
سے کام لیتے تو اس فضول نویسی سے بچ جاتے فرحم اللہ عبدا من انصف و لم یعتسف
قولہ ہرگز ثابت نہین ہو سکتا کہ جب کہانا سامنے رکھا جاے تو میزبان
کے اجازت کی انتظار کیا جاے الخ **اقول** معلوم نہین یہ میزبانی کیسی ہے خدا
عقل و انصاف دے ہان نفس کو میزبان و شیطان کو مہمان کہا گیا ہو تو بعید
نہین ہے بہرحال یہ طریقہ فاتحہ مروجہ کا (بلکہ تمام بدعات کا جیسے تیجہ دسوان
چہلم ماہی برسی وغیرہ) مشابہ بافعال ہنود ہے کہ اونکے یہان پنڈت برہمن علہ
سامنے رکھکر کچھ شلوک وغیرہ پڑھا کرتا ہے چنانچہ تحفۃ الہند کے باب طریقہ
ایصال ثواب ہنود مین ان سب کو بہت واضح کے ساتھہ لکھا ہے جو چاہے
وہان دیکھے پس بموجب حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم ولیس منا من تشبہ بغیرنا
کے یہ طریقے ناجائز و بدعت ضرور ہونگے اور ثانیا اس طریقہ فاتحہ کو حضرت
مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ ایہ کریمہ وما اہل بہ لغیر اللہ کے تفسیر
مین محض رسم عوام لکھتے ہین وہو ہذا و سرش آنست کہ نزد عوام طریق جانور
بہر گونہ کہ مقرر است متعین ست برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کہ
منظور باشد چنانچہ فاتحہ و قل و درود خواندن طریق متعین ست برائے

برائے رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح خواہ بقصد رسانیدن ثواب
باآن ارواح نمایند یا بقصد تقرب و دفع شر و چاپلوسی و تملق انہی اور فتاوی سرقندیہ
مین ہے قرءۃ الفاتحۃ والاخلاص علی الطعام بدعۃ پس جس فعل کو فقہاء
عظام و علماء کرام علیہم الرحمۃ ناجائز و بدعت و طریقہ عوام فرمائین تو طالب حق کو
موقع انحراف کہان باقی رہا اور یہ کہنا سولف کا کہ (فاتحہ مروجہ ان دونون
صورتون کا جامع ہے پھر کسیطرح ناجائز نہین ہوسکتا) محض تضلیل عوام و اتباع
اوہام ہے افسوس سولف نے جزو و کل کا حکم یکسان سمجھ لیا دیکھو اگر باعث
حصول ثواب ہی تو فقط قرآن کا پڑہنا اور فقراء و مساکین کو کہانیکا کہلا دینا
ایصال ثواب ہے بین ان امور کو کہانا ضرور سامنے رکھا جاے پھر کچھ قرآن شریف
وغیرہ پڑہا جاوے اور جب تک الحمد اخلاص معوذتین و کافرون وغیرہ نہ پڑہین
اس چیز کا کہانا اور چکھنا حرام و ناجائز ہے کیا جانوران بیچارے چھوٹے چھوٹے بچے
اوس کہانیکے واسطے روتے رہین مگر جب تک فاتحہ نہولے اوٹہ ہرگز نہ دیا جاے
گرچہ وہ سر بھی دے مارین مگر مرغی کی وہی ایک ٹانگ اور اگر کوئی لہالے تو
وہ اسام پر کہ قبل فاتحہ کے کیون کہا لیا باعث عتاب ہوا اور پھر وہ چیز قابل فاتحہ
کے نرہے وغیر ذلک من المنکرات کیا دخل ہے اور آمین بجہر اسکے کہ باغواے
شیطانی و ہواے نفسانی فقط اپنے جی سے ہذا حلال و ہذا حرام کا حکم لگاتا ہے
اور کیا ہے نفس قرءت قران و اطعام فقراء کے موجب ثواب ہونے سے
یہ کیا ضرور ہے کہ یہ سب منکرات داخل حسنات ہوجائین اور سوا اسکے نہین
کہ اہل سنت کثرہم اللہ تعالی انہین مخترعات کو منع فرماتے ہین یہ کہنا کہ منکرین
فاتحہ مروجہ قران پڑہنے و فقراء کے کہلانیکو منع کرتے ہین محض جاہلون کو
بہکانا ہے اگر کوئی فقط قران پڑہکر ثواب بخشے یا فقط کہانا کہلا کر یا کہانا بہی کہلائے

* والکافرون

اور قرآن ہی پڑھے اور دونوں کا ثواب الٹا بخشے مگر طریقہ مروجہ کے ساتھ
نہیں بلکہ فقط اسطرح پر کہ پہلے کہانا بلا التزام روز مخصوص و ہیئت مخصوص
و شے مخصوص جیسے محرم و شب برات کا حلوا وغیرہ کسی غریب کو کھلاوے اور پھر قرآن
بلا تخصیص و تعین سور مخصوصہ پڑھکر میت کو بخشدے یا بالعکس اور دونوں کا ثواب بیکدفعہ
بخشدے بالکل جائز و مستحسن ہے پس اب ذرا آپ ہی انصاف کیجئے کہ مانع ثواب کون ہے
جسمیں ثواب ہے اوسکو ہم منع نہیں کرتے اور جو ناجائز ہے اونکو ناجائز ٹھہراتے ہیں
پھر اسمیں کیا مضائقہ ہے ہدانا اللہ تعالی صراطاً مستقیما آمین ثم آمین اب طریقہ
ایصال ثواب کا جسکو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ علیہ نے اپنے
ترجمہ قرآن شریف میں لکھا ہے لکھتا ہوں مسلمانوں کو چاہئے کہ اسکے موافق عمل کریں
اور زائد طول فضول سے جو بالکل بے اصل ہے بچیں واللہ ولی التوفیق آیہ کریمہ
وجعلوا للہ مما ذرا من الحرث والانعام الخ کے فائدہ میں لکھتے ہیں (اب جاننا
چاہئے کہ اللہ تعالی نیاز دینی یہ کہ اوسکے راہ میں جنکو دلواوے اونکو دینا اوسکا فائدہ
اوسکو نہیں پہونچتا اوسکی حکم برداری ہے اور چیز سے فقیر کو فائدہ ثواب سے فائدہ
دینے والیکو پھر جو کسی بزرگ کیواسطے کچھ دے اگر اسی وضع پر دے تو شرک ہی
جسپر اللہ نے الزام دیا مگر اوس بزرگ کو اپنی جگہ ٹھہرادے کہ اوسکی طرف سے اللہ کی
راہ میں جنکو کہا اونکو دے تو حکم برداری اللہ کی اور خیر فقیر کو اور ثواب اس شخص
کے بدلے اوس بزرگ کو یا اوسکو فقیر کے جگہہ ٹھہراوے کہ چیز اوسکی کردے
پھر اوسکی چیز لوگوں کے کام آوے تو اوسکو ثواب ہوا یہ صورت مشکوک ہے پہلی صورت
بیشک ہے انتہی کلامہ الشریف) اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ اسرارہم
اپنے بعض مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں (پس معلوم شد کہ بیشتر رضامندی سوئے
در افراد صدقہ ہست نہ در اشتراک صدقہ اما باید کہ ہرگاہ بہیت نیت کند اول باید

بایدکہ بہ نیت آنسرور علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام ہدیہ جدا سازد کہ حقوق آنسرور علیہ الصلوۃ والسلام فوق حقوق دیگر انست ونیز برین تقدیر احتمال قبول صدقہ ست بطفیل آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتحیات انتہی اور علامہ ابن حاج رحمہ اللہ علیہ مدخل میں (صفحہ ۲۶۱) لکھتے ہین لو قرء فی بیتہ واھدی الیہ لوصلت و کیفیۃ وصولھا انہ اذا فرغ من تلاوتہ وھب ثوابھا لہ او قال اللھم اجعل ثوابھا لہ فان ذلک دعاء بالثواب لان یصل الی اخیہ والدعاء یصل بلا خلاف انتہی الخ پس اب ہمکو کہنا چاہئے کہ جسطرح ان حضرات نے کہ جنکا علم وفضل اتباع سنت زہد وتقوی اظہر من الشمس ہے طریقہ ایصال ثواب مالی وبدنی کا ہمکو بتادیا اوسی پر اکتفا کرین اور رسم ورواج کے مقلد نہ بنین واللہ تعالی یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ** دیکھو مولوی اسمعیل رح دہلوی فاتحہ مرسومہ کا جواز لکھتے ہین **اقول** صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبک الشی یعمی ویصم دیکھو بیچارے مولانا مرحوم جو ان بدعات کے دشمن جانی ہین انکی تحریر کو اپنا مستدل سمجھنا اور اس سے ان بدعات کا جواز ثابت کرنا سولف ہی کا کام ہے جناب ممدوح تو یون لکھتے ہین کہ مقید برسم نباید شد اور آپ یون فرماتے ہین کہ وہ فاتحہ مرسومہ کا جواز لکھتے ہین ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ہان شاید اس عبارت سے انکی (برہمین قیاس باید کرد سائر عبادات را پس ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود ثواب آن بروح کسی از گذشتگان برساند وطریق رسانیدن آن دعاے خیر بجناب الہی ست پس این خود بہتر ومستحسن ست (الے قولہ) پس درخوبی این قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ ہا واعراس ونذر ونیاز اموات شک نیست) آپنے فقط اس لفظ کو (پس درخوبی امور مرسومہ فاتحہ ہا الخ)

۲ آگر یہ ہمکو معلوم ہوتا کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے ورثاء ہمارے واسطے ثواب نہ پہونچائینگے اور طریقہ ثواب پہونچانیکا بتادیتے تو ہم ضرور ایسا کرتے کہ ہمارے ورثاء ہمارے واسطے ثواب پہونچاتے اور ہمکو ثواب ملتا اور ہمارے ورثاء کو ثواب ملتا فلان کو ثواب پہونچے اور فلان کو ثواب پہونچے وغیرہ وغیرہ یہ سب طریقے ثواب پہونچانیکے خلاف شرع ہین

۳ جسکا بیان اوپر گذرا

دیکھہ لیا اور لفظ (اسقدر امراز امور مرسومہ کو نہ دیکھا بجز بہ نیت استحسان
فقط دعاء خیر و قرأت قرآن و اطعام فقرا ہی چنانچہ جناب ممدوح اسکی
تصریح بھی فرماتے ہین (پس ان خود بہتر و مستحسن ہست) اسی لئے اوس تخصیص
و تقئید کا سے لانا مرحوم کے کوئی فائدہ اپکے نزدیک ثابت نہوا اور اوسکو
بالکل غیر لود کر دیا غرض مولانا مرحوم کی تو یہی تہی کہ اطعام فقرا و دعا میت
کے لئے اگر بغیر پابندی کسی رسم کے ہو تو یہ امر مستحسن و مطلوب ہی اور بیشک
اب اہل سنت سے کوئی شخص اسکا منکر نہین آپ خوب فقرا کو کھلائین اور
دعا خیر سے جیائے اموات کو نہ بھولین علاوہ اسکے اپنے اتنی عبارت
صراط مستقیم کی (و تعین اوقات و قسم طعام و صنع آن و تناول کنندگان
ہمہ از قبیح خالی نیست) جو آپکو اسی عبارت منقولہ کے متصل ہی تہی کیون چھوڑدی
ہان مقتضائے دیانت یہی یہی تہا پس اب انصاف کرو کہ تحریر سے مولانا
اسمٰعیل شہید علیہ الرحمہ کے جواز فاتحہ مروجہ کا جو مشتمل سیکڑون قبائح و منکرات
کو ہے کیونکر نکلا وہ تو حامی سنت و قامع بدعت ہین۔ جزاہ اللہ خیرا و جعل سعیہ مشکورا

قول صفحہ ۲۱ اس مقام مین ایک بات بڑی فائدہ کی ضرور جانکر لکھتا ہون **اقول**
مین بہی اس مقام مین ایک بات بڑی فائدہ کی ضرور جانکر لکھتا ہون وہ یہ ہے
کہ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے تحت مین آیہ کریمہ واذ نجینا کم من ال فرعون
کے لکھا ہے و درین حدیث اشارہ ست باصلی عظیم از اصول کلیہ فقہ یعنی اجرت
بر عبادت گرفتن در آنصورت جائز ست کہ نیت خالص محض برائے خدا باشد
و بودن و نبودن اجرت برابر گردد آن عبادت را کارکردنی خود داند خواہ کسی
بران اجرت دہد یا نہ دہد و اگر مانند حرفتہا و مزدوریہائے دنیاوی آن عبادت
را معلق بر گرفتن اجرت سازد کہ اگر اجرت دادند بجا آورد والا ترک کرد پس او

پس او محض مزدور ست از ثواب بهره ندارد بلکه خوف عقاب دارد که کار دین
را برای دنیا کرد و آخرت را بادنی فروخت معاذ اللہ من ذلک انتہی پس
اب کوئی انصاف سے کہے تو سہی کہ آیا کوئی شخص بلا طمع مال کے قرآن شریف
پڑہتا بہی ہے خواہ قبر پر پڑہے یا اہل میت کے گہر پر اگر اوسکو مال کی لالچ نہین ہے
تو کسی ہمارے غریب مفلس کے قبر پر جاکر دس بیس روز قرآن کیون نہین پڑہتا
پس اس قرآن خوانی کو جسکو تہوڑی بہی عقل و دیانت ہوگی ہرگز جائز نہین کہہ سکتا
پہر ہم پوچہتے ہین اگر قاری کو اجرت قرأت قرآن نہین دیجاتی ہے بلکہ تضیع اوقات
کی اجرت ہے تو جو شخص اہل میت کی روز دو چار گہنٹے مصاحبت کرجاے یا قبر میت
پر بیٹہکر گپ اوڑائے اوسکو کیون نہین دیتے قطع نظر بر علاوہ اسکے مولف نے
جو یہ قول شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا نقل کیا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجارہ جائز ہے) اور اوسکو
اپنے ترویج بدعت کا ذریعہ سمجہتا ہے سراسر غلط فہمی یا حق پوشی ہے بیشک جو کچہ
شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا بہت صحیح ہے تعلیم قران پر اجرت لینا موافق مذہب
متاخرین البتہ جائز ہے نہ قرأت قرآن پر چنانچہ اگے ہم اسکی تحقیق کرینگے انشاء اللہ تعالے
پس مضر کو مفید سمجہنا خوبی فہم ہے اور یہ بہی جاننا چاہئے کہ یہان جو شاہ صاحب رح
نے عبادت پر اجرت لینا جائز فرمایا ہے تو اوس سے عبادت مطلقاً مراد نہین ہے
جو شامل ہو قرأت قرآن کو بہی بلکہ عبادات مخصوصہ ضروریہ مراد ہین جیسے تعلیم قرآن
وفقہ و اذان و امامت جیسا کہ عنقریب معلوم ہو جائیگا انشاء اللہ تعالی فتدبر
من المتنطعین۔ **قولہ** (صفحہ ۲۲) چونکہ اجرت کے جواز کا مسئلہ صاف ہو گیا اسلئے مجہے زیادہ
ضرورت تحریر کی نہین آخر جو شخص قبر پر آکر بالالتزام قرآن شریف پڑہتا ہے آنے میں
اور بیٹہکر پڑہنے مین اوسکا وقت صرف ہوتا ہے الخ **اقول** بحسن توفیقہ تفصیل
مقام کی یہ ہے کہ اجرت لینا و دینا عبادات پر مطلقاً خواہ وہ تعلیم علوم دینیہ

یا دوات قرآن وغیر ذلک ہمارے ائمہ متقدمین رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک
بالکل ناجائز وحرام تھا مگر جب مشائخ متاخرین رحمہم اللہ نے دیکھا کہ لوگ امور دین
میں سستی کرنے لگے علوم دینیہ ضائع ہوئے جاتے ہیں علما وحفاظ اپنے دنیا کے
جھگڑوں میں لگے رہتے ہیں تعلیم قرآن وفقہ وغیرہ کیطرف بوجہ فکر معاش چندان
توجہ نہیں کرتے بوجہ ان ضرورتوں کے استحسان تعلیم قرآن وعلوم دینیہ واذان
واذان کو جس سے کسی ایک مسلمان کو بھی گزیر نہیں ہے اور ہر ایک کو انکی ضرورت
ہے مستحسن وجائز سمجھا لما تقرر الضرورات تبیح المحظورات اور اجرت قرأت
قرآن کو بوجہ عدم ضرورت بفحوائے الضروری یتقدر بالقدر الضرورة اپنے
حرمت اصلیہ پر چھوڑا اب ہم اس مقام میں عبارت رد المحتار حاشیہ
در المختار کو جو مشتمل تحقیقات شریفہ وفوائد لطیفہ پر ہے بنظر افادہ تام واستفادہ عام
بلا حذف واختصار وقصر واقتصار نقل کرتے ہیں قال فی الھدایة وبعض
مشائخنا رحمہم اللہ تعالی استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم
لظھور التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن وعلیه
الفتوی وقد اقتصر علی استثناء تعلیم القرآن ایضا فی متن الکنز ومتن
مواھب الرحمن وکثیر من الکتب وزاد فی مختصر الوقایة ومتن الاصلاح
تعلیم الفقه وزاد فی متن المجمع الامامة ومثله فی متن الملتقی ودرر البحار
وزاد بعضھم الاذان والاقامة والوعظ وذکر الکل معظمھا ولکن الذی فی
اکثر الکتب الاقتصار علی ما فی الھدایة فھذا مجموع ما افتی به المتاخرون
من مشائخنا وھم البلخیون علی خلاف فی بعضه مخالفین ما ذھب الیه
الامام وصاحباه وقد اتفقت کلمتھم جمیعا فی الشروح والفتاوی علی
التعلیل بالضرورة وھی خشیة ضیاع القرآن کما فی الھدایة

امر ضروری بمقدار ضرورت اختیار کیا جاتا ہے ۱۲ صفحہ ۵۲ جزء ۳

علہ بحیث قال یعنی الیوم لصحة تعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان الیوم لعدم الاعذار ۱۲ منہ غفر لہ

في الهداية وقد نقلت لك ما في مشاهير متون المذهب الموضوعة للفتوى فلا حاجة الى نقل ما في الشروح والفتاوى وقد اتفقت كلمتهم جميعا على التصريح باصل المذهب من عدم الجواز ثم استثنوا بعد ما علمته فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على ان المفتى به ليس هو جواز الاستئجار على كل طاعة بل على ما ذكروه فقط مما فيه ضرورة ظاهرة تبيح الخروج عن اصل المذهب من طرو المنع فان مفاهيم الكتب حجة ولو مفهوم لقب على ما صرح به الاصوليون بل هو منصوص فان الاستثناء من ادوات العموم كما صرحوا به ايضا واجمعوا على ان الحج عن الغير بطريق النيابة لا الا ستئجار ولهذا لو فضل مع النائب شئ من النفقة يجب عليه رده للاصيل او ورثته ولو كان اجرة لما وجب رده فظهر ذلك بهذا عدم صحة ما في الجوهرة من قوله واختلفوا في الاستئجار على قرءة القرآن مدة معلومة قال بعضهم لا يجوز وقال بعضهم يجوز وهو المختار والصواب ان يقال على تعليم القرآن فان الخلاف فيه كما علمت لا في القرءة المجردة فانه لا ضرورة فيها فان كان ما في الجوهرة سبق قلم فلا كلام وان كان عن عمد فهو مخالف لكلامهم قاطبة فلا يقبل وقد طعنا في رده صاحب تبيين المحارم مستندا الى النقول الصريحة فمن حمله كلامه قال تاج الشريعة في شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى وقال العيني في شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطى اثمان فالحاصل ان ما شاع في زماننا من قرءة اجزاء بالاجرة لا يجوز لان فيه الامر بالقرءة واعطاء الثواب للامر والقرءة لاجل المال فاذا

لو يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى
المستاجر ولولا الاجرة ما قرأ احد لاحد فى هذا الزمان بل جعلوا
القران العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انا لله وانا اليه راجعون
وقد اغتر بما فى الجوهرة صاحب البحر فى كتاب الوقف وتبعه
الشارح فى كتاب الوصايا حيث يشعر كلامهما بجواز الاستئجار على
كل الطاعات ومنها القرءة وقد رده الشيخ خير الدين الرملى
فى حاشية البحر فى كتاب الوقف حيث قال اقول المفتى به جواز
الاخذ استحسانا على تعليم القران لا على القرءة المجردة كما صرح به فى
التاترخانيه حيث قال لا معنى لهذه الوصية اوصلة القارى بقرءة
لان هذا بمنزلة الاجرة والاجارة فى ذلك باطلة وهى بدعة ولم يفعلها
احد من الخلفاء قد ذكرنا مسئلة تعليم القران على استحسان -
يعنى للضرورة ولا ضرورة فى الاستئجار على القران على القبر وفى
الزيلعى وكثير من الكتب لو لم يفتح لهم باب التعليم بالاجر لذهب
القران فافتوا بجوازه وراوه حسنا فتنبه انتهى كلام الرملى وما
فى التاترخانيه فيرد على من قال لو اوصى لقارى يقرء على قبره
كذا ينبغى ان يجوز على وجه الصلة دون الاجر ومن صرح ببطلان
هذه الوسيلة صاحب الولوالجية والمحيط والبزازية وفيه رد
ايضا على صاحب البحر حيث علل البطلان بانه مبنى على القول بكراهة
القران على القبر وليس كذلك بل لما فيه من شبه الاستئجار على القرءة
كما علمت وصرح به فى الاختيار وغيره ولذا قال فى الولوالجية
ما نصه ولو زار قبر صديق او قريب له وقرء عنده شيئا من القران

من القران فهو حسن اما الوصية بذلك فلا معنى لها ولا معنى
ايضاً لصلة القارى لان ذلك يشبه استيجاره على قرءة القران
وذلك باطل ولم يفعل ذلك احد من الخلفاء - اذ لو كانت العلة
ما قاله لم يصح قوله هنا فهو حسن وممن افتى ببطلان هذه الوصية
الخير الرملى كما هو مبسوط فى وصايا فتاواه فراجعها ونقل
العلامة الحلوتى فى حاشية المنتهى الحنبلى عن شيخ الاسلام
تقى الدين ما نصه ولا يصح الاستيجار على القرءة واهداء ثوابها
الى الميت لانه لم ينقل عن احد من الائمة الاذن فى ذلك ونقل
قال العلماء ان القارى اذا قرء لاجل المال فلا ثواب له لكى
فاى شئ يهديه الى الميت وانما يصل الى الميت العمل الصالح
والاستيجار على مجرد التلاوة لم يقل به احد من الائمة وانما تنازعوا
فى الاستيجار على التعليم انتهى بحروفه وممن صرح بذلك ايضاً
الامام البركوى قدس سره فى اخر الطريقة المحمدية فقال
الفصل الثالث فى امور مبتدعة باطلة اكب الناس عليها
على ظن انها قرب مقصودة الى ان قال ومنها الوصية من
الميت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته او بعده وباعطاء
الدراهم لمن يتلوا القران لروحه او يسجا ويهلل له وكلها
بدع منكرات باطلة والماخوذ منها حرام للاخذ وهو عاص
بالتلاوة والذكر لاجل الدنيا انتهى ملخصها وذكر ان لديها
اربع رسائل فاذا علمت ذلك ظهر لك حقيقة ما قلناه
وان خلافه خارج عن المذهب وعما افتى به البلخيون

وما اطبق عليه ائمتنا متونا وشروحا وفتاوى ولا ينكر ذلك
الا غمر مكابر او جاهل لا يفهم كلام الاكابر وما استدل به بعض
المحشين على الجواز بحديث البخاري في الذبح فهو خطا لان المتقدمين
المانعين الاستئجار مطلقا جوزوا الرقية بالاجرة ولو بالقران
كما ذكره الطحاوي لانها ليست عبادة محضة بل من التداوي
وما نقل عن بعض الهوامش وعزي للحاوي الزاهدي من انه لا يجوز
الاستئجار على الختم باقل من خمسة واربعين درهما فخارج عما
اتفق عليه اهل المذهب قاطبة وح قد ظهر لك بطلان ما اكب
عليه اهل العصر من الوصية بالختمات والتهاليل مع قطع النظر
عما يحصل فيها من المنكرات التي لا ينكرها الا من طمست بصيرته
وقد جمعت فيها رسالة سميتها شفاء العليل وبل الغليل في حكم الوصية
بالختمات والتهاليل واتيت فيها بالعجب العجاب لذوي الالباب وما
ذكرته ههنا بالنسبة اليها كقطرة من بحر او شذرة من عقد محرر اطلعت
عليها بحشي هذا الكتاب فقيه عصره وحيد دهره السيد احمد
الطحطاوي مفتي مصر سابقا فكتب عليها واثنى الثناء الجميل
فالله يجزيه الخير الجزيل وكتب عليها غيره من فقهاء العصر انتهى
كلام العلامة الشامي قدس الله تعالى سره السامي * اور تنقيح الفتاوى
الحامديه مين ہے في التاتارخانيه اذا اوصى بان يدفع الى انسان كذا
ماله ليقرء القران على قبره فالوصية باطلة لا يجوز سواء كان القاري
معينا او لا لانه بمنزلة الاجرة ولا يجوز اخذ الاجرة على طاعة الله تعالى
وانما نوا استحسنوا جوازه على تعليم القران فذلك للضرورة ۔ لاضرورة

ولا ضرورۃ الی القول بجوازھا علی القرءۃ علی القبور الموتی انتھی پس ان
عبارات سے تمام اقوال مولف کے بہا رہنشورا ہو گئے۔ یہ کہنا مولف کا کہ یہ ضرور
نہین کہ جو لوگ قران پڑہتے ہین واجرت ٹہراتے ہین یا اونکو بطور اجرت کے
دیا جاتا ہے خلاصہ اسکا یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاری کو بطور صلہ دیا جاتا ہے مگر اہل علم
و فہم اسکا بھی بطلان اس عبارت سے شامی کے ولا معنی ایضاً لصلۃ القاری
لان ذلک یشبہ استئجارہ علی قرءۃ القران وذلک باطل الخ سمجھ گئے ہونگے
پھر مولف نے جو تعلیم قران وغیرہ قیاس کرکے یہ کہا کہ جو لوگ قبر پر بالالتزام آکر
پڑہتے ہین اتنا وقت اونکا صرف ہوتا ہے اگر یہ وقت دوسرے کام مین صرف
کیا جاتا تو ضرور اجرت ملتی پس قرءت قران کیصورت مین کیون اجرت جائز نہوگی۔ یہ قول
علماء الموں کے نزدیک اخوا ظفلان سے زیادہ وقعت نہین رکہتا اور بجز ابلہ فریبی
کے اور کچہہ نہین سمجہا جاسکتا حسب فقہاء کرام نے تصریح کردی کہ جواز اجرت تعلیم
قران فقہ وغیرہ فقط مبنی علی الضرورۃ ہی اور قرءۃ قران علی القبر ایسا ضروری امر نہین
جسکے لئے حرام چیز یعنے اجرت علی العبادۃ جائز و مباح رکہی جائے جیسا کہ یہ اقوال فقہاء
کے ولا ضرورۃ الی القول بجوازھا علی القرءۃ علی قبور الموتی۔ کما مر بالتفصیل
صریح مثبت مدعا ہین پس اب اہل فہم پر مخفی نہوگا کہ یہ قیاس مولف کا مخالف تمام
جمہور فقہاء کرام کے کیا متقدمین اور کیا متاخرین کسقدر قابل التفات ہے۔ کل کو
شائد اسی دلیل سے مولف صاحب ناچنے گانے و بجانے کی اجرت کو بہی جائز کہنے
لگینگے آخر اسمین بھی اونکا اتنا وقت صرف ہوتا ہے اگر وہ ناچنے والیان اپنے اسے وقت
کو کسی دوسرے کام مین صرف کرتین تو کیا اجرت نہ ملتی بلکہ مولف کے نزدیک زانیہ کو
اجرت زنا کی بھی لینی دینی جائز ہوگی چاہیئے اسلئے کہ اوسکا بھی اتنا وقت ضائع ہوتا ہے
نعوذ باللہ من سوء الفہم الخ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ونقضا اللہ تعالی

لما یجب ویرضی ایمن بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلیہم اجمعین **قولہ** راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ ضرور نہیں کہ جو لوگ پڑہتے ہیں اجرت ٹہراتے ہیں **اقول** جب یہ مسئلہ مسلمہ ہے **المعروف کالمشروط** بہر مقرر کرنیکی او نکو کیا حاجت ہی نانت بولی اور رہنیا کا ہر معلوم ہوا کوئی بڑا پیٹ والا امر اور سمجھ گے کہ اب یہاں انکا پڑاؤ ہے وہ تو جانتے ہی ہیں کہ ہم قران پڑہ سینگے تو ہمکو ضرور ملیگا تو عدم تعین اجرت او سکے جواز پر ہرگز دال نہوگا علاوہ اسکے عدم تعین میں او نکا نفع بھی ہے آدمی شرم و لحاظ سے اپنے دل سے جو کچھ دیتا ہے کچھ زائد ہی دیا کرتا ہے اگر وہ [illegible] ہرگز [illegible] کے اہل انصاف پر مخفی نہوگا پہر ایسی صورت میں عدم تعین کو جواز سمجھنا کس بے انصافی ہے **قولہ** درمختار کی عبارت بھی جو لکھی گئی وہ ہمارے مدعا کے نہایت مفید ہے **اقول** آپ تو ہر ایک قول کو اپنے لئے مفید ہی سمجھا کرتے ہیں مگر قسمت کہ خصم کے مقابل میں معاملہ برعکس ہو جاتا ہے اب جاننا چاہئے کہ فقہا اس امر میں مختلف ہوئے ہیں کہ آیا قبر کے پاس بیٹھکر قرآن پڑہنا مکروہ ہے یا نہیں پس صاحب درمختار عدم کراہت کو مختار فرماتے ہیں فی الدر المختار **ولا اجلاس القارئین عند القبر وھو المختار** مگر چونکہ اصل اختلاف جلوس میں ہے نہ کہ مطلق قرات میں لہذا شامی نے اجلاس میں یعنی **لا القیام** اور یہی مختار ہے **ولا اتیانا** اور صاحب درمختار نے لفظ اجلاس بول دیا تھا تو علامہ شامی اس عبارت کے ذیل میں تصریحا علامہ یوں لکھتے ہیں **عبارۃ نور الایضاح وشرحہ ولا یکرہ الجلوس للقرءۃ علی القبر فی المختار لتادیۃ القرءۃ علی الوجہ المطلوب بالسکینۃ والتدبر والانعاظ انتھی** اور یہی اختلاف کا پایا جانا ہے کہ آداب زیارت سے ہے کہ دعا وغیرہ کہڑے ہو کر کیا جائے شامی ہے **والسنۃ زیارتھا قائما والدعاء عندھا قائما الخ** پس اس سے بعض

بعض لوگون نے سمجھ لیا کہ جب قعود خلاف آداب ہی تو ضرور مکروہ ہوگا اسکو صاحب درمختار و دیگر فقہا نے رد کردیا اور عدم کراہت ہی کو مختار فرمایا پس اب واضح ہوگیا کہ عبارت درمختار کی مولف کو کچھ مفید نہین ہے اور نہ اوسکو مسئلہ اجارہ سے کچھ نسبت اور اگر اس عبارت کو مسئلہ اجارہ سے کچھ تعلق ہوتا اور صاحب درمختار جواز استیجار علی القراۃ کے قائل ہوتے تو علامہ شامی ضرور اسکی تصریح کرتے اور اوسکو بوجہ مخالفت تمام جماہیر سلف وخلف رحمہم اللہ تعالی کہ وہ حضرات قاطبتہً استیجار علی القرا کو خواہ قاری قبر پر پڑھے یا دوسری جگہہ ناجائز وحرام فرماتے ہین جیسا کہ بالتفصیل پہلے گذر چکا رد فرماتے فتدبر لعل الحق لایتجاوز عنہ **قولہ** اب نفس مسئلہ کی تحقیق کیا چاہتا ہون **اقول** کاش مولف صاحب اس حدیث پر عمل کرتے لیہلک امرء عرف قدرہ یعنے جس نے اپنے مرتبہ کو جان لیا اور اپنی حد سے تجاوز نہ کیا وہ ہلاک نہوگا اب ناظرین آپ کی ان تحقیقات کو دیکھین **قولہ** سلف صالح کا طریقہ ہمیشہ سے یون جاری ہے کہ ائمہ علما سے جب کوئی مرجاتا ہے قبر پر حفاظ مقرر کرتے ہین تاکہ قرآن پڑہین **اقول** مولف نے اسکی تصریح نہین کی کہ مقرر کرنا بالاجرت مراد ہے یا شرعًا واستحسانًا مگر دلائل اونکے بظاہر سؤید جانب آخر ہین مگر یہ سب اقوال اونکو کچھ مفید نہین اسکو تو مانعین بدعت بھی جائز کہتے ہین کہ کوئی قبر پر جاکر قرآن پڑہکر میت کو بخشے دعا خیر اسکے حق مین کرے یہ تو ایک امر مستحسن ومطلوب ہی البتہ وہ طریقہ مروجہ کہ جسمین اجرت قرآن پر لینا مقصود ہوتا ہے یا تعین وتخصیص کسی نوع کی کیجاتی ہے متنازع فیہا ہے اور یہ بات اون سب اقوال سے ہرگز ثابت نہین ہوتی طلوع الثریا مین ہے واقمنا علی قبرہ سبع لیال تو کیا یہ حضرات اجرت لیکر پڑہتے تہے اور کیا انصار

لہ اور پڑہنے والے کی قبر پر اسکے لئے

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجرت کے خیال سے جایا آیا کرتے تھے اور کیا قول امام شافعی رحمہ اسکو
ثابت ہوا اور کیا حدیث بیہقی اسپر دال ہے ہرگز نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان۔
قولہ ایضاً کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم) یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی فوت ہوتا انکے قبر پر جمع
ہوتے اور بہیئت اجتماعی قرآن پڑھتے **اقول** شائد مولف کو محض تضلیل
عوام مقصود ہے دیکھو دعوی تو اجتماع کا اور سند میں یہ عبارت پیش
کرین کان الانصار اذا مات لہم المیت اختلفوا الی قبرہ
ویقرءون القرآن۔ بھلا جب اختلاف کے معنے اجتماع ہونے لگے تو ایسے
علم و فہم کو بھی سلام۔ ہاں اگر کوئی اس عبارت سے یوں اجتماع ثابت
کرنے لگے کہ انصار رضی اللہ عنہم سے دس بیس پچاس آدمی کا مجموعہ جایا آیا
کرتا تھا ایک مجموعہ گیا اور وہ جب واپس آیا تو دوسرا مجموعہ گیا اور مجموع
من حیث المجموع حکم میں مفرد کے ہوتا ہے تو اجتماع بھی صادق آگیا اور
معنے اختلاف کے بھی صحیح ہوئے تو بیچند وچوں مخدوش ہے اور قابل استدلال
نہیں اولاً اسلئے کہ جیسا اسمیں یہ احتمال ہے ویسا ہی یہ بھی تو ہے کہ انصار
فرداً فرداً لا باعتبار المجموع من حیث المجموع جایا آیا کرتے تھے واذا جاء
الاحتمال بطل الاستدلال اور ثانیاً یہ سراسر مبنی علی التکلف ہے
فلا یعباء بہ اور ثالثاً یہ کہ یہ عبارت ہرگز اسکو محتمل نہیں کہ جب کوئی انصار
میں مرتا تو دوسرے لوگ بھی سوا اہل میت کے قبر پر جاتے تھے بلکہ اس عبارت سے
تو فقط اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ فقط اہل میت زیارت قبر کے لئے آتے جاتے
تھے اور کیوں نہ جائیں اسلئے کہ میت کے متعلقین کو زیادہ صدمہ ہوتا ہے بیچارے
اوسکے فراق میں مبتلا رہتے ہیں اسلئے قبر پر زائد آیا جایا کرتے ہیں اور اسمیں
کچھ مضائقہ نہیں اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اس عبارت میں (لہم) میں ہی ضمیر جمع

لہ ہمتے انصار جب
مرتا تو وہ لوگوں کو قرآن
جلدی جلدی قبر پر اور
ع جب جمع جب اختلال
آجاے تو استدلال غلط
ہو جاتا ہے

جمع کی ہے اور (اختلفوا) یہی صیغہ جمع کا ہے اور یہ بات اپنی جگہہ پر ثابت ہے کہ جب جمع کو مقابل مین جمع کے لاتے ہین تو وہان مقصود انقسام احاد الی الاحاد ہوتا ہے پس اسوقت مین معنے اس عبارت کے یہ ہوجائینگے کہ انصار رضی اللہ عنہم مین سے جنکے یہان کسیکا انتقال ہوجاتا تو وہ اہل میت اوسکی قبر پر زیارت قبر و قرءۃ قران و دعاء مغفرت کیلئے آیا جایا کرتے تھے اور یہ مقصود ہوتا اور دوسرے لوگ بھی اوس میت کی قبر پر جاتے تھے تو اوسوقت مین (لہم) کے بدلے (لاحدہم) کہنا ضرور رہتا وہذا ہو التحقیق والیق و بالنظر الدقیق فالحمد للہ علی ما خص بی **قولہ** عینی شرح ہدایہ مین ہے ولا بأس بقرءۃ القران عند القبور **اقول** اس سے تو استدلال کا کل تو یہی جواب ہے کہ اگر عینی نے قرءۃ قران کو عند القبر جائز کہدیا تو کیا ہوا جب امام صاحب علیہ الرحمۃ نے اسکے کراہت کی تصریح و بادی پر ہونے کی بیان فرمادی کون سنتا ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین ہے وکرہ الامام القرءۃ عند القبر انتہی مگر واقعی امر یہ ہے کہ یہ مسئلہ جدا ہے اسکو مسئلہ اجارہ قرءۃ قرآن سے کچھہ بحث نہین بلکہ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ امام صاحب و امام محمد صاحب رحمہما اللہ تعالی مین اس بات مین اختلاف ہوا ہے کہ آیا قبر کے پاس قرآن پڑہنا جائز ہے یا نہین امام صاحب علیہ الرحمہ نے اسکو مکروہ فرمایا لان اصل القبر جیفۃ کما صرح بہ فی مجمع الانہر مگر چونکہ احادیث کثیرہ اسکے جواز بلکہ استحباب مین وارد تہین امام محمد علیہ الرحمہ علم کراہتہ کے قائل ہوگئے اور اسیکو فقہاء حنفیہ مفتی بہ و معمول بہا فرماتے ہین مجمع الانہر مین ہے وکرہ الامام القرءۃ عند القبر لان اصل القبر جیفۃ وکذا یکرہ القعود علی القبر لانہ اہانۃ وجوزہا ای القرءۃ عند القبر محمد رحمہ اللہ وبہ ای بقول محمد رحمہ اللہ اخذ للفتوی انتہی پس ان عبارتون کو اپنے اثبات مدعا مین لانا اور انہون سے جواز اجرت علی القرءۃ کو ثابت کرنا بجز اسکے کہ عوام کو گمراہ اور اپنے ایمان کو تباہ کرنا ہے اور کیا ہے ساذ استد

من ذلک **قولہ** برسی جسے عرس کہتے ہین اسکا جواز صاف طور پر مجموعہ
فتاوی شاہ عبدالعزیز صاحب مین ہے الخ **اقول** واہ بسم اللہ ہی غلط کیا آپ نے
برسی وعرس کا مترادف ثابت کیا ہے ابتک اپنے گھر کی باتون کی بھی خبر نہین مالفرض
اگر شاہصاحب نے اسکو جایز کہا ہو تو کیا ہوا جناب حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب
پانی پتی رحمہ اللہ علیہ کہ جنکا علم وکمال محتاج بیان نہین اور جنکو خود شاہ عبدالعزیز
صاحب علیہ الرحمہ بیہقی وقت فرماتے تھے اسکے مخالفت کی تصریح فرماتے ہین -

(و بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسی ہیچ
نکنند (الی قولہ) فقیر ازین چیزہا راضی نبود و باختیار خود کردن نداده واز کلمہ در
وختم قرآن و استغفار و ازمال حلال صدقہ بفقرا بخصوص امداد فرمایند انتہی
ہم کہتے ہین کہ اس عبارت سے شاہصاحب علیہ الرحمہ کے تو صراحۃ حرمت ان
اعراس مروجہ کی ثابت ہوتی ہے اسلئے کہ شاید کوئی ایسا عرس ہوگا جہان وہ
قبایح جنکو شاہصاحب لکھتے ہین پائے جاتے ہونگے (سوم طور جمع شدن بر قبور
انیست کہ مردمان یک روز معین نمودہ و لباسہا فاخرہ پوشیدہ مثل
روز عید شادمان شدہ بر قبرہا جمع می شوند و رقص و سرود و دیگر بدعات ممنوعہ
مثل سجود برای قبور و طواف گرد قبور می نمایند این قسم حرمت و ممنوع بلکہ
بعض بحد کفر میرسند الخ البتہ نفس تعین روز وفات کا جواز معلوم ہوتا ہے
مگر اسکا بطلان انشاء اللہ تعالی عنقریب معلوم ہوگا علاوہ اسکے عدم جواز
نفس تعین بھی خود فتاوی سے شاہصاحب علیہ الرحمہ کے صاف معلوم ہوتا ہے
مجموعہ فتاوی عزیزی مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۲ ہے سوال پختن طعام در ایام ربیع الاول
برای خدا و رسانیدن ثواب آن بروح پرفتوح حضرت سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم و یا حضرت امام حسین علیہ السلام در ایام محرم و دیگر آل اطہار

آل اطہار سید مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح ست یا نہ جواب آنست کہ
کار خود مختار ست میرسد کہ ثواب عمل خود برای ہر کہ گان با ایمان گرداند نیل
برای ایکار وقت و روز تعین نمودن باید ہے مقرر کردن بدعت ست آنے
اگر وقتی بعمل آرند کہ دران ثواب زیادہ شود مثل ماہ رمضان کہ عمل بندہ مومن
دران بہفتاد درجہ ثواب زیادہ دارد مضائقہ نیست زیرا کہ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہران ترغیب فرمودہ اند بقول حضرت امیر المومنین
علی مرتضی رضی اللہ عنہ وہر چیز کہ ہران ترغیب صاحب شرع و تعین وقت
نباشد ان فعل عبث ست مخالف سنت سید الانام و مخالف
سنت حرام ست پس ہرگز روا نباشد و اگر دلش خواہد مخفی خیرات کند در ہر روے
کہ باشد تا نمود و فشود انتہی پس باوجود اس تصریح کے کیونکر شاہ صاحب
علیہ الرحمہ کو معاذ اللہ مجوز عرس جو بلاشبہ بدعت قبیحہ بلکہ اقبح القبائح ہے
کہہ سکتے ہیں و اگر بالفرض کسی عبارت سے اونکے توہم جواز کا ہوتا بھی ہو
تو یہ تو ظاہر ہے کہ اوسوقت دونوں قولوں میں اونکے ضرور تعارض
ماننا پڑیگا اور وقت تعارض ہرگز کسی قول سے اونکے استدلال نہیں ہو سکتا
ورنہ یوہنوں بعض دیگر ون بعض کا مصداق بننا پڑیگا جیسا کہ اہل بصیرت
پر مخفی نہیں ہے اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا
وارزقنا اجتنابہ بجاہ النبی الکریم علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم آمین
قولہ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحاح ستہ میں نہ پائی گئی تو اس سے
یہ نہیں لازم آتا کہ ضعیف ہو **اقول** للہ در القائل ؎ ہر کہ بافولاد بازو
پنجہ کرد ؎ ساعد سیمین خود را رنجہ کرد ؎ اجی مولف صاحب اگر آپ جناب حضرت
مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ علیہ کے مقابل نہوتے تو کبھی ایجاد بندی

لوگ جنکے دل خوش کرنے کے لئے آپ اپنے دین و ایمان سے ہاتھہ دھوئے
بیٹھے ہین اور آیہ کریمہ یفسدون فی الارض کا جسکے تفسیر مین مولانا شاہ عبدالعزیز
دہلوی قدس سرہ معنے فساد کے تقریر فرماتے ہین دوم انکہ رسوم بد و بدعات
قبیحہ را بتعمیم مردم در مال و انعام و احسان در مبتدعان و فاسقان رائج
می کنند انتہی خیال نہین کرتے اور اپنے کو اس قول کا اعطی دیۃ واخذ اجرۃ
کا مصداق بناتے ہین مولوی نہ کہتے آپکو مولانا قدس سرہ کا مقابلہ کے بغیر کیا ہوا
جاتا تہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ اچھوٹا منہ و بڑی بات اب ناظرین باانصاف
شاہصاحب علیہ الرحمہ کی عبارت کو دیکھین اور مولف کے جواب کو اوسپر منطبق
کرین بعد تقبیل ما السق و ماشحمہ و مارجل الجراد و مالحمہ قال مولانا علیہ الرحمہ و بعضی مردم
کہ بجواز اعراس دلیل می آرند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سر سال بر سر زیارت
قبور شہداء احد رفتہ اند کہ یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول پس جوابش
اینست کہ اول این حدیث از صحاح نیست کہ محل سخن نباشد بلکہ از ان کتب
ست کہ در آن کتب حدیث ہر قسم صحیح و حسن و ضعیف بلکہ موضوع ہم یافتہ می شود
کما نقل السیوطی عن ابن جریر عن محمد بن ابراھیم قال کان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول السلام
علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار انتہی در کتاب ابن جریر احادیث ہر قسم
موجود اند پس مجرد نزد محدثین این حدیث متصل الاسناد مرفوع ہم نیست
پس نزد ایشان صحیح نباشد و قطعا یقین بر صحت آن نشد در مقام استدلال
بر جواز شے و عدم آن اوردن نشاید زیرا کہ صحت حدیث در استدلال
ضرور ست انتہی کلامہ الشریف پس اب کوئی اہل فہم کہے تو سہی کہ مولف کا
جواب کسقدر قابل التفات ہے مولانا تو فرماتے ہین نزد محدثین این حدیث

این حدیث متصل الاسناد مرفوع نیست پس نزد ایشان صحیح نباشد
اور مولف صاحب لیتے ہین کہ صحاح ستہ مین نہ ہونے سے لازم نہین آتا
کہ یہہ حدیث ضعیف ہو سبحان اللہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان اور
اور دوسرے مولانا علیہ الرحمہ کے اس قول سے کہ اول این حدیث از صحاح ستہ
کہ محل سخن نباشد کہ یہہ مراد ہے کہ یہہ حدیث صحاح ستہ مین نہین ہے کیا غیر صحیحین
کی حدیثین جیسے ترمذی ابن ماجہ وغیرہ سب ہی صحیح ہین کہ اونکی احادیث
مطلقا محل کلام نہون اتکی سیکڑون احادیث کی محدثین نے تضعیف
کی ہے بلکہ بعضون نے تو ابن ماجہ کے بعض احادیث کو موضوع تک کہا ہے
کما لا یخفی علی ادنی الفہمی پس یہہ مولف کا یہہ جواب دینا بنا فاسد علی الفاسد ہے
اور ثالثا مولف کا اس حدیث کی تصحیح مین عبارت گلزار ہدایت مولوی
صبغۃ اللہ مدراسی مرحوم مغفور کو نقل کرنا عجب العجاب ہے نعوذ باللہ من سوء الفہم
اب اہل علم مولویصاحب کے استدلال کو دیکھین ابن حجر مکی نے کتاب
حسن توسل مین واقدی سے جو روایت مذکور ہوئی واقدی کا نام جھوڑکے ابن جلیح
وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہہ نہین لکھا کہ اس حدیث کو کسنے روایت کیا مگر جب
ابن حجر نے اس حدیث کو روایت کیا اور شہداء احد کی زیارت مین اس
دعا کے پڑہنے پر استدلال کیا تو اس سے ظاہر ہوا کہ یہہ حدیث اونکے نزدیک
قابل حجت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر سال جو زیارت کرتے ہین اسکی اصل
شرع مین ہے انتہی واضح ہو کہ حجت ہونا اور چیز ہے اور مؤید ہونا اور شی اور حدیث
ضعیف مؤید تو ہو سکتی ہے مگر فی نفسہ اوس سے کوئی امر ثابت نہین ہو سکتا
پس اگر علامہ ابن حجر نے تائید مین اوس حدیث کو ذکر کیا ہو تو اوس
سے لازم نہین آتا کہ وہ اونکے نزدیک صحیح و مستقل فی الحجیۃ بھی ہو پس تعین

یوم وفات جو مطلق زیارت سے امر زائد ہے اوسکا استحباب یا جواز ان روایات
ضعیف مجہولہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا - اور مولانا قدس سرہ نے جو یہ لکھا -
وحاصل اینست کہ مدلول حدیث ہمین قدر ہست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
برای زیارت قبور شہداء احد تشریف می بردند پس دلالت حدیث فقط بر زیارت
قبور شد و آنرا کسی منع نمی کند و عرس کردن امری زائد ہست کہ فقط در ہر ہفتہ یا
در ہر ماہ یا بعد مدتے برای زیارت قبور رفتہ باشد آنرا ہرگز عرس نخواہند گفت
الخ اہل حق کے نزدیک اسکی حقیقت اظہر من الشمس ہے جسکو تھوڑا بھی فہم و انصاف ہوگا
اور وہ پاس طریقہ آبائی و تعصب و عناد کو راہ ندیگا وہ ہرگز اسکے حق ہونیمین شک
نہیں کرسکتا رزقنا اللہ تعالی عقلا و قلبا سلیما آمین - اور ایک اوسکی صحت اور حقیت
کی واضح دلیل یہ ہے کہ تمام فقہا و محدثین رحمہم اللہ تعالی استحباب زیارت قبور شہداء
احد رضوان اللہ علیہم و علینا اجمعین کی تصریح فرماتے ہین اور ان روایات کو
بھی ذکر کرتے ہین مگر آجتک کسی نے یہ نہین لکھا کہ سر سال پر جانا اور اونکی زیارت
کرنا مستحب و اولی ہے یہ تو لکھتے ہی ہین کہ اگر بخشنہ کا دن میسر ہوجاوے تو اسدن زیارت
کو جانا افضل ہے یہ نہین لکھا کہ اگر تاریخ وفات اونکی میسر ہوجاوے تو اسدن جانا
افضل ہے الخ پس جب بقول مورد حدیث کی اولویت کے قابل نہین تو دوسری طلبہ
اوس سے اولویت یا جواز تعین کیونکر ثابت کرسکتے ہین مراقی الفلاح شرح نور الایضاح
مین ہے و یزور شہداء احد و ان تیسر یوم الخمیس فہو حسن و یقول سلام
علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار انتہی اور شرح لباب المناسک للاعلی قاری
حنفی مین ہے و یستحب ان یزور شہداء جبل احد لما روی ابن ابی شیبۃ
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشہداء باحد علی راس کل
حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (الی قولہ) والافضل

ف۱ اور زیارت کری شہداء احد کی رجب المبارک مہم اور اگر میسر ہوجائے جمعرات کا دن تو بہتر ہے اور کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

ف۲ اور مستحب ہے کہ زیارت کرے شہداء جبل احد کی ہر سال اور کہے جو حدیث کتاب ابن ابی شیبہ سے ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال تشریف لاتے تھے قبور شہداء کی

والافضل وفی نسخة ویستحب ان یکون ذلک ای وقت زیارتهم یوم الخمیس
اور علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم مین لکھتے ہین یسن له ان یاتی مستطهر اقبور الشهداء
باحد ویبدء السید الشهدا حمزة رضی الله تعالی عنه (الی قوله) والافضل
ان یکون ذلک یوم الخمیس الخ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مدارج النبوۃ
مین لکھتے ہین واز ابی فروہ رضی اللہ عنہ مرویست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
روزے زیارت قبور شہدا را احد کرد و گفت ای خدا منرای پرستش بدرستی
و راستی بندہ تو و رسول تو گواہ ست کہ این جماعت در طلب رضای تو
شہید شدہ اند و بعد ازان فرمود ہر کس الیشانرا زیارت کند و تحیت و سلام
کند مر الیشانرا ایشان جواب وی گویند تا روز قیامت و منقولست کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بزیارت شہدا احد رفتے و گفتی السلام علیکم بما
صبرتم و نعم عقبی الدار و بعد ازوے ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما ہمین سبیل
مسلوک می داشتند و فاطمہ خزاعیہ گفت کہ روزے در صحرای احد می گذشتم
گفتم السلام علیکم یا عم رسول اللہ و از شنیدم علیک السلام و رحمة اللہ و برکاتہ
انتہی اور نیز شیخ دہلوی علیہ الرحمہ جذب القلوب مین تحریر فرماتے ہین در خبر ست
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر سر ہر سال بر قبور شہدا احد می آمد و میفرمود
سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار از ابن عمر رضی اللہ عنہ منقولست کہ گفت ہر کہ
برین شہدا گذرد و بر الیشان سلام فرستد الیشان تا روز قیامت بروے
سلام فرستند انتہی اور شیخ دہلوی نے جو اپنے شیخ عبدالوہاب متقی رحمہما اللہ کا
قول و باب عرس کے ماثبت بالسنة مین نقل کیا ہے کہ لم یکن فی زمن السلف
شی من ذلک وانما هو من مستحبات المتاخرین انتہے صریح مثبت مدعا ہے
اسلئے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم کا جانا ایسکا نام عرس

تو پھر عرس کا زمن سلف میں کچھ نہ ہونے کیا معنے - بلکہ یہ انکار اور کتاصریح مثبت عدم ثبوت روایات مذکورہ ہے فضلا عن الصحۃ کما لا یخفی علی اہل الفہم اور کیونکر ان روایات سے استدلال کر سکتے ہیں اسلئے کہ یہ روایات بعض تو کتب طبقہ ثالثہ کے ہیں یا اکثر کتب رابعہ کی اور ان کتابوں کا حال یہ ہے جنکی ائمہ حدیث نے تصریح کی ہے

قال مولانا الشاہ ولی اللہ فی حجۃ اللہ البالغۃ واما الثالثۃ فلا یباشرھا العمل علیہ والقول بہ الا الحاریر والجہابذۃ الذین یحفظون اسماء الرجال وعلل الاحادیث نعم ربما یوخذ منھا المتابعات والشواھد وقد حمل اللہ لکل شیء قدرا واما الرابعۃ فالاشتغال بجمیعھا او الاستنباط منھا نوع تعمق من المتاخرین وان شئت الحق فطوائف المبتدعین من الرافضۃ والمعتزلۃ وغیرھم یتمکنون بادنی عنایۃ ان یلخصوا منھا شواھد مذاھبھم فالاستضار بھا غیر صحیح فی معارک العلما بالحدیث اور مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ عجالہ نافعہ میں احادیث طبقہ ثالثہ کے نسبت لکھتے ہیں واحادیث صحیح وحسن وضعیف بلکہ متہم بالوضع نیز دران کتب یافتہ می شود در رجال آن کتب بعضی موصوف بعدالت اند وبعض مجہول واکثر آن احادیث معمول بہ نزد فقہا نشدہ اند بلکہ اجماع برخلاف انہا منعقد گشتہ انتہی اور اوسمیں ہے وطبقہ رابعہ احادیثیکہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود ومتاخران از روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند وانہا را اصلی نیافتہ اند تا مشغول بروایت انہا می شدند یا یافتند ودران قدحی وعلتی دیدند کہ باعث شد ہمہ انہا را بر ترک روایت آنہا وعلی کل نظر بریں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی بآنہا کردہ شود واین قسم احادیث را ہیچ از محدثین نزدہ ست وبجہت کثرت

ط دریا الصدق مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغۃ احادیث طبقہ ثالثہ پس ایسی احادیث پر عمل کا کیا ذکر اور ان پر حکم کا کیا ذکر بلکہ ان کتابوں کا حال یہ ہے جنکی ائمہ حدیث نے تصریح کی ہے اسماء رجال اور علل احادیث کو الحاریر والجہابذۃ کہا ہے احادیث کو الذین یحفظون اسماء الرجال وعلل الاحادیث کہا ہے پس ان کتابوں میں احادیث متابعات وشواہد ہونا اور بھی مشکل ہے کیا ہے ایسے پر حیرت کا ایسے مرتبہ پر رجال احادیث طبقہ رابعہ کی پس ثبوت اون کے ساتھ اور کہاں لاحق ہوا اون کے ساتھ محض خلو ہونا کا اون سے ہمارے چاہنے کی بات نہیں کا ذکر جو ہم نے بات کی ہے تو ذکر ردوقبول کی ہے نہ ثبوت کی اس میں اون کے ساتھ ہمارے کچھ کام نہیں کہ ثابت ہونا ہمارا ہے ہمارا کام ہے کہ ثابت نہ ہونا ہمارا ہے ہمارا کام ہے پس

کثرت طرق این احادیث که درین قسم کتب موجود اند مغرور شده حکم بتواتر
انها نموده اند و در مقام قطع یقین بدان تمسک جسته بر خلاف احادیث
طبقات اولی و ثانیه و ثالثه مذهبی برآورده اند و درین قسم احادیث کتب
بسیار مصنف شده اند برخی را بشماریم کتاب الضعفا لابن حبان و
تصانیف الحاکم و کتاب الضعفا للعقیلی کتاب الکامل لابن ابی عدی
تصانیف ابن مردویه تصانیف خطیب تصانیف ابن شاهین تفسیر
ابن جریر فردوس دیلمی بلکه سائر تصانیف اوالی قوله و مایه تصانیف
شیخ جلال الدین سیوطی رحمه الله در رسائل و نوادر خود همین کتابها بهاست
و اشتغال باحادیث این کتب و استنباط احکام از آنها لاطائل بمنزله
انتهی و التفصیل فی المطولات لیس البحث عنه من شان المختصرات
خلاصه کلام به که به روایات هرگز قابل استدلال نهین هین ان سے
اثبات عرس وغیره کسیطرح جائز نهین والله اعلم **قوله** صفحه
ابن حجر مکی نے الخ **اقول** اگر یه حدیث قابل احتجاج بهی تسلیم کر لیجاوے
تو کیا اس سے عرس ثابت هو جائیگا رسول الله صلی الله علیه وسلم و
خلفاء راشدین رضی الله عنهم کا تشریف لیجانا کیا بروجه اجتماع
تها هرگز نهین و من ادعی فعلیه البیان دیکهو دعا کرنا رفع طاعون
کیلئے اگرچه وحدانا جائز هے مگر مجتمع هونا اور اجتماع کرنا اس کے لئے
بدعت و ممنوع هے چنانچه علامه حموی رحمه الله تحت مین قول اشباه
کے و صرح به ابن حجر بان الاجتماع للدعا برفعه بدعة
کس شد و مد کیساتهه اس اجتماع کو بدعت فرماتے هین **اقول** صفحه ۲۶۶ ما قال
ابن حجر هو الحق لا مریه فیه فان تعریف البدعة صادق

۱ له اور رفع هم کی ابن
حجر سے کوئی بهی دعا کرنا
واسطے رفع طاعون کے
۲ له انتها طاعون میں
ابن حجر سے دعا کرنا
ثابت هوا و قبل اجتماع
نهین
یه عرس اسے کیونکر
ثابت هوا
انتهی

علیہ انتہی اور دعاء کرنا بروز عرفہ اگرچہ انفراداً جائز ہے مگر اسکے لئے بھی اجتماع
کرنے کو اکابر دین منع فرماتے ہیں فی الباعث قال الطرطوسی رح
فاعلموا رحمکم اللہ ان ھولاء الائمۃ علموا ان افضل الدعاء
یوم عرفۃ ولکن علموا ان ذلک بموطن عرفۃ لا فی غیرھا ولا صنعوا
من حلے نفسہ فحضرتہ نیۃ صادقۃ ان یدعوا اللہ تعالی وانما
کرھوا الحوادث فی الدین وان یظن العوام ان من سنۃ
یوم عرفۃ الاجتماع بسائر الآفاق والدعاء فیتداعی الامر الی
ان یدخل فی الدین ما لیس منہ انتہی پس گرچہ بالفرض نفس
زیارت علی التعیین مشروع ہو مگر یہ اجتماع خالی از احداث فی الدین
نہیں ہے اور اگر بروز معین دو ایک آدمی زیارت قبر کو جائیں اوسکو
کوئی عرس نہیں کہتا پس فقط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصحابی رضی اللہ
عنہم کے بروز معین زیارت کرنیسے عرس کیونکر ثابت ہوگا اسلئے کہ
حقیقۃ عرس میں ماخوذ دو چیزیں ہیں اجتماع اور تعین یوم وفات پس ثبوت
جزو واحد سے ثبوت کل نہیں ہوسکتا کما ھو المقرر ان انتفاء الجزء یستلزم
انتفاء الکل اور حق تو انشاء اللہ یہ ہے کہ اس کل حول سے ادلہ حقیقی سمجھنا
محض خلاف محاورہ وعرف عام وخاص وسنانی سنۃ کلام ہے دیکھو عرف میں
برابر بولتے ہیں کہ فلاں کام شروع سال سے ہو رہا ہے فلاں واقعہ شروع
سال میں پیش آیا فلاں شخص شروع سال سے مریض ہے اور عرفاً ہرگز اس سے
ابتداء حقیقی یعنے محرم کی پہلی تاریخ مراد نہیں ہوتی اور نہ عرفاً یہ سمجھا جاتا ہے
بلکہ محض مراد اوس سے ابتداء تحقیقی اور نفی شدت تاخیر ہوتی ہے پس حدیث
میں جو آیا ہے یزورہ شھرا احد علی راس کل حول یہاں بھی انشاء اللہ تعالی اوس

۵ وفیہ ایضاً طرطوسی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
اماموں نے نہایت کوشش کی
ہو بروز عرفہ افضل ہے
مگر بعد اسکے کہ یہ حکم ظاہر عرفات
کے لئے ہے شہروں
ہیں اور منع کیا انہوں
نے اوس کو جو چاہے کہ
ہو اوس
سے اور دعا کرے اللہ تعالیٰ
اوس سے اور محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ
اوس کو اس سے
مین اور اسی کو گمان کرے
عوام کہ
جمع ہونا ہے بروز عرفہ
اور دعا کرنا اس پر
یہاں تک کہ دین
ہو جائے دین میں سے
۵ پہلا کہ
ہو سنت کے برابر
ہو جاتا ہے

اوس سے بھی مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیارت شہداء احد رضی اللہ عنہم
کیلئے ہر سال شروع سال مین تشریف لیجاتے تھے اور زیادہ تاخیر ہونے پاتی تھی اگرچہ آپکا جانا
باختلاف الایام والاوقات ہوتا ہو یعنی کبھی پہلی محرم کو تشریف لیجاتے ہون اور
کبھی دوسری کو کبھی پانچوین کو کبھی سوین کو علی ہذا القیاس اسلیئے بعض رواۃ
مین علی راس کل حول ہے اور بعضون مین فی کل حول اسلیئے کہ مقصود تو ابتداء احتفالی
ہے ہی نہین پس کسی نے علی راس کل حول کہا اور کسی نے فی کل حول۔ لاتحاد المقصود
فتدبر بل الحق لا یحاد عنہ کما لا یخفی علی من لہ ذوق صحیح پس ان روایتون سے
اثبات عرس وجواز تعین یوم وفات کرنا بعید از فہم ہے اور جب کل کا لفظ مشترک
ہے بعض کے معنون مین بھی استعمال ہوتا ہے* تو پھر کل حول سے عموم یقینا ثابت
نہین ہوسکتا اور صحت استدلال کے لئے رفع احتمال ضرور ہے پس کبھی ہر سال
پر جانے سے جواز دوام ثابت نہین کرسکتے **قولہ** صفحہ علاوہ اسکے محل فضائل
اعمال مین حدیث ضعیف پر بھی عمل جاری ہے **اقول** سبحان اللہ کہان
فضیلت اعمال اور کہان اثبات جواز عرس بہرکیف حدیث ضعیف پر عمل
کرنیکے چند شرطین ہین فی الدر المختار شرط العمل بالحدیث الضعیف
عدم شدۃ ضعفہ وان یدخل تحت اصل عام وان لا یعتقد سنیۃ
ذلک الحدیث انتہی اور شامی مین ہے ص ۱۲۳ ج ۱ قولہ وان لا یعتقد سنیۃ
ذلک الحدیث ای سنیۃ العمل بہ انتہی اور مدخل مین ہے لان ھذہ
الاحادیث الواردۃ فی فضائل الاعمال بالسند الضعیف قد قال
العلماء فیھا انہ یجوز العمل بھا ولکنہا لا تفعل علی الدوام فانہ اذا
عمل بھا ولو مرۃ واحدۃ فی عمرہ فان یکن الحدیث صحیحا فقد امتثل
الامر بہ وان یکن الحدیث فی سند لا مطعن یقدح فیہ فلا یضرہ

* کما فی فتح الارب

ما فعل لانہ انما فعل خیرا ولم یجعلہ شعیرۃ ظاہرۃ من شعائر الدین
کفیام رمضان وغیرہ انتہی اور اوسین دوسری جگہہ ہے فعلی ضعفہ
فذلک جائز لہ مالم یلزم علیہ انتہی پس اب دیکھو کہ قطع نظر اور شرائط کے
شرط ثالث تو بالکل ہی آجگہہ مفقود ہے کیا مجال ہے کہ کبھی مبتدعین سے عرس
چھوٹ جاے اگر عمر بھر کی نماز و روزہ چھوٹ جاے تو کچھہ مضائقہ نہین اعاذنا اللہ
من ذلک امرا و مشائخ کا مسجد مین نماز کے لئے جاتے ہوئے تو پیر ٹوٹتا ہے اور
عرس کے لئے سیکڑون کوس ہزارون روپے خرچ کرکے جانا دشوار نہین ہوتا
فتدبر اور دوسرے مطلق زیارت قبر کے فضائل و استحباب بیشک احادیث
کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہین پس روایت بھی غایۃ مافی الباب بر تقدیر تسلیم مؤید
اونکی سمجھی جائیگی نہ مثبت امر زائد واگر کوئی اس سے فضیلت و اولویۃ زیارت
یوم مخصوص کی ثابت کرنے لگا تو اوسکو یہ کہنا پڑیگا کہ اس دن زیارت قبر
بہ نسبت اور دنون کے افضل ہے اور اسوقت یہ حدیث ضعیف معارض احادیث
صحیحہ کی جو مثبت مساواۃ ہین ہو جائیگی پھر یہ حدیث ضعیف بوجہ مخالفۃ احادیث
صحیحہ مقبول نہ ہیگی و مردود ہو جائیگی کما لایخفی علی اولی النہی **قولہ** ضعف حدیث کے بسبب
جو مجمل ہونیکا دعوی کیا گیا یہ بھی صحیح نہین ہے اسلئے کہ کتب احادیث سے پایا جاتا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین طریقہ اعداد سنین کا محرم الحرام سے نہ تھا
بلکہ یہ امر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین بمشورہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
قرار پایا علامہ سیوطی رسالہ شماریخ فی علم التواریخ مین لکھتے ہین اول من کتب
التاریخ عمر سنتین ونصف من خلافتہ فکتبہ لست عشر من المحرم
بمشورۃ علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ پھر خواہ مخواہ مصداق حدیث کا معنی
ثانی ہے **اقول** وبستین بہلا بتلا دو سہی یہ کس حدیث سے معلوم ہوتا ہے

لہ پس بر تقدیر ضعف کے اونکو عمل کرنا جایز نہیں جبتک نمبر ۱ و ۲ مفقود نہ ہو

لہ اول سنہ کے تاریخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے ادنائی برس پر مشورہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سولہوین محرم سے لکھی ہے ۱۲ منہ

ہوتا ہے اور جس حدیث سے معلوم اوسکو ذکر کرنے سے کون مانع ہوا اگر زبانی
دعوی تو بہت آسان ہے اب ہم انشاء اللہ تعالی تمام کتب لغت و سنہ
احادیث و تفسیر و بھی دلائل عقلیہ سے ثابت کئے دیتے ہین کہ محرم اول شہور
عرب ہے اور زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین و قبل زمانہ اسکے بھی شروع سال
محرم ہی تہا کتب لغۃ صحاح النیر مین ہے و باسم المفعول سمی الشہر
الاول من السنۃ و ادخلوا علیہ الالف واللام لمحل الصفۃ فی الاصل
و جعلوہ علما بہا مثل النجم والدبران ونحوہ انتہی صحاح جوہری مین ہے
والمحرم اول الشہور مختار الصحاح مین ہے والمحرم اول الشہور صراح مین ہے
محرم اول دوازدہ ماہ عرب و سرسال نفائس اللغات مین ہے محرم ماہ
نخستین از ماہہای تازی اور صاحب منتہی الارب لکہتے ہین محرم معظم (الی قولہ)
و نام ماہی از دوازدہ ماہ عرب کہ سرسال ست انتہی اب کتب تفاسیر کو
دیکہو کہ اون سے کس شد و مد کے ساتہ محرم کا اول شہور ہونا ثابت ہوتا ہے
صاحب تفسیر سراج المنیر ایہ کریمہ ان عدۃ الشہور اثنا عشر شہرا کی تفسیر
مین لکہتے ہین والمحرم بتشدید الراء المفتوحۃ سمی بذلک لتحریم القتال
فیہ وقیل لتحریم الجنۃ فیہ علی ابلیس ودخلتہ اللام دون غیرہ من الشہور لانہ
اولہا فعرفوہ کانہ ہذا الشہر الذی ابتداء اول السنۃ انتہی تفسیر خازن مین ہے
قولہ تعالی اثنی عشر شہرا ھی المحرم و صفر وربیع الاول وربیع الاخر
وجمادی الاولی وجمادی الاخر ورجب وشعبان ورمضان وشوال
وذا القعدہ وذا الحجہ وہذہ الشہور لسنۃ القمریۃ التی ہی مبنیۃ علی سیر
القمر فی المنازل وہی شہور العرب التی یعتد بہا المسلمون فی
صیامہم ومواقیت حجہم وسائر امورہم واحکامہم انتہی اور سیوطی

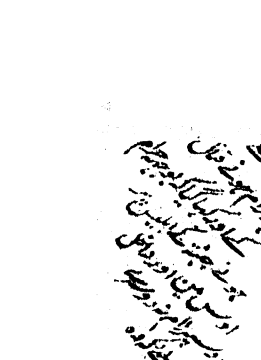

جمادی الاخر جمادی الاخر
شعبان رجب
شوال رمضان
ذی القعدہ شوال
ذی الحجہ ذی القعدہ
قمری سن کے مہینے ذی الحجہ
معنی مین سیر قمر کے
منازل مین اور یہ مہینے
عرب کے وہ ہین جنکا اعتبار
کرتے ہین مسلمان اپنے
روزے اور اوقات حج
اور تمام امور اور احکام
مین انتہی ۱۲

تفسیر سراج المنیر للخطیب الشربینی میں بھی ہے اور صاحب تفسیر تیسیر الرحمن تحریر
فرماتے ہیں منها اربعة حرم ذو القعدة وذو الحجة والمحرم والرجب
ليكون ثلث السنة تعليما للتحليل الذي هو مقتضى سعة الرحمة على
التحريم الذي هو مقتضى الغضب فجعل اول السنة واخرها هو المحرم
وذو الحجة وما لم يكن له وسط صحيح اخذ الاول النصف الاخر
وهو رجب فبقي من الثلث شهر فاخذ قبل الاخر وهو ذو القعدة
ليكون مع اخر السنة المتصلة باولها وترا وبقي وتريه رجب
فتم السنة على التحريم باعتبار اولها واخرها واوسطها مع تذكر
وتريته الحق الموكد للتحريم انتهى اور اسی طرف علامہ ابن حجر حاشیہ
بیضاوی میں اشارہ فرماتے ہیں قول واحد فرد وهو رجب الفراده
ووقوعه في اثناء الشهور التي هي غير الاشهر المحرم وثلثه سردا
متوالیات انتهى اگر کوئی بعض مفسرین کے قول سے ان عبارات کا معارضہ
کرنے لگے اور یوں کہے کہ علامہ قنوی حاشیہ بیضاوی میں لکھتے ہیں وقيل
اولها رجب فيكون من عامين لكن السردية واضحة فيه كما
فيما اختاره المصر رحمه الله لكن اورد عليه ابن المنير كما نقله عنه
بعضهم هذا انما يتمشى على ان اول السنة هو المحرم وهو حادث
في زمن عمر رضي الله تعالى عنه وكان يورخ فيه قبله بعام الفيل
ثم ارخ في صدر الاسلام بربيع الاول فتامل انتهى تو اولاً اوسکا جواب
یہ ہے کہ یہ اعتراض ابن منیر کا ہرگز صحیح نہیں ہے جیسا کہ گذر چکا وسیجئ مزید تحقیقہ
ان شاء اللہ تعالی وغالبا اسی جانب علامہ قنوی رحمہ اللہ نے فتامل سے
اشارہ فرمایا ہے واللہ اعلم بمراد عبادہ وغالبا ابن منیر کو بعض روایتوں سے

روایتوں سے دھوکہا ہوگیا ہے جسکو ائمہ حدیث نے بوجہ ضعف وخلاف مشہور ہونیکے رد کردیا ہے۔ قسطلانی شرح بخاری میں ہے (صفحہ ۲۰۹ ج ۲) واما الابتداء تاریخ الاسلام فروی عن ابن شہاب الزہری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینہ امر بالتاریخ فکتب فی ربیع الاول رواہ الحاکم فی الاکلیل لکن قال فی الفتح انہ معضل والمشہور خلافہ انتہی اور فتح الباری میں بعد والمشہور خلافہ کے ہے۔ کما یاتی وان ذلک کان فی خلافۃ عمر انتہی یعنے (جیسا کہ قریب آتا ہے اور تحقیق یہ تاریخ ہوئی خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ میں) علاوہ اسکے ہم انشاء اللہ ثابت کردینگے کہ یہ روایت بھی اور روایات کے موافق اول سنہ ہونیمیں مخالف نہیں ہے بلکہ بمعنی اختلاف ایک امر ہے وثانیا مدعا حضرت مولانا شاہ اسحٰق صاحب علیہ الرحمہ کا ثابت ہے اسلیے کہ اب بھی یہ نہیں متعین ہوا کہ راس حول سے مراد یا ربیع الاول ہے یا یوم وفات قدیر والتفت الی الامر خرفات اب ذرا کتب احادیث کو بھی ملاحظہ کرلیجے تاکہ مولف صاحب کے دعوی کی قسطلی اہل حق پر خوب کھل جائے فتح الباری میں ہے (صفحہ ۲۰۹ ج ۲) روی ابن خثیمہ من طریق ابن شیرین قال قدم رجل من الیمن فقال رایت بالیمن شیئا یسمونہ التاریخ یکتبونہ من عام کذا وشہر کذا فقال عمر ہذا حسن فارخوا فاجمع علی ذلک قال قوم ارخوا بالمولد وقال قائل للمبعث وقال قائل من حین خرج مہاجرا وقال قائل من حین توفی فقال ارخوا من خروجہ من مکۃ الی المدینۃ ثم قال بای شہر نبدء فقال قوم من رجب وقال قائل من رمضان فقال عثمان ارخوا المحرم فانہ شہر حرام وہو اول السنۃ ومنصرف الناس من الحج انتہی اور اوسی میں ہے قولہ مقدمہ ای زمن قدومہ ولیس

شهر قبل وهمه لان التاريخ انما وقع من اول السنة انتهى ای شرح بخاری
میں ہے اما ابتداء تاریخ الاسلام ففیه اختلاف ایضا وروی الحافظ
ابن عساکر فی تاریخ دمشق عن انس ابن مالك انه كان التاريخ من
مقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فی ربيع الاول فارخوا
عن ابن عباس قدم النبی صلى الله عليه وسلم المدينة وليس لهم تاريخ
وكانوا يورخون بالشهر والشهرين من مقدمه فاقاموا على ذلك
الى ان توفی النبی صلى الله عليه وسلم وانقطع التاريخ ومضت ايام
ابی بكر على هذا واربع سنين من خلافة عمر على هذا ثم وضع التاريخ
قال ابن عباس لما عزم عمر على التاريخ جمع الصحابة واستشارهم فقال
سعد ابن ابی وقاص ارخ لوفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال
طلحة ارخ لبيعته وقال على ابن ابيطالب ارخ لهجرته فانها فرقت بين
الحق والباطل وقال الحرون لمولده وقال قوم لنبوته وكان هذا فی
سنة سبع عشرة من الهجرة وقيل فی سنة ست عشرة واتفقوا
على قول على رضی الله عنه ثم اختلفوا فی الشهور فقال عبد الرحمن بن عوف
ارخ لرجب فانه اول الاشهر الحرم وقال طلحة من رمضان لانه شهر
الامة وقال على من المحرم لانه اول السنة انتهى اور نیز علامہ عینی رحمہ اللہ
فرماتے ہیں قال الكرمانی فان قلت قدومه المدينة كان فی ربيع الاول
فلم جعلوا ابتداءه من المحرم قلت لانه اول السنة او لان الهجرة
من مكة كانت فيه انتهى فائدہ اس جاننا چاہئے کہ تاریخ کسکو کہتے ہیں
اور اوسکے کیا معنے ہیں غیاث اللغات میں ہے۔ تاریخ وقت چیزی پدید کردن
از تخت و در اصطلاح تعیین کردن ابتدائی را از ابتداء امر عظیم و قدیم مشهور تا ظهور

باظہور امر ثانی کہ عقب اوست تاکہ دریافتہ شود زمانہ آیندہ دیگر عدت ظہور امر
ثانی بلحاظ نسبت بُعد مدت امر قدیم مشہور ست اول انتہی پس اب واضح ہو گیا
کہ ان روایات مین اگر اختلاف ہی تو فقط تعین تاریخ مین کہ ایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ مین کوئی تاریخ تہی یا نہین واگر تاریخ تہی تو ربیع الاول سے
تہی یا جو زمانہ قدوم میمنت لزوم تہا یا کسی اور سے مگر روایات سابقہ سے محقق
بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے عہد شریف
مین کوئی تاریخ نہین تہی تاریخ جو مقرر ہوئی تو عہد خلافت مین سیدنا
عمر رضی اللہ عنہ کے اور یہی مطلب عبارت شمارِ تاریخ کا ہے اور اس امر مین ہرگز
اختلاف نہین ہے کہ محرم سے شروع سال تہا یا کسی دوسرے مہینہ سے
بلکہ روایات حدیث سے قاطبتہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ شروع سال ہمیشہ
محرم ہی تہا اسلئے کہ محرم کا ابتداء سال ہونا اگر امر حادث تہا تو پھر حضرت
عثمان و علی رضی اللہ عنہما نے پہلے ہی یہ کیسے فرمایا کہ تاریخ محرم ہی سے مقرر
کیجاے اسلئے کہ وہ ابتداء سال ہے الخ اور اگر بالفرض کسی اور مہینہ سے
بہی سال شروع ہوتا تو یہ کچھ مضر نہین ہے کما مر فتدبر۔ اب مین ایک
عبارت جنتری ۱۸۹۴ء مطبوعہ جام جہان نما واقع کلکتہ کی مزید توضیح کے لئے
جو صراحۃً مثبت مدعا ہے نقل کرتا ہون (سنہ ہجری روز پنجشنبہ غرہ محرم
سالیکہ دران حضرت رسول خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
از مکہ معظمہ بمدینہ منورہ ہجرت فرمودہ بودند و ہجرت بتاریخ ۸ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ
واقع شدہ بود لیکن چون از ایام قدیم دران ملک ابتداء سال از ماہ محرم
مقرر بود بنابر سال ہجری را از غرہ محرم قرار دادند انتہی اور فتاوی عزیزی صفحہ ۱۷۲ میں ہے
وفضل المحرم من حیث انہ فاتحۃ السنۃ انتہی۔ دلائل قویہ نقایہ سے تو

بفضلہ تعالی محرم کا اول شہور ہونا تمام عرب مین ثابت ہوگیا اب ہم اوسکو
چند براہین عقلیہ سے بھی بعونہ تعالی ثابت کئے دیتے ہین فافہم وغتنم
دلیل اول پہلے ضمن مین نقل روایات کے محرم کا علم ہونا معلوم ہوچکا ہے پس
اب ہم پوچھتے ہین کہ محرم قبل عہد خلافت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے باعلم
مہینہ کا ہوگا یا نہین تقدیر ثانی باطل بالبداہۃ ہے و بر تقدیر اول یا علم کسی
خاص مہینہ کا ہوگا یا شہر من الشہور کو محرم کہتے ہونگے شق ثانی منافی علمیۃ
ہے اسلئے کہ علم کے لئے تخصیص و تعین ضروری ہے و بر تقدیر اول یا وہ ماہ مخصوص
اول شہور سال ہوگا یا اوسط یا آخر بر تقدیر اول مدعا ثابت ہے اور شق ثانی و ثالث
مطالب بالدلیل **دلیل ثانی** یہ بارہ مہینے محرم صفر ربیع الاول وغیرہ قبل زمانہ
خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ مرتب تھے یا غیر مرتب بر تقدیر اول آیا وہ ترتیب عین
ترتیب موجودہ تھی یا نہین بر تقدیر اول مدعا ثابت ہے اور شق ثانی یعنے انتفاء عینیت
و بسیط ادعاء عدم ترتیب مقتضی بیان فمن ادعی فعلیہ اثبات الدعوی اگر کوئی
یہ شبہ کرے کہ اس دلیل سے بسقدر ثابت ہوا کہ پہلے بھی عرب مین یہ مہینے اسی
ترتیب سے تھے کہ محرم کے بعد صفر اوسکے بعد ربیع الاول الی غیر ذلک
مگر اس سے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ شروع سال محرم ہی سے تھا ہوسکتا ہے کہ ابتداء
سال ذیقعدہ یا ذی الحجہ سے ہو اور ترتیب بھی باقی رہے کہ مثلا محرم بعد
ذی الحجہ و قبل صفر کے واقع ہو فاین المدعا تو اولا ہم یہ کہینگے کہ یہ محض احتمال
عقلی ہے اور ثبوت اولیت اول شہور مبنی بر نقل اور وہ بفضلہ تعالی پہلے
باحسن وجوہ ثابت ہوچکا پس یہ احتمال ناشی عن غیر دلیل ہرگز مضر نہین
ہوسکتا و ثانیا بالفرض اگر محرم سے ابتداء سال نہو جب شعبان
ہی سے ہو تب بھی اصل مقصود ثابت ہے کما مر سابقا فتنبہ **دلیل**

دلیل ثالث سابق سے عرب میں یا لفظ سنہ کا مقابل میں مشہور متعدد کے موضوع و مستعمل ہوگا یا نہیں ثانی باطل بالضرورۃ ہے ورنہ کہنا پڑیگا کہ سنہ ایک مہینہ کو کہا کرتے تھے و بر تقدیر اول یا وہ شہور متتابعی ہونگے یا نہیں شق آخر بدیہی البطلان ہے ورنہ لازم آئیگا کہ کبھی سال تمام ہی نہوا ہو وہو کما تری و بصورت اول یا وہ منحصر انہیں بارہ مہینوں میں ہونگے یا نہیں ثانی محتاج بیان ہے مدعی کو اثبات اعلام شہور زائد چاہئے و بصورت اول یا ان کے لئے کوئی مبدء و منتہی ہوگا یا نہیں ثانی ممنوع ہے اسلئے کہ اعداد عوارض لازمہ کم سے ہیں پس وہ شہور معروض عدد کے ضرور ہونگے اور اعداد غیر مرتب نہیں ہوسکتے پس مبدء و منتہی کا ہونا ضروری ہے و بصورت اولی وہ مبدء معلوم ہوگا یا نہیں شق اول عین مدعا ہے و شق ثانی محض ادعا و الاضافیہ اثبات ما ادعی ؎ عاقل کے لئے کافی ہے اک حرف نصیحت نادان کو کافی نہیں دفتر رسالہ ھذا و فقنا اللہ تعالی للتحقیق الحق الحقیق و اوصلنا الی ذروۃ التحقیق ما سبقت الیہا علی ما علمت ابدی الافکار و ما ارتفعت الیہا انظار اولی الابصار فالحمد للہ الخبیر اللطیف علی ما خص بہ العبد الضعیف فاغتنم ہذہ المقالۃ لعلک لا تجدہا فی غیرہذہ الرسالۃ واللہ تعالی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب **قولہ** صفحہ گلزار ہدایت مین، لکہتے ہین حدیث مین فی کل حول اور ابن جریر کی روایت مین راس کل حول جو مذکور ہوا اس سے متبادر یہی ہے کہ اونکی موت کبوقت سے سال لیا کرتے تھے عرب کا محاورہ اسی پر دلالت کرتا ہے جب تک سال ختم نہوگا حول نکہینگے امام نووی تہذیب الاسماء واللغات مین صاحب محکم سے نقل کرتے ہین الحول سنۃ باسرہا یعنے حول پورے سال کو کہتے ہین اونکی وفات کبوقت سے

جب سال پورا ہوا تو حول ہوا اس تقدیر پر یہ روایت مجمل نہیں ٹھہر سکتی
انتہی **اقول** یہ کمال فہم ہے کیا اول محرم سے تیس ذی الحجہ تک سال پورا
نہیں ہو سکتا پھر کہو اجمال رہا یا نہیں۔ واضح ہو کہ راس کل حول ذی کل حول
میں کچھ تعارض نہیں ہے اسلئے کہ اصل مقصود تو دونوں سے فقط یہ ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال زیارت شہداء احد رضی اللہ عنہم کو
جایا کرتے تھے باقی رہا یہ جانا بر وقت معین تہا یا نہیں پس دونوں روایتوں کے
ملانے سے معلوم ہو گیا کہ کسی وقت کی تخصیص نہیں تھی کبھی شروع سال میں تشریف
لیجاتے تھے اور کبھی وسط سال میں فافہم ولاتکن من الغافلین چنانچہ خود شاہ
عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ جنکے فتوی پر بدعتیو نکا یہ زور شور ہے اپنے فتوی میں
جسکو مولف نے صفحہ ۲۹ میں نقل کیا ہے تحریر فرماتے ہیں۔ برای زیارت قبور روز
معین کردن بدعت ست واصل زیارت جائز ست و معین کردن روز در وقت
سلف نبود الخ پس اگر بدلول حدیث کا تعین نہا تو شاہ صاحب اسکا سلف میں
ہونے سے انکار کیوں کرتے اور اوسکو بدعت کیوں فرماتے **قولہ** صفحہ ۲۸
اس حدیث میں عبداللہ بن نافع ہیں بخاری کہتے ہیں فی حفظہ سوء الخ **اقول**
یہ کمال خسران کی بات ہے کہ جس حدیث کو اپنے مدعا کے مخالف پایا اوسکے رواۃ
پر محض جرح کرنے بیٹھ گئے اور الفاظ توثیق سے آنکھ بند کر لئے خواہ وہ جرح قابل
اعتماد و لائق رد حدیث نہو دیکھو یہ الفاظ مولف نے جرح کے جو اس راوی کے
نسبت نقل کئے ہیں وہ میزان الاعتدال سے گئے ہیں حالانکہ الفاظ توثیق کے
بھی اوسمیں مذکور ہیں۔ روی الدارمی عن یحیی ثقہ۔ وقال ابوزرعہ لاباس بہ
وقال النسائی لاباس بہ وقال مرۃ ثقہ ومرۃ ثقہ انتہی اور ابو حاتم کا یہ جملہ
جو مولف نے نقل کیا ہے۔ ہو لین فی حفظہ انہیں وکتابہ اصح بھی ہے اسکو

اوسکو حذف کردیا اور تقریب التہذیب مین اوس راوی کے نسبت لکہا ہے
ثقہ صحیح الکتاب فی حفظہ لین من کبار العاشرہ اور خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال
مین برمز رجال ادب المفرد بخاری و صحیح مسلم جامع ترمذی و نسائی و ابوداؤد
و ابن ماجہ لکہتے ہین و ثقہ ابن معین و النسائی انتہی پس مولف صاحب
شائد حدیث مسلم کو بھی جسمین یہ راوی ہے ضعیف کہدینگے پس اہل علم
سمجہ گئے ہونگے کہ یہ الفاظ جرح منقولہ مولف مقابل الفاظ توثیق کے معتبر
نہین اور نہ موجب ضعف حدیث۔ چنانچہ صاحب تقریب خطبہ مین لکہتے ہین
انی احکم علی کل شخص منہم بحکم یشاکل ما قیل فیہ و اعدل ما وصف بہ
تو صاف اس سے معلوم ہوگیا کہ اس راوی مین بحر لین حفظ کے اور کوئی امر
نہین اور جب کتاب اوسکی صحیح ہے بالاتفاق تو حفظ کا نقصان مضر نہین
ہوسکتا چنانچہ ابوداود کے باب تحریم المدینۃ مین اس سند سے وہ حدیث
مذکور ہے حدثنا احمد ابن صالح قرات علی عبد اللہ بن نافع قال اخبرنی ابن
ابی ذئب عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا تجعلوا بیوتکم قبورا و لا تجعلوا قبری عیدا الخ اس سند سے
صاف معلوم ہوگیا کہ اوس راوی کے سوء حفظ کو یہان کچہ دخل نہین ہے والتفصیل
لایسعہ المقام و فی ما ذکرنا کفایۃ لذوی الاحلام۔ اور دوسرے یہ تو ظاہر ہے کہ ضعف
بعض طرق کا باعث ضعف اصل حدیث نہین ہوسکتا پس اگر وہ طرق
حدیث کے جنکو مولف نے یہان پر ذکر کئے ہین ضعیف ہون تو اس سے
ضعف طرق آخر ثابت نہوگا دیکہو اسی حدیث لا تجعلوا قبری عیدا کو ارباب
صحاح نے بہی ذکر کیا ہے یہ حدیث نسائی و ابوداود مین موجود ہے نسائی سے
صاحب مشکوۃ نے بہی باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فضلہا مین نقل کیا

پس یہ حدیث روایۃ راس کل حول پر حج ضرور ہوگی اور پھر وہ بوجہ تعارض اقوی کے
قابل اعتبار نہ رہیگی - اور بالفرض اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تو کیا دو روایت
ضعیفہ میں تعارض نہیں ہو سکتا تو اس وجہ سے بھی وہ روایت راس کل حول
کی ساقط الاعتبار ہو جائیگی کما لایخفی علی اولی الابصار **قولہ** صفحہ ۲۸ یہ حدیث بھی مجمل ہے
علما نے اسکے معنے مختلف کیے ہیں **اقول** بتوفیقہ واضح ہو کہ فرمایا ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم دئے گئے ہیں جوامع الکلم - پس جس شخص کو آنحضرت
علیہ افضل الصلوۃ والتحیاۃ کے جوامع الکلم کی حقیقت معلوم ہوگی وہ ہرگز یہ
نہیں کہیگا کہ حدیث لاتحملوا قبری عیدا کی مجمل اور مبہم ہے بلکہ اوسکو یہ کہنا پڑیگا
کہ یہ حدیث مفسر و ظاہر الدلالۃ ہے کسیطرح کا خفا و ابہام معنی مقصودہ میں نہیں ہے
بلکہ جتنے معانی اس حدیث کے علماء نے بیان کئے ہیں وہ سب مقصود و مراد
حضرت رسالت پناہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ و آلہ و صحبہ کما یجب و یرضاہ ہو سکتی ہیں
انکے علاوہ اور خدا جانے اس کلام سے کون کون امر مقصود حضرت خیر الانام علیہ الصلوۃ
والسلام ہونگے جن تک شراح حدیث کا فہم نہ گیا دیکھو شراح حدیث میں سے کسی نے
یہ نہیں کہا ہے کہ ان معانی میں سے ایک ہی مراد و مقصود ہو سکتا ہے دوسرا
نہیں شائد مولف صاحب تمام احادیث کو جنکو محدثین رحمہم اللہ نے جوامع الکلم
میں سے کہا ہے یہی کہینگے کہ یہ حدیث مجمل ہے اسپر عمل صحیح نہیں لاحول ولاقوۃ
الا باللہ - علامہ علی قاری حنفی رحمہ اللہ علیہ حدیث اعطیت جوامع الکلم کی شرح
فرماتے ہیں ای قوۃ ایجاز فی اللفظ مع بسط فی المعنی فابین بالکلمات
الیسیرۃ المعانی الکثیرۃ انتہی اور اسیطرح شرح مصابیح میں بھی ہے
اگر کوئی کہے معانی کثیرہ کو تھوڑے مضمون میں ادا کرنیکے تو یہ معنے ہیں کہ
ایک قسم کے مطلب کثیرہ چند لفظوں میں ادا کر دئے جائیں نہ یہ کہ چند

چند مطالب کو ادا کرین تو ہم کہینگے کہ اسمین آپ ہی کی تخصیص کیا ہے جو
اسطرح مقام فخر و اظہار فضائل مخصوصہ مین بیان کیا جاتا ہے تمام متون کو
دیکھو کہ کسطرح دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے ۔ پس یہ حدیث باعتبار اپنے دو معنی کے
کہ جنکی علامہ سبکی رحمہ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے معارض حدیث علی راس کل حول نے
ہوگی شیخ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمہ جذب القلوب مین لکھتے ہین سبکی گوید کہ مراد
بوی منع تخصیص و تعین اوقات ست برای زیارت چنانکہ عید را بود بلکہ تمام سال در
مدت وقت زیارت ست یا مراد تشبیہ باعیاد ست در اظہار نیت و اجتماع
و عکوف و مانند آن کہ در عید ہا رسم باشد بلکہ باید کہ بزیارت و سلام و دعا اقتصار
کنند انتہی ۔ اگر کہو کہ پہلے یہ دعوی کیا گیا ہے کہ جمیع معانی محتملہ مراد ہو سکتے ہین
حالانکہ علامہ سبکی علیہ الرحمہ علی سبیل التنزیل ارشاد فرماتے ہین تو اوسکا جواب یہ ہے
کہ تردید سے ہمیشہ مانع الجمع مقصود نہین ہوتا مانعۃ الخلو کے لئے بھی تردید ہوا کرتی
ہی اور جب مانعۃ الجمع پر کوئی دلیل نہین بلکہ سراسر مخالف عقل نقل ہی
کما مر تو ضرور مانعۃ الخلو مقصود ہوگا اور مانعۃ الخلو مستلزم عدم اجتماع کو نہین ہوتا
یا یون کہو کہ تردید نہین تنویع ہے اور یہی مدعا ہے کہ جتنے معانی محتملہ ہین
وہ سب مراد حضرت سید الانبیاء و افصح الفصحاء علیہ و علیہم و علی خیر ابنائہم
التحیۃ و الثناء ہو سکتے ہین اسمین کسیطرح کی خرابی نہین فاستقم علی
سنن الہدی و لا تتبع الہوی ۔ واضح ہو کہ یہ جواب علی تقدیر تعارض
ہی ورنہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ روایت راس کل حول سے تخصیص و تعین
مراد ہی نہین ہے تاکہ اوسکو حدیث لا تجعلوا قبری عیدا کی معارض کہنا پڑے
علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ اگر تسلیم بھی کر لیجاے کہ حدیث لا تجعلوا اعم ہے تب بھی
تحریر امام سبکی قدس سرہ کی صریح مثبت مدعا ہے اسلئے کہ یہ تو ضرور ماننا پڑیگا

کہ جو جو احتمالات علماء نے بیان کئے ہین وہ فی نفسہ اونکے نزدیک صحیح ہین اور معارض قواعد شرعیہ کے نہین ورنہ باوجود مخالفت قواعد شرعیہ کے ایسی تاویل باطل حدیث کی وہ کیون کرتے حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ تعالی اسرارہ مکتوبات مین تحریر فرماتے ہین صفحہ ۲۵۴ ودر تاویل مجرد احتمال کافی است بشرط آنکہ مخالف کتاب وسنت نباشد الخ پس اب بفضلہ تعالی صاف طور پر یہ ثابت ہوگئی کہ نفس تعین بھی زیارت قبر کے لئے (کما صرح بہ العلامۃ السبکی رحمہ اللہ) مخالف قواعد شرعیہ وممنوع فی الشرع ہے اگرچہ یہ مسئلہ ایک حدیث لاتجعلوا قبری عیدا سے قطعا ثابت نہوتا ہو وہو اللہ عافا الحمد علی ذلک باقی رہا یہ کہنا کہ یہ تاویل امام سبکی علیہ الرحمہ کی صحیح نہین ہے اور تاویلین صحیح ہین تو ادلا اوسکی کوئی دلیل چاہئے دوسرے یون ہم بھی کہہ سکتے ہین کہ یہی صحیح ہے اور دوسری غلط مگر فی الحقیقہ یہ جہالت کا جواب ہی بلکہ جتنی تاویلین علماء نے کی ہین کوئی مخالف قواعد دینیہ نہین ہین قدر **قولہ** صفحہ ۲ ایک معنی تو یہ ہے کہ قبر کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو اور کھیل کود نہ مچاؤ جیسے یہود ونصاری کا طریقہ تھا **اقول** جب مولف نے اجتماع علی القبر کو مشابہ باعمال یہود ونصاری تحریر سے علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کے ثابت کردیا تو اب ہمین حدیث لاتجعلوا قبری عیدا سے استدلال کی ضرورت نرہی جواز عرس تو یون ہی ہوا ہوگیا اسلئے کہ عرس تو بے اجتماع کے نہین ہوسکتا اور اجتماع کو بوجہ مشابہت یہود ونصاری کے خود مولف صاحب بھی منع فرمائینگے اور اگر وہ منع نکرین تو ہمکو کیا ہمارے لئے تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی من تشبہ بقوم فہو منہم - ولاتشبہوا بالیہود کما رواہ الترمذی دلیل قاطع ہے اور تشابہ کے لئے یہ ضرور نہین کہ من کل الوجوہ ہو تشبہ من وجہ ثبوت کراہۃ وعدم جواز

عدم جواز کے لئے کافی ہے فرزقنا اللہ تعالی اتباع سنن الہدی والاجتناب عن البدع والہوی بمنہ وکمال کرمہ **قولہ** صفحہ ۲۹ سطر ۳ کی حقیقت صورت ثانی ہے جسے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (علیہ الرحمہ) دہلوی نے تحریر فرمایا الخ

اقول اگرچہ تحریر منتسب بشاہ صاحب علیہ الرحمہ کی موہم جواز نفس تعیین یوم وفات ہے مگر اس سے بوجوہ چند استدلال صحیح نہیں ہے اولاً خود بہ دوسرے فتوی کی معارض ہے جیسا کہ گذرا ثانیاً غایت استدلال شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی درباب جواز تعین یوم وفات کے یہ ہے جسکو مولف نے اس جگہ نقل کیا ہے۔ برائے زیارت قبور روز معین کردن بدعت ست واصل زیارت جائز ست معین کردن روز در وقت سلف نبود پس این بدعت ازان قبیل ست کہ عملش جائز ست وخصوصیت وقت بدعت مانند مصافحہ بعد العصر کہ در ملک توران وغیرہ رائج ست وروز عرس برائے یاد دہانیدن وقت دعا برائے میت اگر باشد مضائقہ ندارد لیکن التزام آنروز نیز بدعت ست از ہمان قبیل کہ گذشت انتہی وہو منافی غایۃ السقوط۔ وکیف لا فان بناء الفاسد علی الفاسد۔ دیکھو تمام فقہاء کرام وعلماء اعلام رحمہم اللہ تعالی ولا یحرمنا من برکاتہم اسی مصافحہ بعد العصر کو جو شاہ صاحب کا مکفس علیہ ہے بدعت وناجائز فرماتے ہیں اور سنت روافض ٹھہراتے ہیں علامہ

اور فتاوی ابراہیم شاہی میں مکروہ وسنت روافض

علی قاری حنفی مرقاۃ میں کس شد و مد سے اسکو رد کرتے ہیں لکھتے ہیں قال النووی
اعلم ان المصافحۃ سنۃ مستحبۃ عند کل لقاء وما اعتادہ الناس
بعد صلوۃ الصبح والعصر لا اصل لہ فی الشرع علی ہذا الوجہ ولکن لا باس
بہ فان اصل المصافحۃ سنۃ وکونہم محافظین علیہا فی بعض الاحوال
مفرطین فیہا فی کثیر الاحوال لا یخرج ذلک عن کونہ سنۃ وہی
من البدع المباحۃ ولا یخفی ان فی کلام الامام نوع تناقض لان
اتیان السنۃ فی بعض الاوقات لا یسمی بدعۃ مع ان عمل الناس فی
الوقتین المذکورین لیس علی وجہ الاستحباب المشروع فانہ
محل المصافحۃ المشروعۃ اول الملاقات وقد تکون جماعۃ یتلاقون
من غیر مصافحۃ ویتصاحبون بالکلام ومذاکرۃ العلم وغیرہ مدۃ
مدیدۃ ثم اذا صلوا یتصافحون فاین ہذا من السنۃ المشروعۃ ولہذا
صرح بعض علمائنا بانہا مکروہۃ وحرم انہا من البدع المذمومۃ
نعم لو دخل احد فی المسجد والناس فی الصلوۃ او علی ارادۃ الشروع
فیہا فبعد الفراغ لو صافحہم لا بشرط سبق السلام علی المصافحۃ فہذا
من جملۃ المصافحۃ المسنونۃ بلا شبہ انتہی اور فتح الباری میں ہے قال النووی
واصل المصافحۃ سنۃ وکونہم حافظوا علیہا فی بعض الاحوال لا یخرج ذلک
عن اصل السنۃ قلت وللظرفیہ مجال فان اصل صلوۃ النافلۃ سنۃ
مرغب فیہا ومع ذلک فقد کرہ المحققون تخصیص وقت بہا دون
وقت ومنہم من اطلق تحریم ذلک کصلوۃ الرغائب انتہی اور ردالمحتار
میں ہے ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد اداء
الصلوۃ بکل حال لان الصحابۃ رضی اللہ عنہم لم یصافحوا بعد اداء

اداء الصلوة ولا نها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية
انها بدعة مكروهة لا اصل له فى الشرع وانه ينبغى فاعلها اولا ويعزر ثانيا
ثم قال وقال ابن الحاج من المالكية فى المدخل انها من البدع وموضع
المصافحة فى الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخيه لا ادبار الصلوة حيث
وضعها الشرع نصعها فينهى عن ذلك ويزجر فاعله لما اتى به من خلاف
السنة اور نیز رد المحتار میں ہے وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة
المصافحة المعتادة عقب الصلوة مع ان المصافحة سنة وماذاك
الكون نها لم تؤثر فى خصوص هذا الموضع فالمواظبة عليها فيه توهم
العوام بانها سنة فيه انتهى علاوہ اسکے اگر صحت تقیس علیہ شاہ صاحب
علیہ الرحمۃ تسلیم بھی کیجاوے تب بھی یہ قیاس صحیح نہیں ہے اسلئے کہ باب قیاس اب
مسدود ہی ہے کسی عالم کو جائز نہیں کہ ایک مسئلہ کو دوسرے پر قیاس کر کے فتوی
دے بلکہ اوسپر واجب ہے کہ صاحب مذہب سے اوسکی تصریح نقل کرے چنانچہ علامہ
حموی شرح اشباہ میں لکھتے ہیں اقول هذا قياس غير صحيح لعدم وجود
شرائطه وعلى تسليم وجود الشرائط فباب القياس مسدود انما للعلماء
النقل عن صاحب المذهب من الكتب المعتمدة على انه (المصنف) نفسه
صرح فى بعض رسائله بان القياس بعد اربعمائة منقطع فليس لاحد
ان يقيس مسئلة على مسئلة انتهى **فائدہ** اب جاننا چاہیے کہ لوگوں میں
یہ بدعت جو جاری ہے کہ بعد نماز عید ین کے معانقہ کیا کرتے ہیں یہ بھی بدعت وناجائز
ہے علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ علیہ آخر جوہر المنظم میں لکھتے ہیں یسن معانقة القادم
وتقبيله بين عينيه لانه صلى الله عليه وسلم عانق جعفرا وقبله حين
قدم من الحبشة وزيد بن حارثة لما قدم المدينة وبهذا رد ابن عيينة

قول ابن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ تکرہ المعانقۃ ویکرہ تقبیل الوجہ ومعانقۃ
غیر نحو القادم والطفل ومعانقۃ ذی عاھۃ ومصافحتہ ویحرمان
بغیر حائل لامرد جمیل انتہی اور مدخل میں ہے واما المعانقۃ فقد
کرھھا مالک واجازھا ابن عیینہ اعنی عند اللقاء من غیبۃ کانت
واما فی العید لمن ھو حاضر معک فلا انتہی پس جب معانقہ کرنا اوس
شخص سے کہ سفر سے نہ آیا ہو یا غائب نہو مکروہ ہوا تو عیدین کا معانقہ کیسے جائز
وسنون ہوگا بلکہ یہ معانقہ اب قریب حرمت بلکہ حرمت کو پہونچگیا اسلئے کہ مکروہ
کو مستحب جانکر کرنا حرام ہے اور اسپر اصرار کرنا اور مثل شعائر دین کے اسکا
التزام کرلینا ضلالت اعاذنا اللہ من ذلک **فائدہ جلیلہ**
واضح ہو کہ جسطرح مبتدعین نے اپنے عقائد باطلہ کے موافق افعال قبیحہ کو
مذہب حنفی جو عین شرب حنیف ہے سمجھ کر کیا ہے اوسیطرح حضرات غیر مقلدین
مسائل حنفیہ کو جو مبنی دلائل قویہ پر ہیں اور مستخرج کتاب وسنت سے اون کو بے اصل
ودہی بتاتے ہیں اور اون احادیث کو جو فی الحقیقۃ اونکے لئے مفرہیں شبکہ عوام
بناتے ہیں ومذہب الامام سری عن افتراء الانعام دیکھو اسی مصافحہ بالیدین کو
جسپر غیر مقلدونکو بڑا انکار ہے اور یکدستی مصافحہ پر اصرار۔ وہ حدیث صحیح غیر معارض
سے ثابت ہے جسکو بعض اکابر غیر مقلدین نے بڑی تحقیق سے اوسکی تصحیح کرکے اپنے
ثبوت دعوی میں محض کم فہمی سے نقل کیا ہے نعم ماقیل ؎ عدد دشود سبب
خیر گر خدا خواہد ۔ اب ہم اوس حدیث کو بسط المائۃ فی المصافحۃ بالید الواحدہ
سے جو ایک بڑے فاضل غیر مقلد کی تصنیف ہے نقل کرتے ہیں عن نبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال مامن مسلمین التقیا فاخذ احدھما بید صاحبہ
الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان یحضر دعاءھما ولا یفرق بین ایدیھما

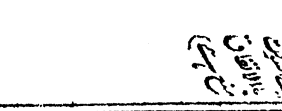

ایدیہما حتی یغفر لھما رواہ احمد پس اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا
کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہیئے اور توضیح اوسکی یہ ہے، دو مقدمون
پر اول یہ ہے کہ اقل جمع کا تین ہونا امر اجماعی ہے قال فی التلویح لما دل الاجماع
علی ان اقل الجمع ثلثۃ وجب تاویل الحدیث اور مقدمہ ثانیہ یہ ہے کہ یدی محدثین
وہان لے سکتے ہین جہان معنی حقیقی متعذر ہون اور بغیر تعذر حقیقت انصراف الی
المجاز جائز نہین کما ہو مسلم عند العقلاء پس اب جاننا چاہیئے کہ لفظ (ایدی) جو
بصیغہ جمع مذکور ہے مراد اوس سے یا تین ہاتھ ہونگے یا چار اور اسکا کوئی قائل نہین
کہ ایک شخص کا ایک ہی ہاتھ مصافحہ مین ہونا چاہیئے اور دوسرے کا دونون پس ضرور
یہ متعین ہوگیا کہ دونون شخصون کو دونون ہی ہاتھون سے مصافحہ کرنا مسنون ہے
وہو المراد اگر کسی ہدایۃ النحو پڑھنے والیکو یہ شبہ ہو کہ ایراد صیغہ جمع بضرورت
استقال جمع بین التثنیتین ہے کیونکہ ہدایۃ النحو مین لکھا ہے وعلم انہ اذا
اریدا اضافۃ مثنی الی المثنی یعبر عن الاول بلفظ الجمع کقولہ تعالی فقد صغت
قلوبکما وفاقطعوا ایدیہما الخ تو اوس سے کہنا چاہیے کہ اسمین اذا اریدا اضافۃ
مثنی لکھا ہے پھر کوئی یہ ثابت کردیکھائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد
مثنی ہی ہے ولن یفعلوا ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا اور یہ کچھ قاعدہ نہین ہے
کہ جہان جمع کو مضاف الی ضمیر تثنیہ کیطرف کرین وہان دو ہی مراد ہو معنی حقیقی
نہین لے سکتے چنانچہ اذا اریدا کے قید سے معلوم ہوگیا وفی التلویح وقد
یجاب بان المراد بالقلوب المیول والدواعی المختلفۃ پس دیکھو یہان
جمع کے معنی حقیقی مراد نہین ہان لفظ کے معنی مجازی لے گئے اور یہ امر خارج از بحث
ہی پھر بلا ضرورت مراعیہ معنی مجازی لینی ہرگز جائز نہین بخلاف اون دو نون آیتون
کے کہ وہان قرینہ مجاز کا اظہر ہے بوجہ نصوص آخر کے باقی رہا یہ کہنا کہ احکام شرعیہ

حقیقہ شرعی حقیقہ لغوی سے راجح ہوتی ہے تو یہ مرحلہ اولی ہے پہلے مدعی کو نص
صریح سے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ شرع مین مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے ہوتا ہی
واؤلیس فلیس بلکہ اس سے خوب میرا مطلب ثابت ہوگیا اسلئے کہ جب
اس حدیث سے و نیز تعامل سلف رحمہم اللہ تعالی سے جیسا کہ صحیح بخاری
مین حضرت حماد و عبداللہ بن مبارک کا فعل جو تمام ائمہ حدیث کے استاذ
ہین اور حضرت عبداللہ بن مبارک ہمارے امام صاحب رحمہما اللہ تعالی
کے ارشد تلامذہ سے ہین اور مشائخ حنفیہ مین معدود ہین ثابت ہے
کہ ان حضرات نے جنکا عمل بالحدیث اظہر من الشمس ہے اور جنکے طفیل
آجکل کے غیر مقلدین محدث بنے بیٹھے ہین دونون ہاتھون سے مصافحہ
کیا چنانچہ بخاری مین ہے ۲ج۹۲۶ باب الاخذ بالیدین و صافح حماد بن زید
ابن المبارک بیدیہ اور اوسکے بعد حدیث عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
کی لفی ہین کفیہ منقول ہے اور علامہ عینی شرح بخاری مین لکھتے ہین —
و قال البخاری فی ترجمۃ عبد اللہ بن سلمۃ مروذی حدثنی
اصحابنا یحیی وغیرہ عن اسمٰعیل بن ابراھیم قال رایت حماد
بن زید وجاءہ ابن المبارک بمکۃ فصافحہ بکلتا یدیہ انتہی اور
اسیطرح فتح الباری مین بھی ہے تو اب روایات مصافحہ مین جو لفظ
اخذ بیدہ کا آیا ہے اور لغت مین ید خاص دو ہاتھ کو نہین کہتے اور اس سے
غیر مقلدین نے یکدستی مصافحہ سمجھ کر کہا ہی غلط ہوگیا اسلئے کہ بالفرض اگرچہ
لغت مین ید ایک ہی ہاتھ کو کہتے ہین تب بھی جب حقیقت شرعی حقیقت
لغوی کے مخالف ہوئی تو نصوص شرعیہ مین حقیقت شرعیہ ہی مراد ہوگی وھو
عین المدعی و الحمد للہ علی ذلک اور یہ کون عاقل کہیگا کہ حضرت عبداللہ بن

بن مبارک و امام حماد رحمہما اللہ کا زمانہ باوجودیکہ تابعین کا زمانہ تھا اور تابعین نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مصافحہ کیا اور انہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مصافحہ اور سلام کا ہر زمانہ کے مسلمانون مین عام رواج رہا اور حضرت عبداللہ بن مبارک و حضرت حماد رضی اللہ عنہما نے تمام ائمہ تابعین کو ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے دیکھا ہوا اور وہ احادیث جنکو غیر مقلدین اپنے سند دعوی مین لاتے ہین معلوم ہون اور پھر وہ حضرات بلا دلیل بلکہ مخالف حدیث و تعامل تابعین رضی اللہ عنہم اپنی طرف سے ایک بدعت گڑھ لین اور دونون ہاتھ سے مصافحہ کرین بالبداہۃ یہ ہرگز کسی عاقل کا خیال نہوگا پھر جب تمام صحاح ستہ والون کے استاذ الاستاذ بڑے بڑے اکابر محدثین نے دونون ہاتھ سے مصافحہ کیا تو بیچارے حنفی لوگ اگر کرین تو کیا مخطی و گنہگار ہونگے بلکہ ہم تو دعا کرتے ہین کہ اللہ تعالی حضرت عبداللہ بن مبارک ایسے مخطی ہی لوگون کیساتھ ہمارا حشر کرے آمین و یرحم اللہ عبدا قال امینا سبحان اللہ کیا انقلاب زمانہ ہے ایک وہ زمانہ تھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ علیہ ایسے امام المحدثین جسکے حق مین صاحب مشکوۃ لکھتے ہین والیہ المنتہی فی علم الحدیث وغیرہ من العلوم الخ فرماتے تھے کہ اگر اکابر سلف کو ہم دیکھتے کہ وہ حضرات وضو مین کہنی تک ہاتھ دھوتے ہین تو اگرچہ ہم قرآن مین کہنے کی تک دھونا پڑھتے ہین مگر کہنی تک دھوتے اسلئے کہ وہ لوگ مستقیم فی الدین تھے ہرگز خدا و رسول کا خلاف نہین کرسکتے جو انہون نے سمجھا وہی حق ہے کذا فی المدخل - اور ایک آجکل محدثین ہین کہ جو ہنے حدیث کا مطلب سمجھا ہے وہی صحیح ہے اور تمام تابعین اور تبع تابعین محدثین مجتہدین کا سمجھنا غلط کیا خوب کہا ہے مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ نے عقول الناس علی قدر اذمنتہم کذا فی المدخل خدا ہمین عقل سلیم عطا فرماوے

اور اپنے عباد صالحین کی اتباع نصیب فرمائے امین ثم امین - اور امام بخاری رحمہ اللہ کی مصافحہ بالیدین کی حدیث صریح نقل نہ کرنیسے یہ نہین لازم آتا کہ اسکی کوئی حدیث اونکو معلوم نہو غایۃ مافی الباب یہ ہوگا کہ اونکی شرط کے موافق کوئی حدیث صریح نہ ملی اسلیئے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے استنباط کی اور فعل حماد رحمہ اللہ سے استشہاد کی ضرورت پڑی کما ہو من عادۃ الشریفۃ رحمہ اللہ دیکھو آمین بالجہر کی کوئی حدیث صریح بخاری نے نہین لکہی اور فقط اشارات حدیث سے جو عند الاحناف لایعبأ بہ ہین امین بالجہر ثابت کیا ہے تو کیا غیر مقلدین ہم سے یہ کہسکنگے کہ کوئی آمین بالجہر کی حدیث نہین ہے فتدبر وباللہ التوفیق - ثم نرجع الی ماکنت بصدد ہ فاقول توفیقہ مدد کہ اس عرس کو علماء اعلام قدیماً وحدیثاً برابر منع کرتے چلے آتے ہین تفسیر مظہری صفحہ ۳۹ میں ہے لایجوز ما یفعلہ الجہال لقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف حولہا واتخاذ السرج والمساجد علیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونہ عرساً اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی ارشاد الطالبین مین لکہتے ہین قبور اولیا بلند کردن وگنبد بران ساختن وعرس وامثال آن وچراغان کردن ہمہ بدعت سیئہ بعضی ازان حرامست وبعضی مکروہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر شمع افروزان نزد قبر وسجدہ کنندگان را لعنت گفتہ وفرمود کہ قبر مرا عید وسجدہ مکنید در سجدہ سجدہ می کنند وروز عید برائے مجمع روزی درسال مقرر کردہ شدہ رسول کریم علی رضی اللہ عنہ را فرستاد کہ قبور مشرفہ را برابر کنید وہر جا کہ تصویر بینید اورا محو کند انتہی اور شرح علامہ درویر مین جو فقہ مالکیہ سے ہے لکہا ہے وجاز زیارۃ القبور بل ہی مندوبۃ بلا حد بیوم او وقت او فی مقدار ما یمکث عندہا او ینبغی الجمیع وینبغی مزید الا عتبار حال الزیارۃ والاشتغال بالدعاء والاستغفار

والاستغفار وعدم الاکل والشرب علی القبور خصوصا لاھل العلم و
العبادۃ انتھی اور علامہ ابن حاج علیہ الرحمہ مدخل میں لکھتے ہیں وھما احدث
فیہ من البدع زیارۃ القبور ونفس زیارۃ القبور فی ھذا الیوم الملوم
بدعۃ الخ اور عبارت جذب القلوب سے بھی پہلے عدم جواز نفس تعین یوم
مخصوص کراہت اجتماع علی القبر ثابت ہو چکا ہے وفی الباعث قال محمد
بن مسلمۃ لا یوتی شیء من المساجد یعتقد فیہ الفضل بعد المساجد
الثلاثۃ الا مسجد قباء قال وکرہ ان یعدلہ یوما یعینہ یوتی
فیہ خوفا من البدعۃ وان یطول بالناس زمان فیجعل ذلک
عیدا یعتمد او فریضۃ توخذ ولا باس ان یوتی کل حین ما
لم یجئ فیہ بدعۃ انتھی پھر کوئی انصاف سے کہے کیا یہہ بات عرس میں نہیں ہے
اور باوجودیکہ احادیث میں ہے کہ آپ ہر شنبہ کو مسجد قباء میں جاتے تھے
اور پھر اکابر امت تخصیص و تعیین یوم مخصوص کو منع کرتے ہیں تو اگرچہ ہر سال
پر زیارت شہداء احد کو آپ تشریف لیجاتے ہوں اوسکے لئے تخصیص یوم
معہود کی کیوں نہ ممنوع ہوگی حالانکہ وہ قبائح کہ تعین زیارت مسجد قبا میں
ہو سکتی نہیں اوس سے ہزارہا درجے زائد آج عرسوں میں موجود ہیں ہاں
نظر انصاف شرط ہے اور صاحب تفسیر حقانی تحریر فرماتے ہیں (صفحہ ۲۰ ج ۴) دوسرا وہ طریق
ایسا کہ جب سے گورستان میں مساجد بنانا اور تعزیوں اور محافل و مجالس عزا کی گرمی
اعراس کی علاوہ ہی انکے نزدیک اتفاق اسلام اور کار خیر ہے انتہی پس اگر بوجہ
ان تصریحات فقہاء کرام و علماء عظام رحمہم اللہ العزیز العلام کے ایک دو
قول حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ یا اور کسی بڑے عالم کے مشروک العمل
سمجھے جائیں تو ہرگز اسمیں کچھ کسر شان اونکی نہیں ہے بلکہ یہہ عین دینداری

۱۲ موجودہ زمانہ میں تعیین یوم کے ساتھ زیارت اور نفس زیارت قبور میں فرق بین ہونے کی وجہ سے مطلقاً ممنوع ہے ۱۲

اونکے متبعین کی ہے اسلئے کہ کسی بزرگ و عالم کے اتباع کرنے سے مقصود فقط
اتباع حق ہے اور جب دلیل قطعی و قرائن قویہ سے معلوم ہو جاوے کہ یہ قول فلان
بزرگ یا عالم کا خلاف حق کے ہے اور بوجہ سہو و غفلت جو لازم بشریت ہے اوسمین
اوس سے غلطی ہو گئی تو اسوقت مین اوسکی اتباع حق نہین بلکہ اتباع ہوائے
نفس سمجھی جائیگی دیکھو کتنے اقوال امامنا و امام الائمہ ابو حنیفہ کوفی رحمہ اللہ علیہ
وحبلنا اللہ من خیر اتباعہ و وفقنا لحسن اقتدائہ کے عند الفقہاء معمول بہا
نہین ہین تو کیا کوئی احمق کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ فقہاء کرام کو کسر شان
امام صاحب علیہ الرحمہ کی مقصود ہے توبہ توبہ اور تمام اقوال تو کسیکے بجز رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم مقبول و معمول بہا نہین ہوتے امام بخاری رحمہ اللہ تعالی رسالہ
قرۃ خلف الامام مین فرماتے ہین قال ابن عباس و مجاھد لیس احد
بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا یوخذ من قولہ و یترک الا النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انتہی اور اس مین بھی شبہ نہین کہ ان امور قبیحہ منہیہ
سے بزرگان دین رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے ارواح طیبہ کو بہت بڑی تکلیف ہوتی ہے
گرچہ جہال زمانہ ان افعال کے مزارات متبرکہ پر ہونیکو دلیل جواز کی سمجھتے ہین
نعوذ باللہ من قلب الحائق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اخبار الاخیار
مین حضرت میر سید ابراہیم بن معین عبد القادر الحسنی القادری الابرجی رحمہ اللہ علیہ
کے تذکرہ مین لکھتے ہین (دگوئید کہ وے بواسطہ از شیخ نظام الدین قدس سرہ
در معالہ خرقہ یافتہ ست و در مجلس سماع حاضر شدے چنین شنیدہ شدہ ست
کہ شیخ رکن بن شیخ عبد القدوس می گفت کہ روزے بخدمت وی عرض کردم کہ
امروز عرس حضرت خواجہ قطب الدین ست قدس سرہ اگر تشریف برند و در مجلس
حاضر شوند حاکم اند فرمود کہ شما بروید و بزیارت قبر ایشان مشرف شوید و برد حالت

بروحانیت ایشان متوجہ باشید تا چہ می فرمایند پس من بزیارت رفتم و در مقابلہ
قبر شریف خواجہ قدس سرہ متوجہ روحانیت وی قدس سرہ نشستم و مجلس سماع
گرم بود و قوالان و صوفیان در جوش و خروش درین اثنا ے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ
علیہ بمن فرمایند کہ این بدبختان دماغ مارا بردند و وقت مارا ناخوش کردند پس
من بخدمت سید ابراہیم (قدس سرہ) آمدم خندہ کردند و فرمودند کہ اکنون
مارا معذور میدارید بندہ عرض کردم این چنین است کہ می فرمایند حق بجانب
شماست واللہ علم فعلیک بالانصاف واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

قولہ ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ مین کہتے ہین **اقول** واضح ہو کہ
یہہ قول ماثبت کا چند وجوہ سے ساقط الاعتبار ہے اولاً اسکے عبارتون
مین خود باہم تناقض ہے اسلئے کہ یہہ قول اوسکا **فقطعوا النظر عن تعین الیوم** اس
امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہہ تعین اونکو مقصود نہین ہوتا اور یہہ عبارت بزبان
فیض الخیر والبرکۃ اسکو مقتضی ہے کہ یہہ خصوصیۃ روز وفات کی ہی مطلوب
ہوتی ہے **وہل ہذا الا التناقض** - تو اب جاننا چاہئے کہ جب اکثر مشائخ کے
نزدیک اس تخصیص کی کوئی وجہ شرعی نہین ہے محض رسم و عادت ہے
اسلئے اونکو قطع نظر کرنیکی ضرورت پڑتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہہ قول بعض کا
بوجہ مخالفت اکثر مشائخ رحمہم اللہ کے غیر معتمد ہے اور ثانیاً قائلین اول کا
قول بھی صحیح نہین ہے اسلئے کہ جب یہہ تعین و تخصیص فی نفسہ قبیح و ممنوع
عند الشرع ہے جیسا کہ بیان مصافحہ بعد العصر و تحقیق عرس وغیرہ مین بارہا معلوم
ہو چکا تو کسیکے قطع نظر کرنیسے کیا ہوتا ہے خواہ کوئی قطع نظر کرے یا نکرے
وہ بدعت و مکروہ شریعت مین ہو چکی کما مر مرارا زہر کو کوئی اگر اوسکی سمیت
سے قطع نظر کرکے کہا لے تو سوائے اسکے کہ اسکی موت آئیگی اور کیا ہوگا

پس جو چیز کہ شرعاً ممنوع ہے اگر کوئی اوسکو کرے مگر کچھ اوسکا اوسکے نزدیک اعتبار نہو تو کیا اوس سے اوسکا کرنا جائز ہوجائیگا پھر کیا ہے خوب بوتل ڈالے مگر مان اوسکے شراب ہونیسے قطع نظر کرلو نعوذ باللہ من ہذہ الہفوات اور استشہاد مین جو مصافحہ بعد الصلوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے اوسکا حال پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ وہ کیسا جائز فعل ہے پھر اسکو بھی اوسی پر قیاس کرلو (ع) قیاس کن زگلستان من بہار مرا ۔ اور یہ قول لم یکن فی زمن السلف من شیء من ذلک وھو من مستحبات المتاخرین دیکھو کسقدر قابل التفات ہے علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح مین ایک مسئلہ کے عدم جواز کی دلیل بیان فرماتے ہین لانہ لم یکن من فعل من مضی یعنی السلف والخلف کلہم فی اتباعہم پس یہ عرس باوجود عدم دلیل شرعی کے نہ صراحۃً نہ اشارۃً جیسا کہ لفظ شیء کا دال ہے کیونکر جائز ہوجائیگا اور یہ قول انما ہو من مستحبات المتاخرین بھی ٹھیک نہیں ہے اسلئے کہ استحباب امر شرعی ہے اسکے لئے کوئی دلیل شرعی ہونی چاہئے فقط قول کسیکا ثبوت استحباب کیلئے کافی نہین ہے ردالمحتار شرح درالمختار مین ہے ولا یجوز اعتقادا استحبابہ لان الاستحباب حکم شرعی لابد لہ من دلیل انتہی اب جاننا چاہئے کہ یہ قول بعضونکا کہ اس دن وفات مین خیر و برکت زیادہ ہوتی ہے محض لغو ہے کیا تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ تعالےٰ عنہم بلکہ خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیر و برکت محسوس ہی نہین ہوئی آج سیکڑون برس کے بعد اوس مین خیر و برکت معلوم ہونے لگی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم افسوس کہ آج اسی خیر و برکت نے تو تمام امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تباہ کر رکھا ہے کاش یہ خیر و برکت نہوتی تو آج ہزارون مسلمان بیدین کیون ہوتے جنہین اللہ تعالےٰ نے کچھ بھی تدین کا مضمون رکھا ہوگا اور اونکو غیرت اسلامی دی ہوگی وہ غریب اسلام و اہل اسلام پر روتے ہونگے نظر انصاف سے دیکھو

دیکھو انہین اعراس کیوجہ سے قبر پرستی کا کیا زور شور ہے بڑے بڑے عرسون
کو اجمیر پیران کلیر وغیرہ جاکر کوئی دیکھے کہ خدا کی خدائی نہین معلوم ہوتی قبر پرستی
طواف قبر سجدہ قبر نذر لغیر اللہ و دیگر کفریات کو کسقدر عروج ہوتا ہے انا للہ
وانا الیہ راجعون یہہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی بیدار مغزی و فراست
ایمانی تھی کہ امۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سطح گمراہیون سے بچایا تھا
جزاہم اللہ خیر الجزاء دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذرے سے عوام کے آمد رفت
پر شجرہ بیعت الرضوان کہ جسکے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بیعت لی تھی اور اوس درخت کا قران مین بھی ذکر آیا ہی کٹوا ڈالا اسوجہ سے
کہ کہین رفتہ رفتہ اوس درخت کی پرستش نہونے لگے جہال اوسکی تعظیم مین
حد سے نہ گذر جائین پس اسیطرح اگر بالفرض ان اعراس مین کچھ خیر و برکت
بھی تھی مگر اوسکا جہال کے آگے اظہار نہ کیا جاتا اور اونکو اس اجتماع وغیرہ سے
منع کیا جاتا تو آج اسلام و اہل اسلام پر یہہ کیون مصیبت آتی کہ ہر سال ہزارون
بے دین ہوئے جاتے ہین مگر افسوس صد افسوس اصلاح کی کیا امید ہو وہابیت
اللہ کی کیا توقع جب وہ کہ اپنے کو اہل علم سے سمجھتے ہین اور زمرہ علما مین معدود ہوتے ہین
وہی مثل علماء یہود خذلہم اللہ تعالی جب دنیا کیوجہ سے جہال کے تطیب خاطر
کے لئے اونکے ہوائے نفس کے موافق مسئلے بتاتے ہین کوئی جواز اعراس مین
کاغذ سیاہ کرتے ہین کوئی جواز طواف قبر مین رسالے لکھتے ہین کوئی اثبات
جواز سجدہ قبر و دیگر بدعات قبیحہ کا دم بھرتے ہین اور اقوال مرجوحہ غیر سدیدہ
و احتمالات بعیدہ پیش کرتے ہین نعم ما اخبر بہ الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم
تم یخلف وراءہم جہالا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ونعم ما قیل
لا یصلح فوضی لا سراۃ لہم ولا سراۃ اذا جہالہم سادوا سلام نہین

یہ لوگ حق سبحانہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھلائینگے اور جناب سرور انبیا علیہ و علیہم التحیۃ
والثنا کے آگے کس منہ سے جائینگے مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی کریمہ
در لا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا وایای فاتقون کے تفسیر میں لکھتے ہیں و دریخا باید دانست
کہ ہر چند این آیہ بظاہر بہنود ہی امر نیل ست لیکن در حقیقت سرزنش چند فرقہ ازین امت است
کہ در عوض ایات الہی قیمت قلیل را می گیرند و ان نعمت را برباد میدہند چنانچہ حضرت
امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ در تفسیر این آیہ و مانند آن فرمودہ اند
انہ قد مضی بنو اسرائیل و درجوا و ما یسلم بهذه الایات غیرکم فرقہ اول
علماء بد قماش اند کہ بادنیا داران و ظالمان اختلاط می کنند و برای لذات و شہوات
انہا و تصحیح مظالم انہا روایات نادرہ برمی آرند و حیلہ برمی انگیزند انتہی اور نیز آیہ کریمہ
و یفسدون فی الارض کے تفسیر میں مفسرین کی تفصیل فرماتے ہیں دوم آنکہ رسوم
و بدعات قبیحہ را بتطمیع مردم در مال و انعام و احسان در بندگان و فاسقان
رائج می کنند انتہی فافہم ولا تخف فی اللہ لومۃ لائم ۔ اللہم اصلح امۃ سیدنا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم و اغفرلہم و ارحمہم و علینا معہم اجمعین آمین **قولہ** (صفحہ ۳۱)
جاننا چاہئے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی (علیہ الرحمۃ) الخ **اقول** مرجوابہ بالتفصیل فلا حاجۃ
الی التکرار و التطویل فتنبہ و انظر ترجمہ **قولہ** صفحہ مولوی قطب الدین دہلوی (الی قولہ)
لکھتے ہیں فاتحہ درود لیسے جا پڑہنا چاہئے کہ پاک ہونجاست ظاہری و باطنی سے
اقول مولوی قطب الدین خانصاحب مرحوم و مولانا شاہ اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ کے
کلام میں البتہ اوسوقت تعارض ہوتا کہ جب شاہ صاحب علیہ الرحمہ یہہ فرماتے کہ فاتحہ
درود جس جگہہ میں پڑہنا چاہئے آخر شرائط تناقض سے وحدت موضوع و محمول کہی ہے
یا نہیں اور بھلا اسکا کون مسلمان قائل ہوگا کہ قرآن و درود جس جگہہ پر پڑہنا چاہئے
اور فاتحہ کے پاک جگہہ پر پڑہنے سے یہہ کیونکر معلوم ہوا کہ یہہ طریقہ مبتدعہ کو مولوی صاحب

مولویصاحب مرحوم جائز فرمارہے ہین نفس فاتحہ خوانی یعنے قران شریف وغیرہ پڑہکر
ایصال ثواب کرنیکو بدون اسکے کہ پابندی قواعد ورسومات مبتدعین کی کیجاوے
کون منع کرتاہے خداسمجھدے بلکہ نجاست باطنی سے مراد اونکی یہہ امور محدثہ مبتدعہ
ہی ہین چنانچہ ناظرین تحفۃ الزوجین پر مخفی نہوگا اجی حضرت تعجب ہے کہ آپنے الصاحب
مرحوم پر اتہام مخالفت لگائین اور اپنے سادہ سرد نکو بہی ٹھہرائین کیا آپکو شائد ہی
سے مولانا عبدالحلیم صاحب مرحوم لکھنوی کے انکار ہے نہین نہین غالبا آپ
اسکے ہرگز منکر نہونگے پہر باوجود اقرار تلمذی اونکے اونکی مخالفت کرنی بڑی ذالضمانی
ہے دیکھو مولانا مرحوم تو فاتحہ مرسومہ کو ناجائز فرماتے ہین اور آپ اوسکو جائز
چنانچہ فتوی مولانا علیہ الرحمہ کا رسالہ القول الصواب فی ایصال الثواب سے ہم
نقل کرتے ہین اپنے اسکو بغور ملاحظہ کرین اور قبول حق مین تراخی کو راہ نہ دین
کہ الخیر لا یوخر **فتوی مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی علیہ الرحمہ**
فی الواقع ثواب عبادت مالی باشد خواہ بدنی خواہ مرکب از ہردو بکسی بخشیدن
زندہ باشد یا مردہ در شرع ثابت ست چنانچہ در ہدایہ و عالمگیری وغیرہ
مصرح ست وطریق ایصالش کہ از سلف منقولست ہمین ست کہ طعام یا شیرینی
وغیرہ بکسی خوراینیدہ یا بخشیدہ ثواب آن رسانند ہر روز ہر طور یکہ باشد
وخصوصیات وتعینات کہ در سوال مندرج اند اصلی ندارند از ادلہ اربعہ یعنی
کتاب وسنت واجماع امۃ وقیاس مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ مدار
دین بر آنہاست بثبوت نمیرسند ومن ادعی فعلیہ البیان واین خصوصیات
را باعث زیادتی ثواب یا ضروری تصور کردن تا بحدیکہ بترک آنہا حسرتی زاید
یا مثل حسرت ترک عبادت پیدا شود وتارک انہا ملام گردد امریست کہ از دین
وشرع علاقہ ندارد وبدعتی ست عظیم عن عایشۃ رضی اللہ عنہا قالت

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ
فھو ردٌ رواہ اصحاب الصحاح وغایت استدلال اصحاب فاتحہ مروجہ فعل مشائخ
وآبا واساتذہ خود می باشد احیا رباشد خواہ اموات پس اولا اثبات این امر باید کرد
این حضرات متمسک این امر شدہ اند وبعد التسلیم ما مردم ماموریم باتباع فعل مشائخ
وآباؤ اساتذہ نیستیم مقلد را جز تقلید مجتہد چارہ نیست وہرگاہ کہ فعل نبی کریم صلوٰۃ اللہ
علیہ والتسلیم موجب وثبت امری نمی شود چنانچہ در اصول بزودی ودیگر کتب اصول فقہ
مصرح ست پس فعل دیگرے چہ رسد ومقولات امم ماضیہ انا وجدنا اٰباءنا علی امۃ
وانا علی اٰثارھم مقتدون بالکمال تشنیع در کلام مجید مذکور ست چشم انصاف باید
والہام کسی حجت نمی تواند شد فان الالھام لیس بحجۃ من الحجج المثبتۃ کما
بین فی اصول الفقہ وعلم الکلام فعل کسے را باو گذارند وکار باعمال خود دارند
واللہ اعلم نفعہ محمد عبد الحلیم شجاع اللہ الکریم عن سیئاتہ بفضلہ العمیم **قولہ** صفحہ ۳۲
بلکہ شرح طحاوی سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
بفور استماع آیہ سجدہ کے سجدہ نہیں کیا عبارت شرح طحاوی کی یہہ ہے
یحتمل ان یکون ترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم السجود فیھا لانہ کان علی غیر وضوء فلم یسجد
لذلک انتھی **اقول** اسی فہم پر صاحب نصاب الاحتساب کاردکرنے بیٹھے ہیں
کہ نہ اپنی عبارت منقولہ کی خبر اور نہ دوسرے کے عبارتوں کی سمجھ ہان جبکو فقط
جاہلوں کو عربی عبارت دیکھلا کر بستم کی حلوا روٹی تیجہ کا پھول پان وغیرہ وصول
کرنا مقصود ہو اوسکو حق ناحق سے کیا غرض اور عقل وفہم سے کیا سروکار۔
حب الشی یعمی ویصم کیا سچا مقولہ ہے دیکھو شرح طحاوی کی عبارت سے
نفی کراہت تاخیر ثابت کرنا مولف ہی کا کام ہے۔ صاحب شرح طحاوی تو یہہ
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فی الفور سجدہ نہیں کیا اسکی

اسکی یہہ وجہ ہے کہ شاید اوسوقت اپکو وضو نہوگا پس کسی اہل فہم سے پوچھو کہ اس سے نفی کراہت تاخیر مطلقا کیونکر معلوم ہوئی اگر تاخیر مین کراہت نہین ہے تو صاحب شرح طحاوی کو عذر کرنیکی کیا ضرورت تہی صاف کہدیتے کہ تاخیر مکروہ نہین ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فورا سجدہ نہین کیا فافہم ولاتکن من الجاہلین

قولہ صہ ۳۲ اگر علی التراخی سجدہ مکروہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضرور سجدہ کرتے **اقول** نہ سجدہ کرنا حضرت عمر کا رضی اللہ عنہ اور منع کرنا اونکا دوسرونکو اسلئے تہا کہ وہ اس سجدہ کو واجب وضروری نہین جانتے تہے جیسا لم یکتبہا کا اسپر دال ہے اور تاکہ لوگ اسکو واجب سمجھنے لگین اور جب اونکے نزدیک وہ آیہ سجدہ ہی نہین ٹھہری تو پہر سجدہ کیسا **قولہ** صہ ۳۳ جواب اسکا یہہ ہے کہ جب فقیہ ابو اللیث علیہ الرحمہ نے جائز کہا ہے **اقول** فقیہ ابو اللیث اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ کے کلام مین تعارض نہین ہے اسلئے کہ کلمہ لا باس نفی کراہت پر دلالت نہین کرتا دیکھو فتح القدیر مین ہے کلمہ لا باس اکثر استعمالہا فی المباح وما ترکہ اولی کذا فی مقدمۃ عمدۃ الرعایہ صہ ۲۱۲ اور علائی حموی شرح اشباہ مین لکہتے ہین اقول لا باس یستعمل لما ترکہ اولی وما ترکہ اولی مرجعہ الی کراہۃ التنزیہ اگر یہہ شبہ ہو کہ مقصود فقیہ علیہ الرحمہ کا اگر بیان کراہت ہوتا تو وہ ہرگز استدلال فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین کرتے تو ہم کہینگے کہ فقیہ علیہ الرحمہ نے اس فعل نبوی علی صاحبہ افضل الصلوات واکمل التحیات کو بیان جواز پر محمول کیا ہے اور جواز منافی کراہت نہین ہوتا کما مر اور یہی سہی ہے کہ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ لا باس کے ساتہہ اشعارا الی الکراہۃ ذکر کیا ہے اگر استدلال حدیث سے مقصود اونکا اثبات استحباب ہوتا تو کلمہ لا باس جو موہم کراہت اور نافی استحباب بالیقین ہے نہ لاتے بلکہ اوسکی جگہہ لفظ یستحب ذکر فرماتے صاحب نہایہ فرماتے ہین لفظ لا باس دلیل علی ان المتحب غیرہ

لان الباس لیشل کذا فی الشامی اور اگر مجوز بلا کراہۃ ہونا فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ
کا تسلیم کر لیا جاوے تو فقط ایک کا قول مخالف اکثر ائمہ مذہب کے کیونکر مقبول
ہو سکتا ہے صاحب رد المحتار ولاماس بالجلوس لہا فی غیر المسجد کے تحت میں فرماتے
ہیں اما فیہ فیکرہ کما فی البحر عن المجتبی وجزم بہ فی شرح المنیۃ والفتح
انتہی اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے وظاہر الحدیث ان جلوسہ فی
المسجد کان للعزاء لکن قال ابن الہمام یجوز الجلوس للمصیبۃ ثلاثۃ
ایام وھو خلاف الاولی ویکرہ فی المسجد فلعلہ محمول علی الاختصاص
او لبیان الجواز او کان جلوسہ فی المسجد اتفاقیا انتہی اور حموی شرح اشباہ
میں ہے فی منیۃ المفتی الجلوس فی المسجد ثلثۃ ایام للمصیبۃ یکرہ
وفی غیرہ جاءت الرخصۃ ثلثۃ ایام والاحسن ترکہ اور اشباہ ونظائر
میں ہے ویکرہ الجلوس فیہ (ای المسجد) للمصیبۃ انتہی پھر ایک قول ضعیف
کے مقابل تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی کے قول کو رد کرنا کچھ مولف ہی کا کام ہے
لاحول ولاقوۃ الا باللہ **قولہ** رد المحتار میں ہے کہ آپکو بیٹھنے سے تعزیت مقصود
نہ تھی مگر صاحب رد المحتار نے اسپر کوئی دلیل پیش نہ کی **اقول** اجی حضرت
آپ نے سنا نہیں ہے عیان راچہ بیان پھر ثبوت اس امر کا درجہ تواتر بالشہرت
معنوی کو پہونچ گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اور کہیں تشریف
نہ لیجاتے تو اکثر اوقات مسجد شریف ہی میں رونق افروز رہتے تھے پس بات
کیونکر تسلیم کر لیجاوے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بعد امر خبر شہادت
حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسجد شریف میں رونق افروز ہوئے تو یہ جلوس بحسب عادت
مستمرہ نہ تھا بلکہ بقصد تعزیت اگر اسی غرض سے تھا تو اسپر دلیل کیا ہے
آپ مدعی امر زائد ہیں اسکو ثابت کریں اب میں آپکو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ آپ

کرآپ کلام اکابر پرلیون بے سمجھو اعتراض نکیا کرین اگر کوئی بات اونکی ہمارے سمجھ مین نہ آئے
تو ہمکو دوسرون سے پوچھنا چاہیئے نہ کہ جھٹ پٹ اعتراض کر بیٹھنا ہمارا بڑون پر اعتراض
کرنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے قندر و تشکر **قولہ** صفحہ ۳۴ ذیل ۳ کے بچھانے مین کیا قباحت
ہے **اقول** بیچارے صاحب نصاب الاحتساب پر کیون اتنی خفگی ہے ایام
مصیبت مین فرش وغیرہ بچھانیکو تو اور مفتیان حنفیہ بھی منع فرماتے ہین دیکھئے عبارت
زیلعی کی جسکو آپنے مرقاۃ سے صفحہ ۴۸ مین نقل کیا ہے وھو ہذا قال الزیلعی و
لا باس للجلوس للمصیبۃ الی ثلاث من غیر ارتکاب محظور من فرش
البسط و الاطعمۃ من اھل المیت انتہی پھر تمام فقہ پر یکدم قلم پھیر دیجئے جب ایسے
مجتہد وقت موجود ہی ہین تو اور کی ضرورت ہی کیا ہے **قولہ** اور نفس قیام
تعظیمی تو حرام نہین ہے خود آپنے فرمایا ہے قوموا الی سیدکم **اقول** واہ رے آپکا
استدلال اجی صاحب ذرا کتب احادیث کو دیکھو کلام اکابر مین فکر و تامل کرو حضرت
سعد رضی اللہ تعالی عنہ مجروح و ابر پسوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت شریف مین
تشریف لائے تھے اوسوقت اونکے اوتارنیکو لوگون سے آپنے فرمایا تھا قوموا
الی سیدکم اگر قیام تعظیمی مقصود ہوتا تو الی نفرماتے بلکہ (لسیدکم) ارشاد ہوتا
ہکذا ذکرہ الشیخ الدہلوی رحمہ اللہ فی مدارج النبوۃ و العلامۃ النورپشتی و العلامۃ
علی القاری المکی الحنفی فی المرقاۃ علاوہ اسکے اس نزاع کی مٹانے والی خود وہ روایت
مسند امام احمد کی ہے جسمین لفظ (فانزلوہ) کا بعد (قوموا الی سیدکم) کے
موجود ہے کذا فی فتح الودود شرح سنن ابوداؤد و من اراد زیادۃ التحقیق فلیرجع
المدخل لابن الحاج رحمہ اللہ تعالی **فائدہ** جاننا چاہیئے کہ قیام وقت ذکر ولادت
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مجلس مولود مین مروج ہو رہا ہے وہ بالکل
بدعت قبیحہ و ناجائز ہے اور اوسکو باعث تعظیم رسول کریم علیہ و الہ الصلوۃ

بجز اسکے کہ اظہار و نمایش و اتباع رسم آبائی مقصود ہو علاوہ اسکے اس
قل کا عدم جواز کتب فقہیہ سے بھی معلوم ہوتا ہے فتاوی بزازیہ میں ہے ویکرہ
اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث (الی قولہ) وجمع الصلحاء
والفقراء للختم او لقرءۃ سورۃ الانعام والاخلاص انتہی۔ اور پہلے
عبارت مجالس الابرار سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو طریقہ عبادت کا
بعد خیر القرون کے نکالا ہے وہ بدعۃ ضلالۃ ہے پس یہ طریقہ قل کا بیشک ناجائز ہوگا
اور دوسرے اس قل میں قرءۃ قرآن کے بدلے میں اجرت لینا بھی لازم
آتا ہے اور یہ حرام ہے اسلئے کہ قاری کو قرآن کے بدلے کچھ لینا خواہ اجرۃ
ہو یا صلۃ ہو حرام ہے کما مر اور یہاں یہ محقق ہے بلکہ قاریوں کو اکثر حصہ سے
زاید دیا جاتا ہے پھر یہ لیا اور اجرت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دو چار ہی روپے
دے جائیں اجرت قلیل کثیر رفقہ غیر نقد ہر یک کو شامل ہے پس مفضی الی
الحرام حرام ہوگا کما لا یخفی **قولہ** صفحہ ۳۶ چودھویں وجہ الخ **اقول** جہر بالقرآن
عبارت نصاب الاحتساب میں قید اتفاقی نہیں ہے تاکہ بصورت
عدم جہر یہ طریقہ محمدثہ جائز ہو جائے بلکہ قید واقعی ہے کما ہو المتعارف بین الناس
اور یہ قول سلف کا (کہ میں نے جہاں تک دیکھا ہے تیجہ میں سب لوگ
آہستہ پڑھتے ہیں) سراسر اغماض عن الحق ہے خدا ہر شخص کو چشم حق بین
نصیب فرمائے۔ امین۔ **قولہ** صفحہ ۳۷ اسکا جواب یہ ہے کہ مرد تو خوشبو تیجہ
کو نہیں لگاتے البتہ گلاب کے پھول یا پنکھڑیاں عود و عنبر کے الخ پیالے میں
ڈالتے ہیں جو مباح ہے **اقول** نعم الحق ما روی حبک الشی یعمی و یصم بھلا
میں پوچھتا ہوں کہ اگر مرد تیجہ میں خوشبو نہیں لگاتے تو روغن میں پھول
وغیرہ ڈال کر کیا کرتے ہیں ہمارے یہاں کے مبتدعین کا تو یہ طریقہ ہے کہ بعد

کہ بعد قل پڑھنے کے ایک شخص پھول اور صندل اور روغن کو جو وہاں مجلس
میں قل کیوقت رکھا جاتا ہے اوٹھا کر ہر یک کے آگے لیجاتا ہے اور وہ دو چار
پھول پر کچھ کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھکر اوس پیالی میں جسمیں تیل اور صندل گھسا ہوا
ہوتا ہے ڈال دیتا ہے اوسکے بعد اوس تیل اور صندل کو سب کوئی اپنے ماتھہ و منہ
میں تبرکا لگاتے ہیں اگر آپ لوگ اوس تیل اور صندل کا استعمال نہیں کرتے تو
فقط پھول وغیرہ کو روغن میں ڈالنا سب کو ضائع کرنا ہے اور یہہ اسراف ہے
اور حق میں مسرفین کے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ان المبذرین کانوا
اخوان الشیاطین یعنے بیفائدہ خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی
ہیں اور اسراف تو ممنوع ہے پھر اس فعل کے عدم جواز میں شبہ کیا رہا و سیجئی
مزید تحقیقہ انشاء اللہ تعالی **قولہ** صفحہ وسیلۃ النجاۃ میں لکھا ہے فی عمدۃ القاری
واما اتخاذ الورق والعود والعنبر یوم الثالث فمباح هكذا فعلت
امراۃ عبد العزیز وبقیہ المعروفۃ بام هانی رضی اللہ عنہما فی
یوم الثالث فمن ذلک جرت العادۃ فی کل تعزیۃ لمسلم
کذا فی المفرق للامام البرزدی اقول اولا محمد صاحب وسیلۃ النجاۃ
کی حالت معلوم نہیں اور ثانیا اس عبارت کو جواز پھول دیان سے کیا نسبت
اسکا تو فقط یہہ مطلب ہے کہ بنت عمر بن عبد العزیز نے اللہ تعالی نے رفع سوگ کے
لئے تیسرے روز خوشبو کا استعمال کیا تھا اسی وجہ سے لوگوں میں رواج ہو گیا تو کیا
لوگوں کے رسم و عادات سے کسی فعل کا جواز ثابت ہو سکتا ہے ثالثا اس سے
اگر جواز ثابت ہوگا تو فقط عورتوں کے لئے نہ مردوں کو اور آیا پھول و عود کا استعمال
کرنا محض امر اتفاقی تھا اسلئے کہ رفع سوگ مخصوص پھول و عود و عنبر کے ساتھہ نہیں ہے
اسکے لئے مطلق خوشبو کافی ہے چنانچہ جب حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالی

۱۵ اوٹھانا پھول وغیرہ کا تیسرے دن پس
میانہ ہے (بقیہ عورتوں کو
رفع سوگ کے لئے افضل ہے
اگر چہ التزام اور تخصیص یوم
کے بہانا جائز ہو جاتے) بلوح
زینبی عن عبد العزیز نا یانی
رضی الدیوم ثم ام هانی تھا
رفع سوگ تیسرے دن کا
ہوئی عادت سے جاری
تھا پھول کی
میں ام هانی رضی اللہ عنہا

ویکرہ للنساء زیارۃ القبور وھو قول الجمہور لقولہ علیہ السلام زوارات القبور رواہ الترمذی وقال حسن صحیح ورواہ ابن ماجۃ واحمد انتہی اور جو بعض لوگون نے متقدمین مین سے جائز فرمایا ہے تو اپنے زمانہ کے اعتبار سے نہ کہ اس فتنہ کے زمانہ مین کہ جب عورتونکا مسجدون مین آنا اور جمعہ وجماعت مین شریک ہونا ممنوع ہوگیا باوجودیکہ وہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین برابر شریک جماعت ہوا کرتی تہین پھر مقبرون مین جانا اونکا جو مسجدون سے بدرجہا زاید محل فتنہ ہین کیونکر جائز ہوجائیگا علامہ ابن حاج مدخل مین لکھتے ہین اعلم ان الخلاف المذکور ہین العلماء انما ھو فی نساء ذلک الزمان وکن علی ما یعلم عادتھن فی الاتباع کما تقدم واما خروجھن فی ھذا الزمان فمعاذ اللہ ان یقول احد من العلماء او من لہ مروۃ او غیرۃ فی الدین بجواز ذلک انتہی اور درمختار مین ہے ویکرہ حضورہن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان اور شامی مین ہے قولہ ولو عجوزا لیلا بیان للاطلاق ای شابۃ او عجوزا نہارا اولیلا قولہ علی المذہب المفتی بہ ای مذہب المتاخرین انتہی پس اب اہل عقل مسجد اور قبرستان کے قرب وبعد کو ملاحظہ کرکے دونون کے فتنونکا موازنہ کرلین اور پھر جسکو چاہین جائز کہین **قولہ** صفحہ ۳۲ گیارہوین وجہ قبر پر پیشہ کے کہاتے پیتے ہین جو ممنوع ہے اسکا جواب یہ ہے کہ قبرستان مین قبرون پر پیشہ کے نکوئی کہاتا ہے نہ پیتا ہے الخ **اقول** ؎ برین فہم ودانش بہ باید گریست، مولف نے شاید پیشہ کے یہ معنے لئے کہ مردے کے سینے پر سوار ہوجانا سبحان اللہ کوئی مولف سے پوچھے تو سہی کہ تم نے جو صفحہ ۲۲ مین لکھا ہے آخر جو شخص قبر پر اکرا الا الزام قرآن شریف پڑھتا ہے آنے بیٹھنے کرپڑنے مین اوسکا کچھ وقت صرف ہوتا ہے اور صفحہ ۲۱ مین ہے قبر پر قرآن شریف پڑھتے رہتے ہین۔ اور

اور شامی مین ہے وکایکرہ الجلوس للقرءۃ علی القبر یعنے قبر پر پڑہنے کے لیے بیٹہنا مکروہ نہین ہے
تو کیا ان سب کے یہی معنی ہین کہ مردہ کے سینہ پر چڑہکے قران پڑہنا چاہیئے استغفر اللہ
صاحب نصاب کی تو یہہ غرض تہی کہ اکثر جگہون مین جو قبر پر تیجہ چہارم ہوا کرتا ہے
چنانچہ مولف فی ہی صفحہ ۵ مین فوائد تیجہ مین لکہا ہے دوسرا فائدہ زیارت
قبر جو سنت ہی خصوصا پہلے یہی دستور تہا اور بعد ختم قران وقوال وغیرہ کے جو
چنے پان وغیرہ حضار کو تقسیم ہوتے ہین اور لوگ وہین کہانا شروع کر دیتے ہین
یہ ممنوع ہے اسلئے کہ قبر پر جانا عبرت حاصل کرنیکے لئے ہے کہانے پینے کے لئے
اور اگر مولف کا یہہ مطلب ہے کہ قبر کے پاس کوئی نہین کہاتا تو یہہ بہی خلاف واقع
مشروع ہے کما مر الغرض مولف نے ہدایت عوام مین کوتاہی نہین کی ہے کما ایتم
قولہ سکہ پہر ہوئین وجہہ قاری لوگ ختم سے پہلے یا اوسکے بعد قران شریف کی
پکار کر پڑہتے ہین الخ اقول شاید یہہ پکار کر پڑہنا وہ ہی جسے اصحاب دف
ممتد عین مین قل کہتے ہین صاحب نصاب نے جو وجہ ممانعت کی جواب
سامعین بیان کی ہے وہ تو ظاہری ہے کہ علاوہ اسکے یہہ طریقہ خالی از احداث
فی الدین نہین ہے کہ قل اسکا نام ہے کہ دس پانچ آدمی اکٹہا ہو کر بیٹہہ
جائین اور پہر کوئی الحمد پڑہے اور کوئی سورہ اخلاص اور کوئی سورہ کافرون
اور کوئی آیۃ الکرسی اور امن الرسول ولا یستوی اور شیرینی وغیرہ اوسی طریقہ
سے جیسا کہ بیان فاتحہ مروجہ مین گذر چکا سامنے رکہی جاے اور ہر ایک پڑہنے والا
اپنے پڑہے ہوے کا ثواب اوس میت کو بخشدے تو ہم پوچہتے ہین کہ اگر کوئی شخص فقط
تنہا بلا اس اجتماع کے ان آیات وسور مخصوصہ کو پڑہکر ایصال ثواب کرے تو
کیا اتنا ثواب نہو گا اور کچہہ پارہ دو پارہ قرآن شریف کا تو پڑہا نہین جاتا کہ
ایک شخص کے پڑہنے مین دقت ہوگی پہر اس مجمع کی ضرورت ہی کیا ہے

والتسلیم سمجھنا فقط مبنی علی الوہم والتوہم علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی حدیثیہ
میں لکھتے ہیں فدل علی ان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہم انما کان
بسبب وقد زال وحی فعل ذلک بدعۃ لا ینبغی ارتکابھا لا یبھاہ العامۃ
ندبھا، نظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم یوضع
امہ لہ من القیاد وھو ایضاً بدعۃ لم یرد فیہ شی علی ان الناس انما یفعلون
تعظیما لہ صلی اللہ علیہ وسلم فالعوام معذورون لذلک بخلاف
الخواص انتہی اور اسیطرح سیرت حلبی و سیرت شامی میں بھی اس قیام کو محض بے اصل
لکھا ہے فوفقنا اللہ لمایحبہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مواضع متبرکہ میں کسی چیز ممنوع کا شائع ہونا
ملا جواز کی نہیں ہے فی المدخل والبقع وان کانت مما لھا فضیلۃ فی نفسھا
ن لھا تاثیر فیما حدث فیھا ولو کان کذلک لذھب کثیر من
ینہ والعیاذ باللہ وقد حفظھا اللہ والحمد للہ الا تری ان المدینۃ
ولد فیھا من بیت المقدس وقد حدث فیھما امور معروفۃ یا بابا
الشرع بھا ولا یقول بشی منھا احد من المسلمین فالتشریع لا یکون
المواضع الشریفۃ والا رسخنا ان ما سلہ وشرفھما انما یلتفی عن الشارع بنصہ
علیہ الصلوۃ والسلام انتہی قولہ انکا جواب یہ ہے کہ اشتہار کے ہوتے
جسمیں خوشبو جلائی جاتی ہے کیا مضائقہ ہے آخر مردہ کو خوشبو لگائی جاتی ہے اقول
سبحان اللہ سوال ارتکاب حرام جواب ارتکاب مباح البتہ چودھویں صدی کے مجتہد ایسے
ہونے چاہئیں جنکے بیان قیاس مع الفارق ہی بمنزلہ شرعی دلیل قطعی ہے معترض
کا حاصل ایراد تو یہ ہے کہ تیجہ کے مجلس میں اشتہار رکھا جاتا ہے جو ممنوع ہے
اوسپر مجیب صاحب نقض وارد کرتے ہیں کہ میت کو خوشبو کیسے لگاتے ہیں جو

جو آتشدان کا مجلس نتیجہ میں رکھنا ممنوع ہوگا ناظرین اس بکاوت کو مولف کے
دیکھیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ **قولہ** صفحہ جب یہ تسلیم کی گئی کہ مجمر میں تصویر تھی اسلئے
منہی کی گئی **اقول** ذرا آنکھ کھولکر دیکھو کہ حدیث میں لفظ تصویر کا کہاں ہے
آپ کے جب ایسے ہی ایسے مسلمات ہونگے تو خدا خیر کرے **قولہ** اگر خواہ مخواہ مجمر کا
ہونا منہی عنہ ہے تو اوسکو منع کرنا چاہیئے **اقول** الحمد للہ کیسے تو آپ نے مجمر کا منہی عنہ
ہونا مان لیا گرچہ علی سبیل الفرض ہی سہی نہیں تو لیکے اوس قیاس جلی نے جائز
ہی کر دیا تھا اور یہ قول مولف کا (اگر خواہ مخواہ نفس مجمر کا ہونا منہی عنہ ہے) اگر
اس سے مراد یہ ہے کہ باعث عدم جواز نتیجہ فقط حضور مجمر ہے بحیث لولاہ لامتنع
یعنی اگر مجمر نہ آئے تو مجلس تیچ جائز ہو جاوے تو یہ صریح غلط ہے لقیام الادلۃ علی
خلافہا اور اگر یہ ہے کہ حضور مجمر بھی منجملہ اسباب عدم جواز نتیجہ ہے تو مسلم مگر مولف
کو مضر۔ کما لایخفی **قولہ** ساتویں وجہ **اقول** میں بھی مولف کے اس جواب کو
تسلیم کرتا ہوں مگر اس سے اصل مجلس جائز نہو جائیگی جو فی نفسہ ممنوع ہے اور مولف کے
اس جواب سے کہیں صاحب نصاب پر اعتراض ہو سکتا ہے انہوں نے تو اپنے
علم و روایت کے موافق کہا ہوگا پس جہاں وہ صورت پائی جائیگی وہ بھی بیشک
قبیح ہوگی **قولہ** آٹھویں وجہ عورتیں زیارت کے لئے آتی ہیں جو خلاف شرع
ہے **اقول** یہ فرمانا صاحب نصاب کا بہت صحیح ہے چنانچہ اکابر فقہاء رحمہم اللہ
تعالیٰ اسکی تصریح فرماتے ہیں۔ کبیری میں ہے ویستحب زیارۃ القبور للرجال
وتکرہ للنساء لما قدمنا انتہی علامہ عینی حنفی شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔ و
تحاصل الکلام من ہذا کلہ ان زیارۃ القبور مکروہۃ للنساء بل حرام
فی ہذا الزمان ولا سیما نساء مصر الخ اور شرح اوراد میں ہے فی درر البحور
زیارۃ القبور حسن للرجال وحرام للنساء انتہی۔ عینی شرح ہدایہ میں ہے

۷ اور جو کہ زیارت قبور کی اور زیارت کو عورتوں کا جانا مکروہ ہے عورتوں کو زیارت کے لئے جانا حرام کیا ہے

۸ حاصل کلام کا یہ ہے کہ زیارت قبور کی عورتوں کو زیارت کے لئے جانا مکروہ ہے بلکہ حرام ہے

۹ عورتوں کا زیارت کے لئے جانا حرام ہے

کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تھا تو اونہوں نے
کچھ خوشبو منگا کر منہ وغیرہ ملا اور یہہ فرمایا کہ اگرچہ ہمکو اسکی کچھ ضرورت نہ تھی مگر ہمنے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عورت مومنہ کو حلال نہیں کہ سوائے
زوج کے اور کسیکے لئے تین دن سے زیادہ سوگ کرے باب ۲۴۷ ریاض الصالحین
امام نووی علیہ الرحمہ مین ہے عن زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللہ عنہما قالت دخلت
علی ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم حین توفی ابوھا
ابو سفیان بن حرب فدعت بطیب فیہ صفرۃ خلوق او غیرہ فدھنت منہ
جاریۃ ثم مست بعارضیھا ثم قالت اما واللہ مالی بالطیب من حاجۃ
غیر انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ واھل بیتہ وسلم
علی المنبر یقول لا یحل لامرءۃ تومن باللہ والیوم الاخر ان تحد فوق ثلث لیال
الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا قالت زینب ثم دخلت علی زینب بنت جحش
حین توفی اخوھا فدعت بطیب فمست منہ ثم قال انی الخر الحدیث متفق علیہ
تو کیا انحضرت کا رفع سوگ بغیر پھول پان وغیرہ کے ہوا یا نہین بلکہ اس سے تو تیرے دن
کی خصوصیت بھی معلوم نہین ہوتی اور سوگ تین دن سے زائد تو حرام ہے پھر پہلے دوسرے
دن ہوا ہوگا۔ بلکہ خوشبو کی بھی ضرورت نہین مطلق زینت کی چیز وں کا استعمال کرنا
جیسے مہندی کا لگانا رنگین کپڑوں کا پہننا کافی ہے بلکہ سوگ ضروری اور نہ استعمال خوشبو
پھر ایک امر مباح کا التزام کر لینا اور اوسپر اصرار کرنا یہہ خود ممنوع و محظور ہے کما مر غالباً
اگر اس عبارت سے مردون کے لئے خوشبو کا جواز ثابت کروگے تو صاحب
نصاب کے اعتراض تشبہ بالنساء من الرجال کا جواب دو حالانکہ ممنوعیت تشبہ بالنساء
کی حدیث صریح سے ثابت ہے حدیث شریف مین ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم المتشبھات بالرجال من النساء والمتشبھین بالنساء من

من الرجال رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح پس اس
اعتراض کے قوی ہونے مین کیا شک ہی اور یہہ قول مولف کا (یہہ فعل اسم قسم کا
نہین ہے جسمین عورتون سے مشابہت پائی جاتی ہو) کیا اب مشابہت کی دم
سینگ ہوتی ہے مشابہت بالنساء کی تو یہی معنی ہین کہ جو فعل عورتین
کرتی ہون اور وہ انکی بناء پر مخصوص ہو اوسکو مرد اختیار کرین اور وہ یہان
موجود ہی اسلئے کہ استعمال خوشبو تیسرے دن عورتونکو رفع سوگ کیلئے مباح کیا گیا ہے
اور مردونکو سوگ کرنا ہی حرام ہی پہر اونکو تیسرے ہی روز خوشبو کی استعمال کی کیا ضرورت
ہی۔ سادہ سا اگر کوئی احمق اس عبارت سے تیسرے روز مردون کے لئے خوشبو
اور بالخصوص پھول وعود کا استعمال کرنا ثابت کرینگے تو اوس سے کہو کہ تمہارے
دوسرے بھائی چہارم کرنیوالے وہ چوتھے روز کیون پھول وغیرہ کا استعمال
کرتے ہین انکو بھی چوتھے دن کرنیکی کیا وجہ ہو پس ثابت ہو گیا کہ اس عبارت سے
اس طریقہ محدثہ کا جواز ثابت کرنا محض ضلالۃ وسفاہت ہی ہے واللہ تعالی
اب واضح ہو کہ یہہ طریقہ محدثہ تقسیم پھول وغیرہ کا حسب تصریح اکابر دین رحمہ اللہ
علیہم اجمعین بدعۃ شنیعہ وقبیحہ ہی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ صاحبزادہ
وخلیفہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی وافاض علینا من برکاتہ اپنے
مکتوبات مین لکھتے ہین چنانچہ مولف نے خود صفحہ ۲۵ مین اوس عبارت کو نقل کیا ہے
وہو ہذا (سوال ششم آنکہ طعام بروح میت روز سوم یا دہم گل واون روز سوم
از کجا ثابت شدہ ما تعین وقت را اصل معتمد علیہ ظاہر نمی شود در روز سوم گل
واون در مردان بدعت ست آرے در زنان خوشبو آوردن روز سوم آمدہ است
برای رفع سوگ کہ غیر از منکوحہ را از اہل قرابت زیادہ از سہ روز سوگ داشتن مشروع
نیست پس روز سوم خوشبو بیارند تا زمان دیگر غیر از منکوحہ میت از سوگ برآیند انتہی)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جامع البرکات میں لکھتے ہیں و انچہ مردم روزگار از تکلفات کنند سوم روز از فوش انداختن و خیرہ دن و طیب تا قسمت کردن و امثال آن ہمہ بدعۃ شنیع و نامشروع ست تاب اللہ علیہم و عفا عنہم انتہی اور شرح منہاج امام نووی میں ہے الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث و تقسیم الورد والعود واطعام الطعام فی الایام المخصوص کالثالث والخامس والتاسع والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ انتہی اور مولف نے جو اس عبارت اخیرہ پر اعتراض کیئے ہیں اوسکا جواب آگے آتا ہے فلن من المنتظرین پس اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس بدعت قبیحہ کو چھوڑیں اور اکابر دین کی تصریحات پر عمل کریں اور رسم آبائی کا خیال نفرماویں کہ باپ دادے کے طریقہ کو اختیار کرنا اور امر حق کو چھوڑنا کفار اشرار کا طریقہ ہے نہ متبعین حضرت سید ابرار کا صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی خیر اتباعہ الی یوم القرار واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ** صفحہ ۴۱ منہاج کے بہت سے شروح ہیں اون میں اس عبارت کا پتا نہیں لگتا **اقول** کیا آپ کے پتا نہ لگنے سے ناقل پر اعتراض ہوگیا حضور ایسی صورت میں کہ اسی عبارت کو بڑے بڑے اکابر فقہا نے شرح منہاج سے نقل کیا ہو دیکھو فتاوی جامع الروایات میں ہے فی شرح المنہاج للنووی الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث و تقسیم الورد والعود الخ پس انکار کرنا مولف کا یا بوجہ تلت تفحص ہے یا مبنی علی التعصب الطبعی فرحم اللہ علی من انصف و لم یعتسف دوسرے اجی حضرت سچ ایمان سے کہیئے آپ نے کتنی شرحین منہاج کی دیکھی ہیں آپ نے بہت دیکھی ہونگی تو دو چار پانچ ذرا کشف الظنون کو تو دیکھیے کہ اوسکی کتنی شرحین ہیں پچیس تیس کے تو نام اوسمیں لکھے ہونگے زائد کی اللہ کو خبر پھر ذرا آپ کشف الظنون کو دیکھیے اور انصاف سے

اس جرات تکذیب پر شرم کیجے **قولہ** اس سے ایصال ثواب کے لئے کہانا پکانا مراد
نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل میت کہانا پکا کر لوگوں کو اوسپر جمع کریں اور کراہت کی علۃ
جریر کی حدیث ہے تعین تاریخ کو اسمیں کچھ دخل نہیں **اقول اولا** ہم پوچھتے ہیں
کہ ان لوگوں سے جنکو کہلانا ممنوع ہے اور جنکے کراہت اطعام پر حدیث جریر
رضی اللہ عنہ کی دلالت کرتی ہے کون مراد ہیں آیا فقرا و مساکین یا احباب و اقارب
فقرا کو کہلانا تو غالبًا آپ منع نہ کرینگے پس ضرور شق ثانی مراد ہوگی اور جب احباب
و اقارب کو کہلانا منع ہو گیا تو اب آپکا وہ دعوی کہاں گیا کہ احباب و اقارب کو
کہلانا منع نہیں ہے اگرچہ وہ غنی و امیر ہوں بلکہ اغنیا کے کہلانے میں بھی ثواب ہے
چنانچہ اس اثبات کیلئے ایک الگ باب آپنے مقرر کیا پس کیا یہ صریح تناقض
نہیں اگر یہ کہو کہ احباب و اقارب کو کہلانا منع اوسوقت ہے کہ جب بنظر ایصال ثواب
نہو بلکہ محض ریاء و سمعہ تو سمجھ لو کہ اسطرح تب فقرا کو کہلانا کب جائز ہے اور اگر کہو کہ اغنیا
کو کہلانا کچھ ریا و سمعہ میں موقوف نہیں بطور ضیافت بھی کہلا سکتے ہیں اور یہی ممنوع
اور مقتضاے حدیث جریر رضی اللہ عنہ ہے جو بنظر ایصال ثواب ہو تو اول ہم کہینگے کہ کیا
ضیافت بطور ریا و سمعہ بھی ہوتی اور ثانیًا یہ ضیافت بھی دو حال سے خالی
نہوگی یا اس سے ثواب مقصود ہوگا یا نہیں بصورت اول موافق دعوی سابق
یہ منع نہیں اور بصورت ثانی یا اتباع رسم آبائی اور اظہار و نمایش مراد ہوگی
یا اسکے لئے کوئی علۃ غائی ہی نہوگی اول خود بدیہی البطلان ہے اسلئے کہ یہ علۃ
اطعام فقراء میں بھی پائی جا سکتی ہے بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے پھر ضیافت
احباب و اقارب کی کیا خصوصیت ہے اطعام فقرا کیا اسوجہ سے ممنوع نہوگا
اور بصورت ثانی یا کہلانیوالے عاقل بالغ ہونگے یا صبی و مجانین بصورت اول
یا یہ اطعام فعل اختیاری ہوگا یا اضطراری بصورت اول کوئی علۃ غائی ضرور

ہوگی اسلئے کہ ذی عقل کوئی فعل بالاختیار بغیر خیال کسی نتیجہ و علۃ غائی کے نہیں
کرسکتا اور شق ثانی بدیہی البطلان ہے اور اگر وہ دیوانے مجنون ہونگے
تو ایسوں کا کوئی اعتبار اور نہ وہ ان احکام شرعیہ کے مخاطب پس معلوم ہوگیا
کہ مولف کے اس قول میں اور اوس قول میں جسمیں اغنیا و احباب و اقارب
کو جواز ضیافت کی تصریح فرماتے ہیں صریح تعارض ہے دیکھو صفحہ ۱ میں لکھتے
ہیں یا یہہ کہا نا بطور صدقہ کے پاس نہیں بھیجا جاتا ہے بلکہ بطور ضیافت
کے چنانچہ ضیافت کی نیت کرلیجاتی ہے انتہی و ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ کیا
مولف کو ابتک اسکی بھی خبر نہیں کہ حدیث جریر رضی اللہ عنہ سے اطعام فقراء
مراد ہے یا اطعام اقارب و احبا اور پھر تصنیف کا شوق اجی صاحب ذرا الکھنہ
کھولو شرح برزخ کی عبارت جسکو خود صفحہ ۴۵ میں نقل کرتے ہو غور و تامل سے
دیکھو دل الحدیث علی انہ یکرہ لاھل المصائب اتخاذ الطعام
علی سبیل الضیافۃ فرق بین انہ لا یکرہ لاھل المصیبۃ اتخاذ الطعام
للفقراء و لا یکرہ لہم الاکل من ذلک پس اب سمجھ لو کہ ضیافت اگرچہ
بلا تخصیص و تعیین ہو مطلقاً حسب اطلاق حدیث جریر رضی اللہ عنہ مکروہ و ممنوع
ہے اور اگر اسکی تعیین بھی کی گئی جیسا کہ متعارف ہے کہ لوگ نتیجہ چہارم چہلم وغیرہ
میں اپنی برادری و دیگر احباب وغیرہ کی ضیافت کرتے ہیں چنانچہ مولف
صاحب بھی اسکے مقر ہیں کہ اگر تو یہہ تخصیص اور باعث زیادتی کراہت ہوجائیگی
کہ مثل مشہور ہے کہ ملا اور دوسرے بم چڑا ایک تو خود ضیافت ممنوع اور
اوسپر اوسکی تخصیص بھی جو فی نفسہ غیر مشروع پس یہہ عبارت مغنی المحتاج
کی کسیطرح مخالف شرح منہاج کے نہیں ہوسکتی کما لا یخفی باقی رہا
اطعام فقراء بنظر تو اب وہ اگرچہ ایام مصیبت میں ممنوع نہیں مگر اسکے لئے بھی

بہی تخصیص تیسرے چوتھے دن وغیرہ کی اور التزام اوسکا خالی از احداث
فی الدین و اتباع سنن مبتدعین نہیں ہے کما مر مرارا فعلیکم بالانصاف
وایاکم والاعتساف واللہ یہدی من یشاء الی سبیل الرشاد اللھم ہدنی رشدی
واعذنی من شر نفسی بجاہ نبیک خیر العباد صلوات اللہ علیہ والہ واصحابہ
الی یوم التناد بمنہ وکرمہ امین **قولہ** صفحہ تعین تاریخ کو اوسمین کچھ دخل نہیں
اقول تعین وتخصیص کو سب کچھ دخل ہے ہان ہمارے عقل ناقص کو کچھ
دخل نہیں کما مران اطلاق المقید و تقیید المطلق بدعۃ ومکروہ فتدبر فیما
مضی فان فیہ کفایۃ لاولی النہی **قولہ** صفحہ ایصال ثواب کے لئے کہانا
پکانا مستحب ہے چنانچہ ابن حجر مکی شافعی نے اپنے فتاوی میں اسپر اجماع نقل
کیا ہے **اقول** کیا ابن حجر رحمہ اللہ نے اس تعین وتخصیص روز سوم
وغیرہ کو بہی مستحب لکہا ہے وانما النزاع فی التعین بین اہل السنۃ و
المبتدعین ولم یشیروا الی الان ولن یشیروا فانی یراللہ الرحمن بدلائل تقبلہ
وان اوردوا اقوالا مجہولۃ ومن ادعی فعلیہ البیان ماقامۃ الحجۃ والبرہان
قولہ صفحہ اور تیسرے روز قبر پر مجتمع ہونا اور پہول وعود کا تقسیم کرنا
جو بدعۃ کہا گیا ہے تو یہ سمجہہ لینا چاہئے کہ ہر بدعت قبیح نہیں ہوتی —
اقول اولا یہہ کہو کہ آپ یہہ مطلب عبارت شرح منہاج کا بیان کرتے
ہیں یا اوسپر رد کرتے ہیں اگر اوسکا یہہ مطلب ہو تو اوسپر محض افترا ہے
اسلئے کہ اوسمین صاف بدعت ممنوعہ لکہا ہے نہ مطلق کہ آپ کو جاہلون
میں بات بنانیکا موقع ملتا اور دوسرے اگر بالفرض ہر بدعت قبیح
نہو مگر یہہ اجتماع وغیرہ تو ضرور بدعۃ قبیحہ ہین کما ہو احتمال صاف
عبارت نہایہ سے جسکو مولف نے صفحہ ۴۲ مین نقل کی ہے معلوم ہوتی ہے

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث) الی قولہ (وجمع الصلحاء و
الفقراء للختم ولقرءۃ سورۃ الانعام والاخلاص) اور بدعت قبیحہ ہونا
پہلوں وغیرہ تحقیق سابق سے ثابت ہوچکا اور اطلاق حدیث جریر کنا نعد
الاجتماع الی اھل المیت الخ بھی بمثبت عدم جواز اجتماع ہے خواہ قبر پر ہو یا مکان پر
فتدبر وتبصر **قولہ** آخر عدم استحباب کی کوئی وجہ ہونی چاہئے۔ **اقول**
چندین سال خدائی کردی ہنوز گاو وخر ازانشناختی تصنیف وتالیف ومناظرہ
کا تو یہ شوق اور فن مناظرہ میں یہ تبحر کہ دلیل منکر سے طلب کیجاتی ہے اجی
حضرت آپ مثبت استحباب ہیں انکو دلیل کی ضرورت ہی منکر کو تو لانسلم و
لم تثبت کہدینا کافی ہے سو اوسکے جب آپ سے استحباب ثابت نہوسکا تو عدم
استحباب خود ہی ثابت ہوگیا ارتفاع النقیضین ومحال ہی ہے علاوہ برین
عدم ثبوت استحباب کا مثبت کراہت وعدم استحباب ہونا ہمارے لئے
دلیل وافی ہے اور بنصوص فقہ یہ توان شاء اللہ تعالے اس پارہ میں۔ گویا غیر متناہی
مل سکتے ہیں کما لایخفی علی اہل التفحص ہدایہ میں ہے ولا یقلب القوم
ارد یتھم لانہ لم یقل امنا مرھم بذلک انتھی اور مصافحہ بعد الصلوۃ کیوں
ممنوع ہوا لانہ تقول فی خصوص ھذا الموضع کذا فی الشامی قبل صلوۃ عیدین
نوافل کیوں مکروہ ہوئیں اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئے
کما فی الھدایہ وغیرذلک من الجزئیات وفی ذلک کفایۃ لاھل الدیانات اور صاحب
مجمع البحار ایاکم ومحدثات الامور کی شرح فرماتے ہیں ای ما لم یکن معروفا
فی کتاب ولا سنۃ ولا اجماع انتھی پس اب مولف صاحب پر واجب ہے کہ دلیل
استحباب تقسیم ہوا وغیرہ تک میں ثابت کریں یا اوسکے بدعت وممنوع ہونے کے
قائل ہوجائیں اللھم ارزقنا اتباع سنن الھدی والاھتداء بھدیۃ المصطفی صلوات اللہ

علیہ والہ وصحبہ مادامت النہار المضی واللیل الدجی آمین ثم آمین **قولہ** علاوہ بریں قبر پر مجتمع ہونا مطلقاً بدعت سیئہ نہیں ہے **اقول** ہذہ رجعۃ تہقری فلا نضیع الاثات وقا باعادۃ ماسعی **قولہ** تعین تاریخ سے اسمین برائی نہیں آتی **اقول** کیا مولف کو یہ حدیث صحیح مسلم کی معلوم نہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتخصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تخصوا یوم الجمعۃ لصیا من الایام اور اشباہ ونظائر میں ہے ویکرہ افرادہ (ای یوم الجمعۃ) بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام اور علامہ حموی اسکی شرح میں لکھتے ہیں — لحدیث ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتخصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی رواہ مسلم واذا نہی عن ہذہ الیلۃ فغیرہا بالمنع اولی لان التخصیص بدعۃ انتہی اور فتح الودود شرح سنن ابی داود میں ہے یدل علی کراہۃ افراد یوم الجمعۃ بالصوم وبعضہم احادیث کحدیث جویریۃ الآتی وغیرہ وبہ قال اکثر اہل العلم وخلافہ غیر قوی انتہی اور رد المحتار حاشیہ درالمختار میں ہے قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم ہو المعتمد وقد امر بہ او لا ثم نہی عنہ انتہی اور علامہ طحطاوی حاشیہ درالمختار میں لکھتے ہیں ثبت بالسنۃ طلبہ والنہی عنہ والاخر منہما النہی کما رجح فی شرح الجامع الصغیر انتہی پس باوجود ان تصریحات فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے تخصیص تعین کو جائز سمجھنا اور ممنوع نہ جاننا اور حنفی کہلا کر فقہاء حنفیہ کے اقوال کو نہ ماننا اور اوانکے مقابل مین کسی ایک شافعی کے قول کو پیش کرنا کتنی بڑی بے انصافی ہے حالانکہ بحث مصافحہ مین قول حافظ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ کا گذر چکا ہے کہ مذہب محققین کا یہی ہے کہ اگرچہ خلاف عمدہ چیز ہے مگر اسکے لئے بھی تخصیص کیوقت کی ممنوع ہے بلکہ بعض محققین نے تخصیص وقت کو حرام لکھا

فرمایا ہے اور طبسداوی اگرچہ معتبر کتاب ہو مگر فتاووں کا یہی حال ہے کہ کیسی ہی معتبر
نہوں مگر اقوال شاذہ و مجروحہ اوسمیں کوئی نہ کوئی ضرور ہوتے ہیں جیسا کہ
اہل علم پر مخفی نہیں ہے اور نیز جب حدیث صحیح تقبیح تعمیم و تخصیص پر حجت
صریح ہے تو قول جوابر تعمیم کا غیر مقبول و مردود ضرور ہوگا اب واضح ہو کہ اکثر اہل بدع
ہداہم اللہ اپنی بدعات مخترعہ و تخصیصات قبیحہ کے ثبوت میں یہہ حدیث حضرت عبداللہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کہ وہ ہر پنجشنبہ کو وعظ فرمایا کرتے تھے جاہلوں کے
بہکانیکو پیش کیا کرتے ہیں پس اب بنظر احقاق حق اصل حدیث کو مشکوۃ سے
مع ترجمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ہدیہ ناظرین با انصاف کرتا ہوں
تاکہ اہل حق پر اہل فریب اذ کی ظاہر ہو جائے اور وہ سمجھ لیں کہ ایا فی الحقیقہ یہ قیود
و تخصیصات مبتدعین کے اسیطرح کے ہیں جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر کیا تھا یا ان دونوں میں بون بعید ہے
قال گفت شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان عبد اللہ ابن مسعود یذکر الناس
فی کل خمیس فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمن لوددت انک ذکرتنا فی کل یوم فقال
اما انہ یمنعنی من ذلک انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بالموعظۃ کما کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بہا مخافۃ السامۃ علینا
از جہت ترس ملالت برما انتہی دیکھو حضرت عبداللہ ابن مسعود

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جمعرات کے وعظ سے کوئی خصوصیت روز پنجشنبہ کی اونکو
ہرگز ملحوظ نہیں تھی بلکہ فقط اسوجہ سے تہا کہ وہ سمجھتے تہے کہ آجکل لوگ اپنے اپنے کار بار
فرصت رہتی ہے خوشی سے بلا اکراہ وجبر بطیب خاطر وعظ سنینگے پس اسکی ایسی مثال ہوئی جیسے
اس زمانہ میں بھی جمعہ کے دن اکثر وعظ کہا کرتے ہین تو یا اس سے خصوصیت یوم جمعہ کی مقصود
ہوتی ہے نہین بلکہ وجہ اسکی یہہ ہوتی ہی کہ اس دن نمازی کثرت سے آتے ہین مسلمانون
کا زائد مجمع ہوتا ہے پس ایسے وقت مین امر بالمعروف ونہی عن المنکر وتبلیغ احکام شرعیہ
بوجہ احسن واکمل ہوسکتی ہے اور رشد وہدایت عامہ مومنین کی جو وعظ ونصیحت سے
مقصود بالذات ہی بوجہ اتم حاصل ہوگی تو کیا اسکو کوئی منع کرتا ہے اور وعظ کچھ وظیفہ
تو ہے نہین کہ گھر کے کونے مین بیٹھ کر پڑا کرے خواہ کوئی سننے والا ہو یا نہو پس
جہان کہین اور جسوقت سامعین زائد ہونگے وہان وعظ کہنا ضروری اور مستحسن ہوگا
اور جو فعل باعث ازدیاد مجمع ہوگا بشرطیکہ وہ منجر الی ارتکاب المکروہ نہو مستحسن سمجھا جائیگا
اسیلئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے روز وعظ نہ کہنے کی یہہ وجہ بیان
کی کہ ہم نہین چاہتے کہ تمکو روز وعظ کہکر تکلیف مین ڈالین آخر تم تنگ ہوکر آنا چھوڑ دو
اور یہہ آدمی کی طبعی بات ہی کہ جب کسی بات کو بکثرت سنتا ہے اور خصوصاً جب
اور ضروریات بہی ہون سو وقت مین درپیش ہون تو آخر اوسکے طرف ایسی توجہ نہین
رہتی اور اسیلئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہماری حالت کا لحاظ رکھتے تہے اور اسکا خیال کرکے ہمکو وعظ
فرمایا کرتے تہے ہم بہی تمہارے احوال واوقات کا لحاظ وخیال کرتے ہین اور جب
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے استدلال مین فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم کو پیش کیا اور یہہ تو مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعرات کو
وعظ نہ فرمایا کرتے تہے تو معلوم ہوگیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تخصیص یوم

پنجشنبہ کی مقصود نہ تھی بلکہ اوسدن وعظ کہنا بضرورت حضور سامعین وکثرت اجتماع تھا اور نہ اوسوقت خوف فتنہ وتاکید عند العوام تھا چنانچہ بعض لوگون نے اوردنون مین بھی وعظ سننے کی رغبت ظاہر کی تھی جیسا کہ اہل فہم مخفی نہین ہے اگر کسیکو اعتراض کا شوق ہو اور وہ یون کہنے لگے کہ پہلے مان لیا گیا ہے کہ التزام مطلقا ممنوع ہے خواہ وہ ملتزم اوسکو واجب مستحب نہ سمجھتا ہو تو جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ اسکے مالا یتوصل الی الواجب الا بہ فھو واجب اور یہ معلوم ہو چکا کہ وعظ کے لئے سامعین کا ہونا ضروری اور جہان کہ مجمع کثیر ہو مستحسن بلکہ ضروری ہے دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اونٹ پر سوار ہوکر منی مین وعظ فرمایا اسلئے کہ مجمع کثیر تھا تبلیغ احکام اوسوقت پوری طرح پر ہوسکتی تھی تو جب مجمع ہوگا اوسوقت امر بالمعروف ونہی عن المنکر ضروری ہوگی اور جو چیز محل اجتماع اور باعث تغیر ناس ہوگی ممنوع ٹھہریگی حدیث شریف مین تشدد وارد ہے وان منکم منفرین اور جب پنجشنبہ کو وعظ کہنا باعث اجتماع حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ثابت تھا تو پھر دوسرے روز کیسے کہتے فتدبر بالعدل الحق لا تتجاوز عنہ پس اہل فہم وانصاف سمجھگئے ہونگے کہ اس تخصیص کو تخصیصات مستدعین سے کیا مناسبت ہے کیا تجہیز جہلم وغیرہ بغیر ان ایام مخصوصہ کے نہین ہوسکتے کیا زیارت قبر بغیر یوم وفات کے ممکن نہین کیا قران کا ثواب بغیر غلہ وغیرہ سامنے رکھے نہین پہونچ سکتا فتدبر واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم علاوہ اسکے جب یہ امر مسلم ہے کہ جسکی تقلید شرعا ثابت ہوگئی اوسکی تقلید جائز ہے پس اگر کسی واعظ کا جمعرات یا اور کوئی دن وعظ کہنے کو جی چاہے بلا کھٹکے کہا کرے اسلئے کہ حدیث مین ہے کہ تم جس صحابی کی اقتدا کروگے ہدایت پاوگے مگر ان وعظ کی تقلید سے دوسری چیز کی تقلید ثابت نہوگی یون تو سیکڑون احکام شرعیہ مقید ہین جنکا لحاظ تخصیص وتقلید علماً وعملاً فرض وواجب ہی تو اس سے تو تمام

تمام چیزونکی تخصیص و تقیید جائز ہو جائیگی ہر چیز کا حکم جدا ہوتا ہے اور وعظ میں تو اللہ چاہے
کبھی اجتماع ہی پورا نہیں ہو سکتا نہ اسکے وجوب کا کسیکو خیال ہوگا کہ گوئی تو اس
زمانے میں لاحول کا کام دیتی ہے یہاں مولوی کی مٹھائی تھوڑی ہی ہوا کریگی کہ
لوگون کو اسکے کرنے پر اصرار ہوگا پس وعظ بروز پنجشنبہ یا اور کوئی ان اتباعا لابن مسعود
رضی اللہ عنہ بیشک جائز ہے کہو مگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر و اظہار حق سے نہ ڈرو
فافہم و استقم۔ **قولہ** صفحہ ۴ کہتے ہیں کہ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایصال ثواب
کے لئے دن کی تخصیص مکروہ ہے **اقول** جب ہی تخصیص کی حدیث مسلم اور عبارت
حموی اور فتح القدیر اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کما مر فی المقدمۃ اور عبارت درمختار
اور رد المحتار و فتح الودود و طحطاوی سے ثابت ہو چکی تو انکار اسکا محض مکابرہ ہے
کیا مولف صاحب صوم جمعہ اور نماز شب جمعہ اور تعین سورہ کو نماز میں کار ثواب
نہیں سمجھتے پھر انکے لئے تخصیص کیون ممنوع ہوئی خدا انصاف دے **قولہ**
چنانچہ فتاوی بزازیہ میں آگے چلکے لکھتے ہیں الخ **اقول** اس مقام میں دو امر
قابل تحقیق ہیں ایک دعوت اقارب و اغنیا اور دوسرا دعوت مساکین و فقرا
اول تو ایام مصیبت میں مطلقاً ممنوع و مکروہ ہے خواہ وہ دوسرے روز یا
تیسرے چوتھے دسویں بیسویں چالیسویں دن جب میت کے سب سے
اغنیا و احبا کی دعوت کیجائیگی بمقتضائے اطلاق حدیث جریر رضی اللہ عنہ
و عبارات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی وہ ممنوع و مکروہ ضرور ہوگی قال
قاضیخان فی فتاواہ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانہا
ایام تاسف فلا یلیق بہا ما یکون للسرور وان اتخذ طعاما
للفقراء کان حسنا اذا کانوا بالعین الخ اور صاحب بدر منیر حدیث
جریر رضی اللہ عنہ کی توضیح فرماتے ہیں کما ذکرہ المولف فی الصفحہ ۴۳ وصنعہم الطعام

ای کالاجتماع لموتہ انتہی چنانچہ سابقا صفحہ ۴۲ میں مولف صاحب بھی اسکے سقم
ہو چکے لکھتے ہیں (کراہت کی علۃ جزیر کی حدیث ہو نہیں تاریخ کو اسمیں کچھ دخل
نہیں اور دوسرا مطلقا جائز و مستحب ہے خواہ کسی دن ہو اول دن یا دوسرے
تیسرے چوتھے دن الی غیر ذلک جیسا کہ اطلاق عبارت قاضی خان سے ظاہر ہے
مگر ہاں حسن لذاتہ قبیح لغیرہ کے منافی نہیں ہونا جائز ہے کہ ایک شی اصل سے
مستحسن ہو اور پھر وہ بوجہ قیودات ممنوعہ اور تخصیص بلا مخصص کے ممنوع و بدعت
ہو جاوے پس اب جاننا چاہئے کہ بعض فقہاء کرام نے جیسے صاحب بزازیہ جو بعد
تصریح عدم جواز دعوت اغنیا وغیرہ کے ایام معینہ میں یہ جملہ (وان اتخذ
طعاما للفقراء کان حسنا) زیادہ فرمایا ہے تو فقط بنظر اطلاق دلائل ان
دونوں کے نہ بلحاظ تعینات و خصوصیات اور ذکر ان قیودات کا واقعی ہے
کما کان المتعارف فی زماننا احترازی پس اب جاننا چاہئے کہ بوجہ تخصیص مطلق جو فی نفسہ
بدعت قبیحہ ہے کما مر تحقیقہ مرۃ بعد مرۃ تخصیص روز سوم و چہارم وغیرہ کی اگرچہ اطعام
فقراء کے لیے اور بنظر ثواب ہو بدعت قبیحہ ضرور ہوگی اور اطعام اغنیاء و احیاء
کیلئے تو تقیید ایام مخصوصہ کی اور باعث شدت کراہت ہو جائیگی کما لا یخفی فثبت
المطلوب احسن اسلوب فالحمد للہ حمدا کثیرا والصلوۃ والسلام علی نبیہ البشیر الوند
قولہ تقریر نظر کی ظاہر ہے اسلئے کہ حب صدقہ عن المیت ماثور ہے تو پہلے
یا تیسرے دن اگر کھانا پکا یا جاوے تو کیا مضائقہ ہے اقول پہلے یہ جاننا
چاہئے کہ مولف نے جو نظر صاحب مستملی کی یہاں تقریر کی ہے وہ صاحب مستملی
کی تقریر نہیں ہے چنانچہ عبارت اوسکی جو مولف نے صفحہ ۴۶ میں نقل کی ہے
وہاں دیکھو اور دوسرے مولف سے یہ پوچھنا چاہئے کہ کیا قیام اللیل اور قرارۃ سورۃ
نماز میں ماثور نہیں ہے پھر تخصیص شب جمعہ اور تعین سورہ کیوں مکروہ و ممنوع

وممنوع شہری کما مر اور میت کو بھی کچھ دخل نہیں ہے کما ثبت پس معلوم ہو گیا کہ وجہ کراہت وعدم جواز تخصیص ہے چنانچہ یہی تخصیص قیام شب جمعہ کی وجہ علامہ حموی نے تخصیص ہی لکھی ہے (لان التخصیص بدعۃ) اور ظاہر اگر صاحب مستملی کی اس اعتراض سے یہی غرض ہے کہ جب ایصال ثواب وصدقہ عن المیت مطلقا مشروع ہے تو تخصیص ایام مخصوصہ ممنوع نہیں ہو سکتا اور خلاصہ اسکا یہ ہوگا کہ صاحب بزازیہ نے جو ایام مخصوصہ میں صدقہ عن المیت کو لعلۃ تخصیص منع کیا ہے تخصیص کو علۃ کراہت سمجھنا غلط ہے پس مولف نے جو اس سے دو چار سطر پہلے بزازیہ کا مطلب بیان کیا ہے (ہم کہتے ہیں کہ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایصال ثواب کے لئے دن کی تخصیص مکروہ ہے فتاوی بزازیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ ضیافت کے نسبت لکھا ہے الخ) صاف اسکے مناقض ہے پس مولف سے پوچھو کہ پہلا قول آپکا غلط ہے یا یہ نظر صاحب مستملی کی **قولہ** صفحہ باقر کے پاس اگر اعیاد میں لیجائیں تو کیا حرج ہے **اقول** اپنے نزدیک تو کسی میں کچھ حرج ہے نہیں ہے ہم تو مقلد ہیں پھر جس فعل میں ہمارے فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے کچھ حرج بتا دیا ہمکو بسر وچشم مان لینا چاہئے نہ کہ اپنے عقل فاسد ورائے کاسد کو دخیل بنانا دیکھو عینی شرح ہدایہ میں ہے ویکرہ نقل الطعام الی المقبرۃ فی الاعیاد واسراج السرج وغیرھا واتخاذ الدعوۃ لقرءۃ القرآن ولختم القرآن وقرءۃ سورۃ الاخلاص وسورۃ الانعام الفمرۃ وجمع الصبیان والصلحاء لذلک انتہی اور حرف واو کا معیت واقتران فی الزمان والمکان پر ہی دلالت نہیں کرتا جو اسکا بھی کچھ بہانہ ہوتا نفثت المرام والحمد للہ ذی الجلال والاکرام × **قولہ** صفحہ آن خاص کر کے قرآن کی دعوت البتہ ایسی ہے جسے مکروہ کہہ سکتے بشرطیکہ کراہت کی کوئی وجہ پائی جاوے **اقول**

کیا اگر دوسری بدعات کی وجہ کراہت پائی جاوے تو اوسکو مکروہ نکہوگے پھر دعوت قراء کی کیا خصوصیت ہے۔ اور کیا آپکو اب تک اسکی کراہت ہی مین شبہ ہے خیر عبارت مذکورہ عینی کو دیکھئے خدا ہدایت کرے اور عبارت مذکورہ کے بعد مولف نے جو یہہ عبارت زائد کی ہے فتاوی قاضیخان کی عبارت مین اوسکی تصریح موجود ہے (وبکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانہا ایام تاسف فلا یلیق بہا ما یکون للسرور ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانوا بالعین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ) اگر یہ اپنے ماسبق کی دلیل ہے تو یہہ خوبی فہم مستدل ہے اور اگر تقریر نظر کی تائید ہے تو اسکو بھی کاوش مولف کی دلیل سمجھنا چاہئے اگر کوئی وجہ تائید یون بیان کرے کہ قاضیخان نے جب اطعام فقراء کو مطلقا حسن فرمایا اور مطلق جزء مقید ہوتا ہے پھر اس یوم مخصوص کے اطعام فقراء مین کیا خرابی ہوگی تو جانا چاہیے کہ جب کوئی چیز بروجہ اطلاق شرعا حسن ہو تو پھر اوسکی تقیید و تخصیص ناجائز ہوتی ہے کما مر مرارا اور جب تقیید منع ہوئی تو مدعا ثابت ہوگیا کہ ایام مخصوصہ مین اطعام فقراء ممنوع ہے اور ثانیا کل و جزء کا حکم متحد نہین ہوتا پس حسن مطلق سے حسن مقید نہین لازم آئیگا **قولہ** صفحہ ۳۲ فتاوی ظہیریہ مین ہے ولا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام وہی ایام المصیبۃ لان اتخاذ الضیافۃ للسرور **اقول** سلوم نہین مولف کی ان عبارات سے کیا غرض ہے اور وہ کیا اپنے مفید مطلب سمجھے ہوئے ہین نعم ما قیل ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ؎ خیر اوبکانہ ہی مگر ما مطلب تو ثابت ہوگیا کہ نتیجہ ممنوع و مکروہ ہے وہو المقصد **قولہ** صفحہ ۳۳ خصوصا جب وہ ایام ایسے ہون جنمین قربات کی ضرورت ہو کیونکر مکروہ ہوگی **اقول** اہل حق مولف کی دیانت کو دیکھین کہ وہ تعلیل خلائق مین کس قدر ہے

تدن سے کام لیتے ہین کوئی اون سے پوچھے کہ تم کس عبارت کا یہہ ترجمہ لکھتے ہو
اور کسکا مطلب بیان کرتے ہو کیا اس عبارت کا وان القربۃ مندوبۃ
دائما فکیف یکرہ فی بعض الایام سیما ایام تذکر الموت وھو مما
یدعو الی تکثیر القربات یہی مطلب ہے مولف نے سیما ایام الخ کا اسطرح
حاصل مطلب اسلئے بیان کیا ہے کہ جہال سمجھ لین کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
آلہ واصحابہ وسلم کو طعام میت کہلایا گیا اور اپکی اہل بیت نے میت کیوجہ سے
دعوت کی اور یہہ کہلانا افضل القربات سے سمجھا گیا تو پھر تیجہ وغیرہ مین
برادری وغیرہ کو کہلانیسے کوئی کس منہ سے منع کریگا باقی رہا تخصیص کا جھگڑا
اوسکے لئے یہہ دلیل مستدعین من اباعن جد چلی ہی آتی ہے کہ جب اصل
ایک شی کی مشروع ہوئی تو ایام مخصوصہ مین بوجہ تخصیص کیون ممنوع ہوگی نعوذ
باللہ من سوء الفہم والتعصب طمس اللہ بصر وعلی القلب اب واضح ہو کہ خلاصہ اس عبارت
کا یہہ ہے کہ جب قربت ہر زمانہ مین مندوب ومشروع ہوئی پھر کسی زمانہ مین خصوصًا
اون ایام مین کہ آدمی کو اپنی موت یاد آئے اور بوجہ قرب موت کے اپنے عزیز و
قریب کے دنیا کی بے ثباتی اور ہر دم اپنے مرنیکا دھیان رہے جو فی نفسہ داعی
الی القربات ومقتضی تکثیر حسنات وترک معاصی وسیئات ہی تو وہ کیسے
ممنوع ومکروہ ہوگی اور جب خدمت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی تمام مومنین کے لئے عمومًا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے خصوصًا
باعث سعادت دارین ہے وتہی اور جب خاصکر وہ حضرات اسکو ہر وقت وہر حال
مین افضل الخیرات واکمل المبرات سمجھتے تہے تو ایسے وقت مین کہ اونکو اپنی
موت کا دھیان لگا ہوا اس شغل سے کیونکر محروم رہتے اور اپنے سفر عاقبت
کا کیسے نہ سامان کرتے اور یہہ کہانا ہرگز طعام میت نہ تہا وغیرہ اس قبیل کی

سیما ایام تذکر الموت کوئی وجہ نہین ہے بلکہ اسکی جگہہ سیما ایام احتیاج المیت الیہ کہنا چاہئے تہا جیسا کہ اہل فہم و انصاف پر مخفی نہین ہے دیکہو اس حدیث مین جریر رضی اللہ عنہ کے کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت و صنعہم الطعام من المباحۃ صاحب بدر منیر رحمۃ اللہ علیہ کا الاجتماع الی اہل المیت کو (ای لموتہ) کے ساتہہ اور صنعہم الطعام کو (ای لاجتماعہم لموتہ) کے ساتہہ مقید کرنا صراحۃ مثبت مدعا ہی فقد برد ولا تحیر **قولہ** صاحب حاجت کو کہانا کہلانا جائز ہے **اقول** یہ بہت صحیح ہے پہر کہوا غنیا و احبا کو تیجہ وغیرہ مین کس منہ سے کہلاتے ہو **قولہ** وصنعہم الطعام کے یہہ معنی ہین کہ جو اجتماع بسبب موت کے ہوا ہو **اقول** پہر منہ کہو لکر کہو کیا تیجہ چہارم چہلم مین بارات کے لوگ آتے ہین کہ اونکا اجتماع واونکو کہلانا جائز ہوگیا **قولہ** بعض کہانے ایسے ہین جو موت کے روز مشروع ہین مثلا وہ کہانا جو ثواب کے لئے ہو چنانچہ اسی قسم کا کہانا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین پیش کیا گیا تہا **اقول** بیشک جو کہانا کہ بنظر ثواب خالصا للہ فقرا و اہل حاجت کو کہلایا جائے اور اوسمین اعمال مبتدعہ و تخصیصات محدثہ کو کسیطرح کا دخل نہ دیا جائے تو بہت ہی مستحسن ہے اور باعث خیر و برکات اور اسکا کوئی منکر نہین اہل سنت و مانعین بدعت کو انکا منکر ٹہہرانا بمقتضای ہوا نفسانی و کید شیطانی جہال و عوام کو بہکانا ہے - باقی رہا مولف کا یہہ کہنا کہ اسی قسم کا کہانا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین پیش کیا گیا تہا اگر اس سے مراد یہہ ہے کہ یہہ کہانا طعام میت تہا تو غلط ہے گرچہ اسکے مان لینے مین کسی قسم کی اہوا مبتدعین کی تائید نہین اسلئے کہ آپ بہی اہل حاجت سے تہے اگر آپکو کہلایا تو کیا حرج ہے مگر اسمین ایک اور خرابی ہے وہ یہہ کہ طعام میت صدقہ ہوتا ہی چنانچہ

چنانچہ مولف صاحب بھی اسکے مقر ہیں اور بصدور مطلقاً خواہ وجیہ ہو یا قبیح اکثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرام کہتا ہے کما صرح بہ القسطلانی فی المواہب والشیخ الدہلوی فی ترجمۃ المشکوۃ مع توضیحہ مع نقل العبارات فافہم ولکن من القاصرین **قولہ** پھر اس قسم کی رونیوالی عورتوں کو جب نائحہ نہیں کہتے ہیں تو انکو کہلانا کیوں جائز نہیں ہے **اقول** کیا کراہت ضیافت واطعام کی وجہ نیاحۃ ہے کہ نوحہ کرنیوالیوں کے ساتھ مخصوص ہوگی ہاں کہیں حدیث جریر رضی اللہ عنہ سے کنا نعد اجتماع الی اھل المیت وصنعہم الطعام من النیاحۃ اگر علۃ نیاحۃ استنباط کر لیا ہو تو یہ خوب فہم واجتہاد ہے آخر چودھویں صدی کا اجتہاد ہی کیسا ہو جیسے مجتہد ویسا اجتہاد جیسے روح ویسے فرشتے **قولہ** ان عبارات سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ ایام مصیبت میں ضیافت کیطور پر کہانا کھلانا مکروہ ہے اگر ایصال ثواب کے لئے ہو تو حسن ومستحب ہے **اقول** الحمد للہ کہ آپ نے اسوقت انصاف کو روا دیا اور ایک امر متنازعہ فیہ کو ضیافۃ احباب واقارب کی ایام مصیبت میں اگرچہ ایام مخصوصہ ہی میں ہو ممنوع ہے مان لیا کاش خدا کرتا کہ آپ اسی طرح خدا سے ڈر کر اور امور محدثہ قبیحہ کے ممنوعیت کے بھی قائل ہو جاتے تو ایک خلق خدا ضلالت سے بچ جاتی اور مشک اطعام فقرا ایام مصیبت میں اگر بدون تخصیص وتعین ایام مخصوصہ وہیات مخصوصہ وغیرہ کے ہو تو احسن واولی ہے ورنہ عبارت حموی کی لان التخصیص بدعۃ وغیرہ قواعد کلیہ شرعیہ اسکے اثبات کراہت وعدم جواز کے لئے دلیل کافی ووافی ہیں اللھم الہمنی رشدی واعذنی من شر نفسی **قولہ** علامہ زاہدی نے حاوی میں لکھا ہے **اقول** استدلال قول زاہدی سے صحیح نہیں ہے خصوصاً ایسے وقت میں کہ مخالف کتب معتبرہ فقہیہ ہے فی مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ لمولانا عبدالحی الکھنوی رحمہ اللہ القوی ومنہا ای من الکتب الغیر المعتبرۃ عند اھل المذہب

نجم الدین مختار بن محمود بن محمد الزاهدی معتزلی الاعتقاد حنفی
الفروع المتوفی سنة ست وخمسین وستمائة کالقنیه والحاوی والمجتبی
شرح مختصر القدوری وزاد الائمة وغیرذلک فقد قال فی تنقیح الفتاوی
الحامدیه نقل الزاهدی لایعارض المعتبرات النعمانیه فانه ذکر ابن وهبان
انه لاالتفات الی ما نقله صاحب القنیه مخالفا للقواعد مالم یعضد نقل
غیره ومثل فی النهر ایضا انتهی پس اس عبارت سے دو فائدے حاصل ہوے ایک
یہ کہ حاوی غیر معتبر کتاب ہے دوسرا یہ کہ فقط صاحب حاوی کا کسی امر کو نقل کرنا
جب تک کہ اوسکو اور ثقاۃ نے نقل نہ کی ہو قابل اعتبار نہیں ہوسکتا پس جب یہ
عبارت مستشہدہ مولف کی ساقط الاعتبار فقہاء کے نزدیک ہے پھر ایسی عبارت
سے استدلال کرنا اور اسپر اڑے رہنا بعید از فہم و انصاف ہے اور اسیطرح عبارت
شرح برزخ کی بوجہ مخالفت تصریحات فقہاء معتبرین کے قابل التفات نہیں ہوسکتی
اور نافع کبیر لمزیل بطالع المجامع الصغیر میں صاحب حاوی کے نسبت لکھا ہے وهو
مع جلالته متساهل فی نقل الروایات اور اوسی میں ہے الحاوی للزاهدی
مشهور بنقل الروایات الضعیفة ولذا قال ابن وهبان وغیره انه لاعبرة
بما ینفرد له الزاهدی مخالفا لغیره انتهی پھر کسی اہل عقل سے پوچھو کہ ایسی کتاب
پر اعتماد کرنا کیا عقل کا کام ہے **قولہ** صاحب فتاوی برازیہ نے کراہت کو تین روز
تک منحصر نہیں کیا بلکہ ہفتہ کے بعد ضیافت کرنیکو بھی شامل کرلیا ہے **اقول** صاحب
برازیہ کی کیا خصوصیت ہے بلکہ اکثر فقہاء حنفیہ نے مثل امام ابن ہمام وقاضیخان وعلامہ شامی
وغیرہم رحمہم اللہ کے تین دن کی تخصیص کی ہے اور کراہت مطلقہ کو اطلاق حدیث جریر
رضی اللہ عنہ سے ثابت کیا ہے لان المطلق یجری علی اطلاقه اور یہہ دلیل جمہور
فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی کی من الحنفیه والشافعیه وغیرہما لان اتخاذ الضیافة للسرور

۱ اور ہوسکتا ہے کہ صاحب قنیہ نے اسکو ذکر کیا ہو تاکہ اسکے اقوال پر اعتماد کرنا کیا اور کس طرح ہے ۲ اور اسکے ہمراہ ہیں بھی ہے ۳ اور اسکے ہمراہ ہیں بھی ہے ۴ اور اسکے ہمراہ ہیں بھی ہے

للسرور للائی الشرور تقسیم کرامت ہی کو مقتضی ہے چنانچہ اسی بنا پر مولوی عنایت اللہ صاحب مرحوم مدراسی نے دہم بستم چہلم وغیرہ مین ضیافۃ کو مکروہ فرمایا ہے چنانچہ اونکی عبارت کو پہلے صفحہ ۱۵ مین خود مولف نے نقل کی ہے فقہ ہر ایک جزئی کی تقریح ہوتی ہے اوسکے ثبوت کے لئے ثبوت قواعد کلیہ کافی ہے فقہ **قولہ** صفحہ ۲۰ اس سے ظاہر ہے کہ اہل میت کا کھانا بعد دفن کے جائز ہے **اقول** کسطرح کیا میت کی وجہ سے یہہ ہرگز نہین و مرجوابہ بالتحقیق اور اہل میت کا کھلانا مطلقا تو کوئی منع نہین کرتا مثلا اگر کسیکے یہان تاریخ شادی کی تعین ہو اور اتفاق سے حادثہ ہوجاوے اور تاریخ معین پر خواہ وہ تاریخ یوم وفات ہو یا دوسرا تیسرا دن اور بارات آجاے یا مہمان لوگ پہلے سے مجتمع ہون تو کیا اونکو بھی کھلانا کوئی منع کرتا ہے ہرگز نہین اسلئے کہ یہہ کھلانا میت کیوجہ سے نہین ہے البتہ میت کیوجہ سے ضیافۃ ممنوع ہے باقی رہا اطعام فقرا بنظر ایصال ثواب میت وہ ہر وقت خواہ قبل دفن ہو خواہ بعد دفن بلا تخصیصات متدعیہ جائز و مستحسن ہے وہ بھی اس صورت مین کہ کوئی وارث عاقل بالغ اپنے مال خاص حلال سے کھلاے اگر بعض وارث صغیر ہون یا غائب یا اس سے راضی نہون تو ان سب صورتون مین کوئی تصرف جائز نہین اور ورثاء صغیر کی رضا و عدم رضا کا کچھ اعتبار نہین یہان صورتون مین صرف کرنا محنت برباد گناہ لازم کا مضمون ہوگا پس ظاہر ہوگیا کہ متدعین جو تیجہ وغیرہ مین خرچ کیا کرتے ہین اکثر حرام ہوتا ہے اسلئے کہ وجوہ حرمت کے اکثر پائے جاتے ہین جیسا کہ مخفی نہین فافہم وتعقل ولا تتبع سن ضل واضل **قولہ** صفحہ ۲۰ مگر اس سے اصل اعتراض شارح منیہ کا مندفع نہین ہوتا اسلئے کہ امام محمد رح کے نزدیک بعد دفن کے ضیافۃ جائز ہے **اقول** کیا آپنے اعتراض شارح منیہ کی دلیل

بیان کی ہے اہل عقل دلیل کو مدعا سے منطبق کریں اور مولف کے فہم و ذکاوت و عقل و دیانت کی داد دیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ **قولہ** عاصم بن کلب کی حدیث کے سبب یہہ کہنا کہ واقعہ حال ہے یا سبب خصوص کا احتمال رکھتی ہے اسکی حاجت نہیں ہے اسلئے کہ دونوں حدیثوں میں مخالفت نہیں ہے **اقول** ہم بھی یہی کہتے ہیں اسلئے کہ حدیث عاصم سے طعام میت مراد ہی نہیں ہے جیسا کہ گذرا مگر آپکے نزدیک مخالفت نہونے کی کیا معنی ہیں اگر مخالفت نہ تھی تو پھر حدیث جریر رضی اللہ عنہ کو اوسکے عموم و اطلاق سے نکالکر مخصص وہم فاسد سے وقت موت کیساتھہ مخصوص کرنیکی کیا ضرورت تھی خدا سمجھدے پھر کہو اسکی تاویل کون سی وحی آسمانی ہے کہ یہہ تو مقبول ہو اور علامہ شامی علیہ الرحمہ کا قول قابل قبول نسمجھا جاے الا ماشاء اللہ تعالیٰ بما فیہ۔

قولہ اگر مخالفت ہے تو امام محمد رحمہ اللہ کا قول جب مفتی بہ ٹھہرا (الی قولہ) تو حدیث اسکے مخالف پائی گئی اسکی تاویل کرنی ہم ہی **اقول** خواہ تک ملیانہ لیجئے تکی ہانکے جاے خیر اگر آپکو حدیث جریر رضی اللہ عنہ کی تخصیص کا شوق ہی ہے تو ایک اور لیجئے امام ربانی حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کشف الغمہ میں لکھتے ہیں وکانت الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یکرھون الاجتماع عند اھل المیت لاکل الطعام بعد دفنہ ویعدون ذلک من النیاحۃ انتہی اور قاضی صبغۃ اللہ صاحب مرحوم جنکی عبارت کو اپنی سند میں صفحہ ۱ میں مولف صاحب لائے ہیں لکھتے ہیں رواہ الامام احمد وابن ماجہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ جابر نے کہا کہ میت کے دفن کے بعد لوگوں کا اوسکے قرابتیوں کے پاس جمع ہونا اور اہل قرابت کا اونکے لئے کھانا تیار کرنا اسکو ہم نوحہ میں شمار کرتے تھے انتہی پھر اب سمجھ ہی امام محمد رحمہ اللہ کے قول سے جسکو اب مفتی بہ اپنے زعم میں سمجھے ہوئے ہیں منطبق کیجئے اور مولف کی بھی وہی مثل ہے ؎ کس نشنود یا نشنود

یا نشنود سن گفتگوے ما کنم حضرت کسی کی نہیں سنتے وہی مرغ کی ایک ٹانگ کاڈ
جاتے ہیں پہلے کہہ چکا ہوں کہ یہہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں ہے چہ جائکہ
منقح یہ ہونا اسلئے کہ یہہ ایک غیر معتبر کتاب سے ہے جسکا مصنف معتزلی الاعتقاد تھا ثابت
ہوتا ہے اور وہ بھی مخالف تمام جماہیر فقہاء کے پس اہل فہم سمجھیں کہ ایسی مجہول
روایت سے استدلال کہانتک صحیح ہے اور اگر کوئی تدبر کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ
عبارت حاوی و کبیری کی خود باہم متعارض ہیں اسلئے کہ کبیری سے یہہ معلوم ہوتا ہے
کہ ضیافت فقط موت کیوقت مکروہ ہے اور بعد مرنیکے اگرچہ قبل از غسل و دفن
ہو ممنوع نہیں اسلئے کہ عبارت حاوی کی یہہ ہے وانما یدل علی کراہۃ ذلک عند
الموت فقط اور عبارت حاوی سے فقط اباحۃ ضیافت بعد الدفن کے ثابت
ہوتی ہے ولا یخفی ہذا الا التناقض واذا تعارضا فتساقطا۔ بلکہ اگر کوئی فہم سے کام لے
تو معلوم کر سکتا ہے کہ خود عبارت کبیری کی باہم متناقض ہے اسلئے کہ اگر صاحب
کبیری نے پہلے حدیث جریر رضی اللہ عنہ کی عند الموت کیساتہ تخصیص کی اور پھر
علاوہ کر کے حدیث عاصم رح کو معارض حدیث جریر رضی اللہ تعالیٰ کو ٹہرایا حالانکہ
حدیث عاصم رح سے اباحۃ بعد دفن کے ثابت ہوتی ہے پس اگر حدیث جریر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ عند الموت کیساتہ مخصوص ہے تو وہ حدیث عاصم رح کے معارض نہیں ہو سکتی
لتعدد الموضوع اور اگر یہہ کہو کہ حدیث جریر رضی اللہ عنہ بعد الدفن کو بھی شامل ہے
تو اوسوقت میں تعارض تو بنجائیگا مگر مفید مدعا نہیں اسلئے کہ یہہ ہر کوئی جانتا ہے کہ وقت
تعارض نص محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے پہر حدیث عاصم نے کچھہ نفع نہ دیا اگر اسسے
مولف صاحب بغوائے الفریق متشبث بکل حشیش یہ کہنے لگیں کہ اس تقریر سے فقط کراہت
ضیافت بعد الدفن کی ثابت ہوئی پہر تجہیز وغیرہ کے ضیافت کا جواز ثابت ہو گیا۔
لعدم المانع وہو عین المدعی تو اولا ہم یہہ کہینگے کہ اسوقت میں مولف کو ان اقوال

اور یہی تناقض ہے اور اسی طرح اور جگہ بھی ہے تناقض ہو تو ہو

کا مصداق بنیا پریگا فرمین المطرود وقف تحت المیزاب - دبنی بنیاد ہم دار اسلئے
کہ اسوقت عبارت حاوی سے جو بالکل مدار ثبوت دعوی اور موقوف علیہ تام ہے
جسکے تعارض کیوجہ سے مولف نے تمام جمہور فقہاء کرام کے اقوال کو مرجوع عنہا وغیر مفتی بہا
کہدیا ہاتھ دھو بیٹھنا پڑیگا اسلئے کہ اوس سے بعد الدفن کا جواز ثابت ہوتا ہے حالانکہ
اسکمکر ضیافت بعد الدفن کا عدم جواز مان لیا گیا اور جب عبارت حاوی کی ہوا ہوگئی
تو اب فقہاء کرام کا قول در باب عدم جواز نتیجہ وغیرہ مسلم بلا نزاع رہا دہو الحق انشاء اللہ تعالیٰ
اور اب مولف کو اپنے قول کے موافق اس حدیث عاصم ہی کی کوئی تاویل کرنی ہوگی تاکہ
مخالف مذہب نہ رہے پس حق تو یہ ہے کہ جسکو خدا نے تھوڑی بہی عقل دی ہوگی وہ
عبارت حاوی و کبیری سے استدلال نہ کریگا واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم
اللھم ثبتنی علی دینک القویم و وفقنی علی سنۃ رسولک الکریم علیہ و آلہ واصحابہ الصلوۃ والتسلیم
آمین بفضلک العمیم وکرمک الفخیم **قولہ** صفحہ بہرحال اصحاب مذہب کے اقوال جو مخالف
نظر آتے ہیں ملا علی قاری نے (رحمہ اللہ) اونکو ایک نوع خاص سے مقید کیا ہے۔
اقول وباللہ التوفیق کہ ہرگز کلام فقہاء کرام و ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ میں
تناقض نہیں ہے محض اپنے عقل کا پھیر ہے اسلئے کہ ملا صاحب ہرگز کراہت مطلقہ
کے منکر نہیں ہیں چنانچہ خود مرقاۃ المفاتیح میں تصریح فرماتے ہیں واصطناع اھل البیت
لہ لاجل اجتماع الناس علیہ بدعۃ مکروھۃ بل صح عن جریر رضی اللہ عنہ
کنا نعدہ من النیاحۃ وھو ظاھر فی التحریم قال الغزالی ویکرہ الاکل
منہ قلت ھذا اذا لم یکن من مال الیتیم والغائب والا فھو حرام
بلا خلاف انتہی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے جو کلام
فقہاء کرام کو مقید کیا ہے تو محض اسوجہ سے کہ انہوں نے عبارات فقہاء میں (یکرہ)
کو معنی (یحرم) پر محمول کر لیا و دلیل اسکی کہ یکرہ بمعنی یحرم کلام فقہاء میں مستعمل ہے

یہ عبارت طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح کی ہے یکرہ النوحہ ای یحرم بلکہ کراہت مطلقہ سے حرمت مراد ہونیکی تصریح خود امام صاحب علیہ الرحمہ سے موجود ہے شیخ الاسلام حاشیہ ملویح مین لکھتے ہین لکن صاحب النہایۃ قال ھذہ الروایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ شاذۃ فان ابا یوسف رحمہ اللہ تعالی سال عنہ اذا قلت اکرہ فما تزید قال اردت التحریم انتہی اور بڑا قرینہ اسکا کہ صاحب مرقاۃ نے یکرہ کو یحرم پر محمول کرلیا ہے خود اونکے عبارت مذکورہ مین موجود ہے وہ یہہ کہ مولانا ممدوح نے اوس عبارت مین اوس کہانیکو کہ جو مال یتیم یا ورثا غائبین سے ہو حرام بلا خلاف فرما چکے ہین اور انہین قیود کے ساتھہ اسکو مقید کرکے مکروہ فرماتے ہین پس معلوم ہوگیا کہ صاحب مرقاۃ و فقہاء مین نزاع لفظی ہے اونکے نزدیک اگر بوقت عدم وجود ان شرائط کے جنکے ساتھہ کلام فقہاء کو مقید فرمایا ہے یہہ اطعام طعام مکروہ نہین ہے تو پھر یہہ اعتراض اونکا امام غزالی پر محض بے موقع ہے اسلئے کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے تو فقط یہہ کہا تھا کہ اہل میت جو کہلاتے ہین اوسکا کہانا بھی مکروہ ہے اوسپر صاحب مرقاۃ نے فرمایا کہ تمہارا مطلقا فقط مکروہ کہنا صحیح نہین ہے بلکہ کراہت اوسوقت ہے جبکہ اموال یتامی وغیرہ سے نہو ورنہ بالاتفاق حرام ہے پس اب یہہ صریح اوسکی کہ اس کہانیکا کہانا اوسوقت مکروہ ہے جب اموال یتامی وغیرہ سے نہو اگر ایسے اموال سے ہو تو حرام ہے اور جب کہانا اوسکا مکروہ ہوا تو کہلانے مین ثواب کہان ہوگا پس فقہاء کرام جو مکروہ فرماتے ہین اونکی یہی غرض ہے کہ اگر اطعام طعام اموال یتامی و غائبین وغیرہ سے نہو تو مکروہ و بدعت مستقبحہ ہے ورنہ حرام قطعی۔ پس اب کلام فقہاء و علامہ علی قاری رحمہم اللہ مین تعارض کہان رہا ان انصاف شرط ہے نہین تو بقول سعدی علیہ الرحمہ ؎ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب ست ۔ گل ست سعدی و در چشم دشمنان خارست ۔ اور صاحب مرقاۃ نے جو کراہت کو حرمت پر

محمول کریا اسکی یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس فعل کے کراہت پر
حدیث جریر رضی اللہ عنہ سے جو بظاہر مثبت تحریم ہے کما صرح بہ صاحب المرقاۃ ہنداں
کیا ہے فافہم ولا تغفل ولا تکن ممن اتبع ہواہ فقد ضل **قولہ** صفحہ ۵ فتاوی شامی
مین شارح منیہ کا کلام کی اسیطرح تقیید کی ہے ردالمحتار مین ہے ولا سیما اذا کان
فی الورثۃ صغار او غائب الخ **اقول** حضرت علامہ شامی نے تقیید کہان کی ہے
بلکہ وہ تو شارح منیہ کے کلام کو رد کرکے یہہ ثابت کررہے ہین کہ یہہ اطعام وضیافت
بیشک مکروہ ہے خصوصا جبکہ اموال یتامی سے ہو تو حرام ہے جیسا کہ لفظ (ولا سیما) کا
دلالت کرتا ہے، ہان اگر مولف صاحب لفظ لا سیما کو حذف کردیتے تو بظاہر اونکو کچھہ
مفید ہوجاتی اور ظاہر مبتدیون کے پہنسانیکو کافی تہی مگر واللہ ستم نورہ ولو کرہ
المنکرون **قولہ** صفحہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہی افعال اگر بدون ریا وسمعہ
کے ہون تو جائز ہین **اقول** خدا جہل مرکب سے بچاے، بھلا یہہ کیونکر معلوم ہوا
کیا صاحب معراج نے لکہدیا ہے کہ اسکی کراہت کی وجہ فقط سمعہ وریا ہین اور
کوئی نہین کہ جسکے مفہوم مخالف سے آپ اپنا مدعا ثابت کرنے لگے خدا انصاف
دے میرے پاس اصل کتاب تو موجود نہین ہے کہ مین اوسکی عبارت نقل کردون البتہ
علامہ شامی کی تحقیق سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صاحب معراج نے بعد نقل
اور وجوہ کراہت کے یہہ لکہدیا ہے کہ ان سب افعال سے سمعہ وریا مقصود
ہوتا ہے کہ اس سے احتراز چاہیئے (اور بیشک یہہ افعال خالی از ریا وسمعہ
نہین ہین کما لا یخفی) ردمحتار مین ہے وقال فی المعراج وقال بعضہم
الافعال کلہا للسمعۃ والریاء فیحترز عنہا لانہم لا یریدون بہا
وجہ اللہ تعالی انتہی پس اب کسی اہل فہم سے پوچہو کہ اس عبارت سے انحصار
کراہت ریا وسمعہ مین معلوم ہوتا ہے یا بیان واقع پہر اسکا مفہوم مخالف

خالف لینا مولف ہی کا کام ہے اور اگر تسلیم کرلیا جاے کہ صاحب معراج الدرایہ نے کراہت اتخاذ دعوت کو فقط مبنی علی السمعہ والریا کیا ہے تب بھی مولف صاحب اس سے اپنا مطلب ثابت نہیں کرسکتے اور یہ موقوف دو مقدمون پر ہے منقول اولاً و باللہ التوفیق کہ عدم ذکر ذکر عدم کو مستلزم نہیں ہوتا یا یون کہیے کہ تخصیص ذکری مفید حصر کو نہیں ہوتی اور ثانیاً یہ کہ انتفاء سبب خاص سے انتفاء حکم نہیں ہوتا پس اب بعد تمہید مقدمتین بدیہتین ظاہر ہوگیا کہ یہاں موجبات کراہت مین حدیث جریر رضی اللہ عنہ کو ذکر نکرنے سے جو حسب تصریح فقہاء کرام کراہت و عدم جواز کے این الدلائل سے ہے اور اسیطرح ہونا ضیافت کا افعال سرور سے جو خلاف مقتضی حال ہے ان اسباب کی نفی نہیں ہوسکتی اور نیز بوجہ انتفاء سبب واحد یعنی ریاء و سمعہ کے انتفاء حکم (یعنی عدم جواز نتیجہ و ضیافت) کا نہیں ہوسکتا حالانکہ اور وجوہ کراہت کی مثلاً ضیافت کا افعال سرور سے ہونا یا حدیث جریر رضی اللہ عنہ کا مقتضی کراہت ہونا یہ سب اسباب کراہت موجود ہین دیکھو فساد نماز کے اسکے اسباب متعدد ہین جیسے تکلم انحراف عن القبلہ فعل کثیر وغیر ذلک اور ہر واحد منہن بالاستقلال موجب فساد ہے تو کیا کوئی احمق کہہ سکتا ہے کہ جب تک جملہ مفسدات پائے نہ جائینگے نماز فاسد ہی نہوگی اگر کسیکو یہ شبہ ہو کہ یہانپر تو اردِ علل مستقلہ لازم آتا ہے وہو کما تری تو اب جاننا چاہیئے کہ تواردِ وتعدد علل موجدہ محال ہے نہ تعدد اسباب ویلزم ھذا لا ذاک علاوہ برین یہان تو تعدد علل ممکن ہی نہیں ہے اسلئے کہ حلقہ حرمۃ کراہت وغیرہ محض اعتبارات شرع ہین قبل ورود شرع انکا وجود ہی نہیں تھا۔ کما ہو مذہب اہل السنۃ والجماعۃ رحمہم اللہ تعالی وجلنا منہم۔ اور جو اشیاء جیسا کہ ہر مذہب اہل سنت وجماعت کا ہے خدا انہیں رحمت کرے اور ہمین بھی اون کے کرے ۱۲

کو بوجہ تعلق حکم وصی کے اور کے ساتھ موقوف علیہا صدور کسی حکم کی نسبتی ہین اونکو علیت سے کچھ تعلق نہین علت تو فقط حکم شارع ہے جو بروقت وجود ان اسباب کے بوجہ تعلق اپنے اس شے کے ساتھ موجد حلت یا حرمت وغیرہ کا ہو جاتا ہے۔ فثبت المقصود والحمد للہ علی ذلک **قولہ** فتاوی عالمگیری مین تاتارخانی سے منقول ہے یتصدق الولی بقیۃ المیت الخ **اقول** یہ عبارت مولف کو کیا مفید ہے اور مانعین بدعت کو کیا مضر خدا کی پہکار ایسی سمجھ پر کہ دعوی تو جواز ضیافت اغنیا وغیرہ کا اور دلیل مین عبارت مشعر جواز استحباب صدقہ وتصدق علی المساکین کو پیش کرین اعاذنا اللہ من سوء الفہم **قولہ** شرح برزخ مین ہے الخ **اقول** آنا ارواح کا اپنے گھرون مین مثل عذاب قبر وسوال نکیرین وغیرہ کے ہے اور اثبات اعتقادیات مین دلائل قطعیہ کی ضرورت ہے پس نفس قول کسیکا بغیر دلائل شرعیہ واحادیث صحیحہ قویہ کے حجت نہین ہوسکتا علاوہ برین یہ قول مخالف احادیث صحاح کے ہے جس سے اجمالا یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد سوال نکیرین ارواح فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر ہوجاتی ہین علامہ عینی حنفی شرح بخاری مین لکھتے ہین فان قلت بعد فراغ الملکین من السوال مایکون المیت قلت انکان سعیدا کان روحہ فی الجنۃ وانکان شقیا ففی سجین علی صخرۃ علی شفیر جہنم فی الارض السابعۃ انتہی پس بہشتی کو جنت چھوڑ کر گھر آنے مین کونسی راحت ہے اور دوزخی کو عذاب سے چھوٹکر آنیکی کہان مہلت اعاذنا اللہ من ذلک پس یہ قول صاحب برزخ کا ہرگز قابل التفات نہین ہوسکتا علاوہ برین وہ روایت مجاہد کی جسکو مولف نے صفحہ ۶۰ مین نقل کیا ہے بالکل مخالف صاحب برزخ ہے اور حافظ ابن رجب نے احوال القبور مین مجاہد سے روایت کیا ہے کہ روح مؤمن سے سات دن تک قبرون پر ارواح رہتی ہین اوس سے جدا نہین ہوتی ہین

پس وقت تعارض بین القولین قوت وضعف کو دونوں کے دیکھنا چاہیے اور یہ
ظاہر ہے کہ عبارت شرح برزخ کی قابل معارضہ اثر مجاہد نہیں ہے اسلئے کہ اثر مجاہد
حسب تحقیق مولف (کما حققہ فی بیان اثر طاوس رحمہ اللہ تعالی) حکم میں مرفوع کے
ہے اسلئے کہ مجاہد بھی تابعی جلیل القدر ہیں پس ضرور کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا
اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور یہ احتمال شارح برزخ کے قول
میں نہیں پس ضرور قول صاحب شرح برزخ بوجہ معارضہ اثر مجاہد مقبول و قابل
استدلال نہ ہوگا کما لایخفی اور غالبا ماخذ صاحب شرح برزخ کا ایک حدیث
جو اسی معنی میں منقول ہے ہے مگر اوسکو اکابر دین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم
اجمعین نے موضوع فرمایا ہے علامہ علی قاری حنفی رحمہ اللہ تعالی موضوعات کبیر
میں لکھتے ہیں حدیث اذا الملیت یری الناس فی بیتہ سبعۃ ایام
قال البیہقی فی مناقب احمد سئل عنہا احمد فقال باطل لا اصل لہ
قال السخاوی وینظر معناہ قال النووی فی متنہ کلام مظلم ردی ضعیف
مجرم قبحہا اللہ من وضعہ ولا بعد منجعہ انتہی پس اب اہل فہم سمجھ لیں کہ ایسے
روایات موضوعہ سے استدلال کہاں تک صحیح ہے **قولہ** شرح اور اوس میں
کبیری سے منقول ہے **اقول** وصول ثواب الی المیت کا اب کوئی شخص
اہل سنت سے منکر نہیں پھر اس بے فلم فرسائی سے بجز اظہار جہالت اور کیا حاصل ہوا
قولہ یہ وہ کہانا ہے جسے عرف میں بہاجی کہتے ہیں **اقول** یہ طریقہ بھی
کا ناجائز ہے اور اکابر دین اس طعام بہاجی کے کھانے سے بھی منع کرتے ہیں
حضرت شیخ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمہ جامع البرکات میں لکھتے ہیں واکثر بعد از میت
یا ہفتہ یا چہل روز درین دیار پزند و در میان برادران بخش کنند از انہا کہ
گویند چیزے داخل اعتبار میت بہتر آنست کہ نخورند انتہی اور مجموعہ فتاوی میں

شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ کے ہے وہ ان علمائے مردگان کا بطور خیرات
برسانیدن ثواب ایشان می کنند و انرا مانند دیگر طعام جبرک نمی دانند اگر محتاجان
را دہند و احسان بر ایشان پنج نہند و در میان برادری انرا بطور بہاجی بجرہ تقسیم نکنند
امید ثواب دارد انتہی علاوہ اسکے یہ عبارت لآلی فاخرہ کی بوجہ مخالفت فقہاء
کرام کے ساقط الاعتبار ہے کما مر فقد کر قولہ صفحہ ۲۵ کنز العباد میں ہے فی الکبیری
اذا اجتمع الناس للتعزیۃ او لغیرھا و یقرءون القرآن ینبغی ان یکونوا
متوجہین الی القبلۃ فانہ القرءۃ حتی لا یشتغلوا بما لا یعنی اقول -
مولف نے کچھ غرض اپنی ان عبارات کے لانے سے ظاہر نہ کی مگر شاید یہ مقصود ہو کہ
نتیجہ میں لوگوں کو جمع کر کے قرآن وغیرہ کا پڑھوانا جائز ہے مگر یہ استدلال چند وجوہ سے
غلط ہے اول یہ کتاب غیر معتبر ہے نافع کبیر لمن طالع الصغیر میں ہے ومن الکتب
الغیر المعتبرۃ مشتمل الاحکام (الی قولہ) وکذا کنز العباد فانہ مملو من المسائل
الواھیۃ والاحادیث الموضوعۃ لا عبرۃ لھا عند الفقہاء والمحدثین
وقال علی القاری (الی قولہ) ولہ کنز العباد فی شرح الاوراد قال العلامۃ
الجمال العین المرشدی فیہ احادیث مسبحۃ موضوعۃ لا یحل سماعھا انتہی
دوم ثانیا اس سے خصوصیت نتیجہ کی نہیں ثابت ہوتی وانما النزاع فیہ اور ثالثا
اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر لوگ کسی غرض سے خواہ بہ نیت تعزیت
ہی سہی جمع ہو جاویں خواہ وہ کوئی دن ہو پہلا یا دوسرا یا تیسرا اوشل ذلک اور
قرآن پڑھنا چاہیں تو اب اونکو لازم ہے کہ آداب تلاوت بجا لاویں اور اس سے
یہ نہیں معلوم ہوتا کہ لوگوں کا جمع کرنا اور اونکو بلانا جیسا کہ نتیجہ میں اب ہوا کرتا ہے
یا خاص قرآن خوانی کی غرض سے جمع ہونا جائز ہے اور اسی لئے اذا اجتمع صیغہ
لازمی کیساتھ ذکر کیا ہے اور للتعزیۃ او لغیرھا کیساتھ مقید فرمایا ہے اگر یہ مقصود

وہ ہری ہے واہی
تباہی مسکین کے
اور جھوٹی حدیثوں
سے کیا اعتبار نہیں فقہاء
محدثین کے نزدیک
اور کہا علی قاری نے
کہ ایک اور سخن ہے
کنز العباد سے شرح اوراد
سے کہا علامہ جمال الدین
مرشدی نے کہ اوس میں
بہت سی حدیثیں بنی
اور موضوع ہیں جنکا
سننا حلال نہیں
انتہی

مقصود ہوتا کہ لوگوں کا جمع کرنا اور انکو بلانا جائز ہے تو فعل مستدی لانے اور بہ مراحۃ لفظ اسلئے کہ تعزیت کے لئے بلانا تو ہرگز صحیح نہیں کما لا یخفی پس اس عبارت سے لوگوں کا جمع کرنا ثابت نہیں ہوتا اور اس مجتمع ہونے سے بھی مراد اجتماع اتفاقیہ ہے مثلاً ہر یک شخص بنظر تعزیت یا کسی دوسری ضرورت سے بلا لحاظ و خیال اجتماع وغیرہ اپنے اپنے مکان سے چلا اور اہل میت کے یہاں پہونچکر اتفاقیہ مجمع ہو گیا اسلئے کہ بالقصد مجتمع ہونا یا جمع کرنا حسب تصریح اکابر دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ممنوع و بدعت ہے نزازیہ میں ہے و یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث (الی قولہ) وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقرءۃ سورۃ الانعام والاخلاص انتہی ۔ اور علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس رحمہ اللہ تعالی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ بھی اسکی تصریح فرماتے ہیں شرح سفر السعادت میں ہے و عادت بود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند شرمسگرود نہ غیر آن و این مجموعہ بدعت ست و مکروہ نعم تعزیت اہل میت و تسلیہ فرمودن سنت و مستحب ست اما این باجتماع مخصوص روز سوم و ارتکاب تکلفات دیگر و صرف اموال میوصیت از حق یتامی بدعت ست و حرام و حد تعزیت میت تا سہ روز ست و بعد ازوے کردہ و بعض تا ہفت روز نیز تجویز کردہ اند و بعض گفتہ اند کہ تعزیت میت حاضر سہ روز ست و تعزیت غائب یکروز و تعزیت جز بکیار نباید کرد و ہر کہ یکبار کرد دیگر نکند کذا روی عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالی الا انچنانکہ فراگرد کردہ نشیند و بر سر دے بخوانند مکروہ ست و عادت بود کہ اہل میت برائے کسان کہ بتعزیت بیایند طعام کنند و در بعض کتب فقہ مذکور ست کہ اگر از ثلث مال برائے جماعت کنند کہ از راہ دور بیایند و مکث طویل کنند جایز ست بلکہ دیگران را از اقربائے میت و مسایہ اے او می فرمودند تا برائے اہل میت طعام فرستند چہ ایشانرا اشتغال بمصیبت کافی ست و اختلاف ست در خوردن این طعام

غیر اہل میت را دعوت اند انہا را کہ مشغول اند بجہیز میت جائز ست انتہی اور اسیطرح مدارج النبوۃ
میں بھی لکھا ہے ان ان مقام میں بعض احمق جاہلوں کے بہکانیکو یوں کہنے لگتے ہیں کہ
امر عبارت سے عدم جواز یجہ وضیافت او سوقت میں ثابت ہوتا ہے کہ جب یہ مجموعہ
امور مثل حرف اسوال تیامی وغیرہ کے ہوں والا فلا تو سمجھ لینا چاہیے کہ عطف بالواو بیت
واقتران فی الزمان پر دلالت نہیں کرتا کما لایخفی علی من لہ نظر فی الاصول تلویح میں ہے
الواو مطلق العطف ای جمع الامرین وتشریکھما (الی قولہ) ولا یدل علی
المعیۃ والمقارنۃ ای الاجتماع فی الزمان انتہی پس اب معلوم ہو گیا کہ نفس اجتماع
بھی ممنوع ہے چہ جائیکہ اجتماع مع التخصیص وغیر ذلک ہو اسلئے صاحب سفر السعادت
نے فقط جمع ہو کر قرآن خوانی کو بدعت ومکروہ فرمایا ہے اور صاحب مدخل کس تصریح سے
لکھتے ہیں وکذلک یحدث مما احدثہ بعضہم من فعل التھلیلات لموتاھم
وجمع الجمع الکثیر لذلک کما تقدم فی غیرہ قد تعلم الذکر
جھرا وجماعۃ وما فیہ ویحتجون علی فعل ذلک بما حکی عن بعض الشیوخ
من المتاخرین فی منامہ بعض الموتی فی عذاب فذکر لا الہ الا اللہ سبعین
الف مرۃ ثم اھدا ھا لہ فرآھا فی منامہ بعد ذلک فی ھیئۃ حسنۃ
فسالہ عن ذلک فاخبرہ انہ غفر لہ باھدائہ ثواب السبعین الفا
وھذا لیس فیہ دلیل من وجھین احدھما انہ منام والمنام لا یترتب
علیہ حکم والثانی انہ انما فعل لہ فعلہ لوحدہ فی خاصۃ نفسہ واھدی لہ
ثوابھا ولم یجمع لذلک الناس کما یفعلون فی ھذا الزمان من
الشھرۃ حتی صار ذلک عندھم امرا معمولا بہ اما لو فعل ذلک احد
فی خاصۃ نفسہ واھدی ثوابہ لمن شاء فلا یمنع لانہ فعل خیر انتہی
اور عینی شرح ہدایہ کی عبارت بھی پہلے گذر چکی فتنہ ولا تکن من الغافلین قولہ

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ مکتوب یازدہم میں تحریر فرماتے ہیں سوال ششم آنکہ طعام بروح میت روز سوم یا دہم وگل دادن روز سوم از کجا ست مخذ و ما طعام دادن اللہ تعالیٰ در سوم و ریا و ثواب آنرا بمیت گفتہ اند بسیار خوب ست و عبادت بزرگ اما تعین وقت را اصل معتمد علیہ ظاہر نمیشود و در روز سوم گل دادن در مردان بدعت ست الخ **اقول** بیشک بہت ہی حق بات تحریر فرمائی جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین مگر کہئے کہ آپکا کیا مطلب ثابت ہوا اللہ فقرا و اہل میت کو کھلانیکو اور میت کو ثواب پہونچانیکو کون منع کرتا ہے عقل ہو تو سمجھو مگر کیا کیجئے

قولہ من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور جب آنکہ نہو تو مشعل کیا کام دے

قولہ دوسری وجہ فی اصول حدیث میں یہہ امر ثابت ہوا کہ جس امر میں عقل کو مجال دخل نہو جیسے امور برزخ و امور آخرت اسمیں جو حکم پایا جاوے وہ روایت مرفوع ہوگی نہ موقوف اگرچہ راوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک نسبت نکی ہو

اقول و باللہ التوفیق کہ یہہ اثر ان الموتی یقتنون فی قبورھم سبعا وکانوا یستحبون ان یطعموا تلک الایام دو حکموں کو مشتمل ہے اور اول کو امام طاؤس رحمہ اللہ نے منسوب الی الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہیں کیا ہے اور مولف صاحب اسکے مدعی ہیں کہ قول غیر مدرک بالرای اگرچہ تابعی یا ما بعد تابعی کا ہو جیسا کہ یہہ قول اونکا (جو حکم پایا جاوے) کہ حکم میں مرفوع کے ہوگا مگر عبارت مشتشہدہ سے اونکی یہہ ثابت نہیں ہوتا اسلئے کہ اسمیں صحابی کے تابعی کا نام تک نہیں لیا ہے پھر فقط کاغذ سیاہ کرنیسے کیا نفع فالتقریب غیر تمام اور دوسرے مولانا الہداد جونپوری علیہ الرحمہ حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں

ذکر فی کشف البزدوی ان قول من بعد الصحابۃ من التابعین وسائر المجتہدین مالا یدرک بالرای لیس بحجۃ انتہی اور بالفرض

اگر دلیل تمام بھی ہو تو یہ حکم عام نہیں بلکہ محمول اختلاف احوال پر ہے چنانچہ
علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں
لکھتے ہیں الثالثۃ اقول قد ورد فی روایۃ انہ یسئل فی المجلس الواحد
ثلاث مرات وباقی الروایات ساکتۃ عن ذلک فمحمل علی ذلک او یختلف الحال
بالنسبۃ الی الاشخاص وقد تقدم عن طاؤس رضی اللہ عنہم یفتنون
سبعۃ ایام انتہی باقی رہا دوسرا جملہ وہ مولف کو کچھ مفید نہیں اسلئے کہ اس سے برادری
واغنیا کا کہلانا ثابت نہیں ہوتا چنانچہ مولف خاصہ خاصہ میں اسی حدیث کے تحت میں
لکھتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم اس امر کو مستحب جانتے تھے کہ انکے ثواب رسانی کے لئے سات
دن تک انکی طرف سے فقرا کو کھانا کھلایا جائے انتہی فتدبر وایا اولی النہی قولہ
نتیری وجہ طاوس کے اثر کا حکم حدیث مرفوع مرسل کا ہے اور مرفوع مرسل کی اسناد
ثانی کیطرف صحیح ہے اقول ہذا القول مطالب بالدلیل ودونہ خرط القتاد قولہ شرح مسلم
کے آخر میں امام نووی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر فتوی دینے کی حاجت ہو تو صحابی بمضمون حدیث
مفتی فتوی دے سکتے ہیں پر مرفوعا روایت نہیں کر سکتے ہیں اقول اصل عبارت شرح مسلم کی یہ ہے وقد علم
الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم ومن بعدہم مثل ہذا فیفتی
الانسان منہم بمعنی الحدیث عند الحاجۃ الی الفتوی دون الروایۃ
ولا یرفعہ واذا کان فی وقت اخر وقصد الروایۃ رفعہ وذکر لفظہ
انتہی پس اہل علم اسکو دیکھیں اور فہم مولف کی داد دیں قولہ اسلئے کہا لوا
یستحبون پر ف تفریع کی لائے ہیں اقول یہ جس روایت میں (ف) کی جگہ
(واو) ہے وہاں کس پر تفریع ہے حضرت (ف) تفریع ہی کے لئے نہیں آتا کرتی ہے
بمعنی (واو) بھی آپنے سنا ہے ورنہ بچوں سے پوچھو قولہ اور خصوصا صیغہ
اس امر پر دلیل ہے کہ سب امۃ یہ کام کرتی رہی ہے اقول یہ جہل کلام ثقاۃ یا عدم

یا عدم مبالاۃ بالکذب پر مبنی ہے امام نووی علیہ الرحمہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں اما اذا
قال التابعی کانوا یفعلون فلا یدل علی فعل جمیع الامۃ بل علی البعض
فلا حجۃ فیہ الا ان یصرح بنقلہ عن اھل الاجماع فیکون نقلا للاجماع
وفی ثبوتہ بخبر الواحد خلاف انتہی کلامہ الشریف قولہ اور اس
مدت تک جو سات دن میں ارواح محبوس رہتی ہیں اقول اس عبارت سے
(او محبوسۃ حتی یتخلص من الملکین الفتانین) سات دن تک محبوس
رہنا نکالنا مولف ہی کا کام ہے اسمیں تو سات کا پتا تک نہیں ہے علاوہ اسکے
اور بھی مولف کی کونسی بات کا اعتبار کرے اور کسکو معتبر سمجھے مولف صاحب تو
نقیضین کی صحت کا دعوی کیا کرتے ہیں دیکھو صفحہ ۵ میں تو شرح برزخ سے
یہہ ثابت کرآئے کہ ارواح جن سات دن تک بعد مرنے کے روزانہ گھر آیا کرتی
ہیں اور یہاں یہہ ثابت کرنے لگے کہ ارواح سات دن تک قبر ہی میں محبوس
رہتی ہیں کہیں نہیں جاتیں بس اب مولف ہی سے پوچھنا چاہئے کہ دو چیزوں
کا آپنے دعوی کیا ایک سات دن تک بعد مرنے کے ارواح کا آنا اور دوسرے
سات دن تک بعد مرنے کے نہ آنا کون سچا ہے اجتماع نقیضین تو محال ہی ہے
پھر توافق کی کیا صورت ہو کیا خوب صاحب مدظل رحمہ اللہ تعالی علیہ نے لکھا ہے
کہ عادۃ کاذبوں ہی جاری ہے انمیں جو شخص ترویج بدعت کی سعی کرتا ہے اوسکے
کلام باہم متناقض ہوا کرتے ہیں تاکہ اوسکی بات اوسی پر حجت ہو **نصیحت**
جناب مولف صاحب کچھہ خدا سے ڈریئے اور اپنے کو اوامت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو بدعت وضلالت سے بچائیے آخر ایکدن مرنا ہے اور حق تعالی جل جلالہ
کو جسپر ہمارے اسرار باطنا ظہر من الشمس ہیں منہ دکھلانا حیدرآباد کی بہہ قدر روپیہ کی
دوروپیہ کچھہ کام نہ آئیگی ثروت ودنیا کی موس میں عزت آخروی الہ سے چاہئے

فاعتبروا یااولی النهی فان الاخرة خیر لکم من الاولی اللهم استعملنا بسنته
وتوفنا علی ملته واحشرنا فی زمرته صلوات الله وسلامه علیه والرحیم
واعتبرتہ امین ثم امین **قولہ** ساتوین وجہ (الی قولہ) اور نہ یہ تو فرض ہے کہ
فتنہ ایکبار ہوگا یا زیادہ **اقول** گرہ نبند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
دیکھو ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ شرح حصن حصین مین لکھتے ہین فاذا فرغ عن
دفنه وقف ای النبی صلی الله علیه وسلم علی القبر فقال استغفروا
ای الله بالتثبیت ای بجعل الله ایاه ثابتا علی التوحید فی جواب الملکین
فانه الان ای الزمان الذی نحن فیه او القریب یسال (الی قولہ) رواه
ابوداود والحاکم والبزار والبیهقی فی السنن انتہی پس اگر سوال قبر سات
دن تک ہوا کرتا تو آپ یہ کیون فرماتے کہ الان یسئل یعنے اسوقت سوال کیا
جاتا ہے اسوقت کے تخصیص کی ضرورت ہی کیا تہی اور اسطرح دعا کرنیکو بعد
دفن ہی کے کیون فرمایا بلکہ یہ فرماتے کہ اسوقت بہی دعا کرو اور اسیطرح سات دن
تک کیا کرو کہ خدا اوسکو ہر روز جواب مین ثابت قدم رکھے پس یہ حدیث موید ہوئی
احادیث سابقہ کی۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ دعا کرنیکو جو اول ہی روز آپنے ارشاد
فرمایا وجہ اوسکی یہ ہے کہ پہلا دن زیادہ وقت وضغط کا ہے جب پہلے دن
جواب باصواب دیگا تو ہر روز وہی آموختہ یاد کیا کریگا تو ہم کہینگے کہ سات روز
تک دعا کرنے مین بہت بڑی حکمت اور اوسکی بہت ضرورت ہے اسلئے کہ اگر خدانخواستہ
کچھ بعض عصاۃ مومنین سے اول دفعہ جواب مین لغزش ہوگئی تو برکت دعاء احیاء
مومنین کے خدا اوسکو اور دنون کے جواب مین کامیاب کریگا جو باعث خبر و خلاص
ہو جائیگا اور کیا ضرور ہے کہ ہر ایک وقت کی دعا قبول ہی ہو اول روز کی دعاء
اگر قبول نہوئی تو شاید اور دنون کی قبول ہو جائے اعاذنا الله تعالی من فتنة

فتنة المحیا والممات بجاہ نبیہ سیدنا محمد صاحب الشفاعات رزقنا شفاعتہ علیہ السلام والصلوٰۃ آمین علاوہ اسکے کلام فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اسی جانب مشعر ہے کہ سوال ایک ہی روز ہوتا ہے علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں وتمامہ بفتح القدیر حاصل ما فیہ انہ مخصوص باول الوضع فی القبر۔ پھر جب ملقین وقت دفن کے ساتھ بوجہ سوال نکیر میں مخصوص ہوئی تو معلوم ہوا کہ سوال دوسرے دفعہ نہیں ہوتا اگر ہوتا تو تلقین بھی دوسرے مرتبہ ضرور مشروع ہوتی لاشتراک العلۃ وھو التثبت اور بحق مشروعیت تلقین بعد الدفن اور اسکے استحباب کی عند الحنفیہ آگے آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ فکن من المنتظرین

قولہ دسویں وجہ الخ **اقول** مولف نے اپنی تمام ذکاوت وفطانت اسی دسویں وجہ میں خرچ کر ڈالی لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھلا مولف کو اس ٹال مٹول کہنے سے کیا نفع حاصل ہوا فی الحقیقۃ بیان کرنا ان نکات کا مولف ہی کے منہ کے لائق ہے عاقل ان مزخرفات کے پیچھے کیوں تضییع اوقات کرے مولف صاحب مانعین بدعت واہل سنت کو وہابی وغیر مقلد کہتے کہتے خود ہی ایسے ہو گئے دیکھو کہتے ہیں کہ کتے کی نجاست میں سات بار دھونیکا حکم ہے صلوۃ الاستسقا اور نماز عید کی رکعت اولی میں سات تکبیریں ہوتی ہیں حالانکہ یہ اقوال بالکل خلاف احناف کرام رحمہم اللہ ہیں حنفیہ کے یہاں ہر ایک نجاست تین مرتبہ دھونیسے دفع ہو جاتی ہے اور مولف صاحب کتے کی نجاست کو سات بار دھونیکا حکم فرماتے ہیں اور استسقا میں تکبیرات زوائد عند الحنفیہ نہیں ہیں اور مولف صاحب اسکے قائل نماز عید کے رکعت اولی میں سات تکبیریں معلوم نہیں کس حنفی کے یہاں ہوتی ہیں لا الی ھولاء ولا الی ھولاء نعم ما قیل چون خدا خواہد کہ پردہ کس دراند میلش اندر طعنہ پاکان برد **قولہ** اسلئے کہ تلقین نہ حدیث صحیح سے ثابت

ے نہ دیکھیں سے اقول بحولہ حسن توفیقہ کہ اگر مولف نے اس مقام کا قصور ہو تو اس سے امور راقعیہ کی نفی نہیں ہو سکتی دیکھو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ بلوغ المرام میں لکھتے ہیں عن ابی سعید و ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ رواہ مسلم والاربعۃ اور اس حدیث سے محققین حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی مشروعیت تلقین بعد الدفن کی ثابت کی ہے کما سیجیٔ انشاء اللہ تعالیٰ اور ابو داؤد کی کتاب میں ہے عن حمزۃ ابن حبیب احد التابعین قال کانوا یستحبون اذا سوی علی المیت قبرہ وانصرف الناس عنہ ان یقال عند قبرہ فلان لا الہ الا اللہ ثلث مرات یا فلان قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبیی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رواہ سعید بن منصور موقوفا للطبرانی نحوہ من حدیث ابی امامۃ مرفوعا اور علامہ عینی رحمہ اللہ علیہ شرح ہدایہ میں حدیث طبرانی کی بعض محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ سے تصحیح نقل فرماتے ہیں تکملے میں ہے استشہد لہ الحکیم وقال قواہ الضیاء فاحکامہ کما قیل گرچہ ایک راوی ہر اسکے جرح خفیفہ بھی کی ہے کہ وہ بوجہ کثرت طرق ساقط الاحتجاج نہیں ہو سکتی لہٰذا بحمد اللہ جواب استحباب تلقین میں سات حدیثیں وارد ہوئیں ایک حدیث مسلم کی دوسری حدیث ترمذی تیسری ابو داؤد چوتھی نسائی پانچویں ابن ماجہ چھٹی طبرانی ساتویں سعید بن منصور کی رحمہم اللہ علیہم اجمعین اگر حدیث صحیح مسلم کی خلاف تحقیق مجمل ہی کہی جاوے تو حدیث طبرانی اور اوسکی مبین و مفسر موجود ہے پس ان احادیث کثیرہ کا انکار کرنا مولف ہی کا کام ہے اور حدیث ابو داؤد و بیہقی کی جس سے علامہ ابراہیم حلبی حنفی نے التوبیخ تلقین کی ثابت کی ہے علامہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ اوسکی تحسین فرماتے ہیں لکھتے ہیں رواہ ابو داؤد والبیہقی باسناد حسن کما یجیٔ اور امام سخاوی علیہ الرحمہ مقاصد حسنہ میں بعد نقل کرنے احادیث تلقین کے

چند کتب احادیث جیسی طبرانی و معجم کبیر طبرانی و کتاب ابراہیم حربی اور شامی لابی بکیر غلام خلال
و وصایا ابن زبیر و ابن شاہین ان احادیث کی تقویت اقوال محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ
علیہ جیسی سے نقل فرماتے ہیں لکھتے ہیں و قولہ الضیاء فی احکامہ ثم شیخنا مما لدین
المقدسی و عزی الامام احمد العمل بہ لاہل الشام و ابن العربی لاہل المدینۃ
و غیرہما القرطبی و غیرہما و افردت الکلام علیہ جزءًا اور دوسری جگہ ادسی کتاب
میں کہتے ہیں ہل عند البخاری فی صحیحہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعًا
اذا جمع اللہ الاولین والاٰخرین یوم القیامۃ یرفع کل غادر لواء فیقال ہذہ غدرۃ
فلان ابن فلان نعم حدیث التلقین بعد الدفن وانہ یقال لہ یا ابن فلانۃ
فان لم یعرف اسمہا فیا ابن حواء یا ابن امۃ اللہ مما یستانس لہذا کما بینت
ذلک مع الجمع فی الایضاح و التبیین عن مسئلۃ التلقین انتہی اور درمختار
شرح ارشاد المنتقی میں بعد نقل روایت طویلہ تلقین کے لکھا ہے طب ابن عساکر الدیلمی
عن ابی امامہ و عند روایات اخر فیہ انتہی تو یہ عبارات بھی پیش والے ہیں کہ احادیث
تلقین قابل حجۃ و استدلال عند المحدثین رحمہم اللہ علیہم اجمعین ہیں اگرچہ بعض محدثین نے
کسی کو تضعیف بھی کی ہو مگر مجموع من حیث المجموع حسن لغیرہ تو ضرور ہوگی و کفی بہ الاستدلال
کما لا یخفی علی ارباب الکمال۔ احادیث کثیرہ سے تو بفضلہ اثبات تلقین ہوگیا اب
عبارات فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ ملاحظہ ہوں کہ وہ حضرات کس شد و مد سے تلقین
و مشروعیت تلقین کا اثبات فرماتے ہیں علامہ شرنبلالی حنفی رحمہ اللہ علیہ مراقی الفلاح میں
و تلقینہ بعد و ضعہ فی القبر مشروع لحقیقۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لقنوا موتاکم
لا الہ الا اللہ اخرجہ الجماعۃ الا البخاری و نسب الی اہل السنۃ والجماعۃ و قیل
لا تلقین فی القبور و نسب الی المعتزلۃ و قیل لا مرۃ و لا ینہی عنہ و کیفیتہ ان یقال
یا فلان ابن فلان اذکر دینک الذی کنت علیہ فی دار الدنیا بشہادۃ

ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا شك
ان اللفظ لا يجوز اخراجه عن حقيقة الا بدليل فيجب تعيينه بقوله موتاكم
حقيقة ونفي صاحب الكافي فائدته مطلقا ممنوع نعم الفائدة الاصلية منتفية
ويحتاج اليه لتثبت الجنان للسوال في القبر فان المحقق ابن الهمام وحمل اكثر
مشائخنا اياه على المجاز اى من قرب من الموت مبناه على ان الميت لا يسمع عندهم
قلت يمكن الجمع فيلقن عند الاحتضار تصريحا بقوله فانه ليس مسلم يقولها عند الموت
الا انجته من النار وعملا بحقيقة موتاكم لتثبيت السوال في القبر لما روى سعيد بن
منصور وسمرة بن جنيد وحكيم بن عمير انه كان اذا سوى على الميت قبره وينصرف
الناس كانوا يستحبون ان يقال للميت عند قبره يا فلان قل لا اله الا الله ثلث
مرات يا فلان قل ربي الله ودينى الاسلام ونبي محمد صلى الله عليه وسلم
انتهى مختصرا وعلامة طحطاوي حاشية مراقي الفلاح مين لكهتے هين وتلقينه بعد الدفن
حسن اور نيز اوسى كتاب مين هے قوله ولا شك ان اللفظ انما هو موتاكم
قال البرهان الحلبي ولا مانع من الجمع بين الحقيقة والمجاز في مثل هذا
انتهى اور نيز اوسى كتاب مين هے سئل القاضي محمد الكرماني عنه فقال ما رآه
المسلمون حسنا فهو عند الله حسن كذا في القهستاني وكيف لا يفعل
مع انه لا ضرر فيه بل فيه نفع الميت لانه يستانس بالذكر على ما ورد في بعض
الآثار وفي صحيح مسلم عن عمرو بن العاص قال اذا دفنتموني الخ اور شرح اوراد
مين هے في الاحياء يستحب تلقين الميت بعد الدفن والدعاء له في عدة
الابرار ذكر في فتاوى الحسامية والبرهانية والتجنيس والمزيد ان الناقين
بعد الدفن فعله بعض مشائخنا وهو قول الشافعي رحمه الله تعالى البضا
وهو معتاد في بعض البلاد وسئل ثمس الائمة الحلواني رحمه الله تعالى

عن ذلك فقال لا ينهاهم عن ذلك ان فعلوا ولا نامرهم ان تركوا فی فتاوی
الحجة روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لقنوا موتاکم شهادة ان لا اله
الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله بعض المشائخ حملوا علی التلقین
عند حضور الاجل وبعضهم عند الدفن فی القبور ونحن نعمل بهما عند الموت
عند الدفن الخ اور غنیہ شرح منیہ میں ہے وانما ینهی عن التلقین بعد الدفن
لانه لا ضرر فیه بل فیه نفع المیت فان المیت یستانس بالذکر علی ما ورد
فی الآثار ففی صحیح مسلم عن عمرو بن العاص قال اذا دفنتمونی فاقیموا عند
القبر قدر ما ینحر الجزور ویقسم لحمها حتی استانس بکم وانظر ماذا
ارجع به رسل ربی وعن عثمان رضی الله عنه قال کان النبی صلی الله علیه وسلم
اذا فرغ عن دفن المیت وقف علیه وقال استغفروا لاخیکم واسئلوا له
التثبیت فانه الان یسئل رواه ابوداود والبیهقی باسناد حسن انتهی
اور رد المحتار میں ہے فی الخبازیة والکافی عن الشیخ الزاهد الصفار ان هذا
علی قول المعتزلة لان الاحیاء بعد الموت عندهم مستحیل اما عند اهل
السنة فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا اله الا الله محمول علی حقیقته
لان الله تعالی یحییه علی ما جاءت به الآثار وقد روی عنه علیه الصلوة
والسلام انه امر بالتلقین بعد الدفن فیقول یا فلان ابن فلان
اذکر دینک الذی کنت علیه من شهادة ان لا اله الا الله وان
محمدا رسول الله وان الجنة حق والنار حق وان البعث حق وان الساعة
آتیة لا ریب فیها وان الله یبعث من فی القبور وانک رضیت بالله
ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا وبالقرآن اماما وبالکعبة
قبلة وبالمومنین اخوانا وقد اطال فی الفتح فی تائید جعل موتاکم علی

علی حقیقۃ انتہی اور نیز بعد نقل عبارت زیلعی کے (وقیل یلقن بظاہر ردینا وقیل لا
وقیل لا یؤمر بہ ولا ینہی عنہ) علامہ شامی لکھتے ہیں وظاہر استدلالہ للاول احتیاط
فافہم انتہی اور بحر الرائق میں ہے قولہ ولقن الشہادۃ بان یقال عندہ لا الہ
الا اللہ محمد رسول اللہ ولا یؤمر بہا للحدیث الصحیح من کان
اٰخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ وہو تحریض علی التلقین عند
الموت فیفید الاستحباب وحینئذ فلا احتجاج بالحدیث لاٰخر لقنوا موتاکم قول لا الہ الا اللہ فان حقیقۃ التلقین
بعد الموت وقد اختلفوا فیہ وقولہم انہ مجاز تسمیۃ للشیٔ باسم
مایؤول الیہ قول لا دلیل علیہ لان الاصل الحقیقۃ وقد اطال المحقق
فی ردہ انتہی پس اب اہل عقل و دیانت کو موقع انحراف کہاں باقی رہے اور جس چیز میں
کہ سراسر نفع ہو اور احتمال ضرر نہو اور پھر وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہوئی ہو ترک اوسکا کون عاقل پسند کریگا مگر حالت ہمارے
مولف صاحب کی قابل افسوس ہے کہ وہ بالکل اسکے غیر مشروعیۃ و عدم ثبوت کے
قائل ہو بیٹھے حالانکہ اسی خیر خواہی میں اموات کی طرح طرح کے بدعات و منکرات کے
مدعی ہو رہے ہیں اعاذنا اللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ربنا آتنا
من لدنک رحمۃ وہیی لنا من امرنا رشدا لطفہ وکرمہ **قولہ** صفحہ ۶۱ جو کچھ بھی تمیز
ہوگی وہ یہ گمان نہ کر سکیگا **اقول** بیشک اگر تمیز ہی ہوتی تو ایسی بے تمیزی
کی کیوں ٹھہرتی جب اکابر دین نے اسکی بھی تصریح کر دی ہے کہ قول غیر مدرک
بالرائے صحابی کا اوسوقت حکما مرفوع ہے جب یہ معلوم ہو کہ کعب اسرائیلی سے
اخذ نہیں کرتے شیخ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمہ ترجمہ مقدمہ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں
واما حکما فکاخبار الصحابی الذی لم یخبر عن الکتب المتقدمۃ مما لا مجال فیہ للاجتہاد

لاجتہاد الخ تو پھر اس بدمیزی کے کیا معنے **قولہ** امر مسئول کا جواب دوامر پر موقوف ہی **اقول** بحولہ کہ ناظرین مولف کے دلائل کو دیکھیں کہ دعوی کچھ دلیل کچھ اوقاف یا اباحۃ کے احادیث سے صدقہ ثابت کرنے بیٹھے ہیں ماشاء اللہ حالانکہ اباحۃ وصدقہ مین فرق بین ہے صدقہ مین تملیک شرط ہے اور اس تملیک کا ثمرہ یہہ ہوتا ہی کہ متصدق علیہ کو اختیار تصرف تامہ کا مثل تملیک غیر وغیرہ کے شی متصدقہ مین حاصل ہوتا ہے بخلاف اباحۃ و وقف کے کہ اسمین تملیک نہین ہوتی اگرچہ شے موقوفہ ملک مالک مین بھی نہین رہتی علامہ تفتازانی تلویح مین لکھتے ہین ۔ وکذا الاباحۃ والاحلال والتمنع لانہا لا یوجب الملک حتی ان من اباح طعاما لغیرہ فہو یتبعہ علی ملک المبیح انتہی اور درمختار مین ہے وشرط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کذا فی باب المصرف پس معلوم ہوا کہ تملیک منافی اباحۃ ہے اب رہا اثبات اس امر کا کہ سقایہ ام سعد رضی اللہ عنہا بطریق تصدق نہا پس جاننا چاہیے کہ صدقہ کی چند شرائط ہین منجملہ اونکے ایک یہہ ہے کہ شے متصدقہ مشاع یعنے اوسمین شرکت کسی غیر کی نہو درمختار مین ہے والصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع وہو لا یصح غیر مقبوضۃ ولا مشاع یقسم الخ اور یہہ تو ظاہر ہے کہ اب سقایہ ام سعد رضی اللہ عنہا مشاع نہا اسلئے کہ کسی ایک خاص شخص کو تو بالکل دے نہ دیا تہا بلکہ عامہ مومنین کو اوسکی اجازت تہی اور پانی کوئی ایسی شے نہین ہی کہ تقسیم نہو سکے پھر یہہ سقایہ اب کسی طرح صدقہ نہین ہوسکتا کما لایخفی علی من لہ ادنی ممارسۃ بکتب الفقہ بلکہ وہ سقایہ بطور وقف تہا اور اوسوقت مین اوس سے استفادہ ہر ایک کو خواہ غنی ہو یا فقیر جائز ہے امام برہان الدین ابراہیم بن موسی الطرابلسی حنفی رحمہ اللہ علیہ کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف مین لکھتے ہین والغنی والفقیر فی الخان والسقایۃ والبیر

والحوض سواء لاستوائهما فی الحاجۃ انتہی اور اوسی مین ہے ویستوی فیہا الغنی والفقیر کالماء الموضوع فی الفلوات وماء السقایۃ وسریر الجنازۃ والمصحف الوقف انتہی اور درمختار مین ہے الوقف علی ثلثۃ اوجہ اما للفقراء او للاغنیاء ثم للفقراء او یستوی فیہ الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ومخوذلک کمساجد الخ مگر شائد مولف کو صدقہ کے لفظ سے جو حدیث سقایہ مین ہے شبہہ ہوگیا اور یہ نہ سمجھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے عموماً فرمادیا ہے کل معروف صدقۃ یعنی ہر فعل معروف مین مثل صدقہ کے ثواب ہے اور اسمین شبہ نہین کہ وقف بھی فعل معروف سے ہے پس وقف سقایہ سے جو ایصال ثواب مقصود تہا وہ ضرور حاصل ہوگا کما لایخفی علی المتفطن الزکی والکیان یخفیا علی البلید الغبی۔ **قولہ** یہی کہتے آتے ہین کہ ما اہل بہ لغیر اللہ عند الذبح حرام ہے۔ **اقول** قید عند الذبح کی حسب محاورہ عرب ولغات عرب کے باطل ہے تحقیق وتفصیل اسکی حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمہ کی تفسیر مین ہے جو چاہے وہان دیکھے پھر یہ دعوی مولف کا کہ جماہیر مفسرین شرقاً وغرباً سلفاً وخلفاً یہی کہتے آتے ہین دیکھو کسقدر خلاف واقعات ہے البتہ ابن آیہ سے عموماً شرفاتحہ شدہ کی حرمت ثابت نہین کرسکتے مگر بخواے من کثر سواد قوم فہو منہم ومن وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ہدم الاسلام کے افعال مبتدعین مین شریک ہونا اور ان افعال مین کسی قسم کی مدد کرنا اور انکے بدعات منکرہ کو ترویج دیکر اونکی وقعت بڑہانا اور انکے محدثات قبیحہ مین ہم نوالہ وہم پیالہ ہونا بہی ہرگز جائز نہین مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمہ سورہ نون کے تفسیر مین لکہتے ہین وبہرحال موافقت باسنکہ ان گو بظاہر باشد ودر ہدایت عامہ کلیہ خللے اندازد

۱۵ اور برابر ہین اوس مین فرق وتفاوت نہین جیسا کہ پانی کہ راہگیر کے واسطے رکہا ہو میدانون مین اور جنازہ کا تخت سقایہ وقرآن شریف اور قرآن شریف وغیرہ

۱۶ جو شخص کسی بڑا سے جماعت کی کسی قسم کی وہ اونہین سے

۱۷ سے تو قرآن کی اعانت کی محقق اوسنے گردانے ہین ۱۲

و در اتحاف اجرعیر ممنون قدح می کند چنانچہ در حدیث شریف وارد ست
کہ اذا لعنت الفاجر فالقہ بوجہ خشن و در حقائق التنزیل مذکور ست
کہ سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ علیہ می فرمودند کہ من صحح ایمانہ (الی قولہ)
یعنے صحیح الایمان را باید کہ با بدعتیان انس نگیرد و ہم مجلس و ہم کاسہ و ہم نوالہ نشود
و ہر کہ با بدعتیان دوستی پیدا کند نور ایمان و حلاوت آن از وے بر گیرند
انتہی پس جب مطلق مشارکت مین یہہ اثر ہے تو خاص امور مبتدعہ مین
شریک ہونا کیا رنگ لائیگا اور بیشک یہہ باعث فتنہ عوام ہوگا الخ اعاذنا اللہ
تعالی من ذلک و من کل مہالک **قولہ** صہ۶۸ اگر یہہ قید نہ لگائی جاوے
تو ایسی چیزونکو حرام جاننا پڑیگا جو عرف عام و شرع مین حلال خیال کیجاتی ہین **اقول**
یہہ استدلال محض نافہمی پر مبتنی ہے یہ اتنا نہ سمجھے کہ اہلال علی وجہ التقرب و بلا تقرب مین
یون بعیدی معلوم نہین طعام مذبورہ لغیر اللہ تعالی کو جو تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ
حرام فرما رہے ہین وہان کونسا اہلال عند الذبح ہوتا ہے۔ رزقنا اللہ تسلیما
سلیما و فہما مستقیما امین **قولہ** صہ۶۹ فاتحہ و نیاز مروجہ ہند عبادت بدنیہ و مالیہ پر
حاوی ہے پھر آمین کسیطرح شبہ نہین کہ یہہ امور مستحب ہین **اقول** لعنۃ اللہ
علی الکاذبین ایمان سے کہو کس دلیل سے ان امور کا استحباب ثابت ہوا ہے
کہانا ضرور سامنے رکھا جاوے بے آکے رکھے قران کا پڑہنا غیر معتبر سمجھا جاتا ہے
جس پانی سے کہ فاتحہ کا کہانا پکایا جاوے تا وقت فاتحہ اوس برتن کا پانی جس سے
وہ کہانا پکا ہے پینا ناجائز ہو اوس کہانیکا چکہنا قبل فاتحہ ممنوع ہو اور جسدن
کہ میت کا انتقال ہوا ہے اوسیدن فاتحہ ہو الی غیر ذلک من المنکرات اور
بہی خدا کو حاضر ناظر جان کر ایمان سے کہو کہ اوس کہانیسے جو فاتحہ مین شریک کیلئے
پکایا جاتا ہے کہا صدقہ مقصود ہوتا ہے یا فقط ایصال ثواب قرآن کا یہہ طریقہ سمجھا

جاتا ہی مولف صاحب خدا سے ڈرو اور یہودیون کیطرح دنیا واہل دنیا کے خیال سے
حق پوشی وسخن پروری کو راہ ندو اعاذنا اللہ منہ وجمیع المومنین آمین **قولہ** صفہ
اس تقریر سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوگئی کہ صدقہ عام کا کہانا پینا گو وہ موتی کو نواب
پہنچے کیلئے کیون نہو جائز ہی اقول افسوس مولف صاحب اپنے جی سے جو چاہتے ہین کہدیتے ہین
دیکھو حدیث پیر رومہ سے صدقہ ثابت کرنے لگے ہم پوچھتے ہین کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے پیر رومہ
کو صدقہ کردیا تہا تو خود اونکو اوسکا استعمال کرنا ہرگز جائز نہ تہا اسلیئے کہ حدیث شریف مین ہے
فان العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ حالانکہ وہ اوسکا
دوسرے اعتراض اشتراک وشیوع کا یہان بہی ہوگا اور ثالثا یہ کہ نوان وقف تہا
اور پیر موقوفہ سے انتفاع ہر ایک کو گرچہ غنی ہو جائز ہے کما مر فی تحقیق السقایۃ
الحاصل غرض مولف کی ان تحقیقات سے یہ ہی کہ سوم وچہارم وچہلم وبستم
وغیرہ مین جو بطور ضیافت ورسم ورواج اغنیا واقربا کو کہلایا جاتا ہے جو باتفاق
فقہاء کرام رحمہم اللہ ممنوع وناجائز ہے چنانچہ صفہ۵ مین خود بڑی تاکید و
تصریح سے لکہتے ہین (ان عبارات سے اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ ایام مصیبت
مین ضیافت کے طور سے کہانا کہلانا مکروہ ہے) جائز ومشروع ہو جانے
تو کبہی اسکو صدقہ کہتے ہین اور کبہی ضیافت فرماتے ہین الغرض کوئی بات
کہلانے کی نہین کرتے جسپر اطمینان ہو دیکھو پہلے اقوال فقہاء درباره عدم جواز
ضیافت نقل کرکے اس ضیافت کو صدقہ کہہ آئے چنانچہ صفہ۹ مین لکہتے ہین
(کہ اغنیا کو صدقہ اموات کا کہانا حرام نہین ہے) اور جب یہان جواز صدقہ
ثابت نہو سکا تو پہر اوسی ضیافت کو لے دوڑے لکہتے ہین صفحہ (ہان جب اموات کا
کہانا پکایا جاوے اور یہ نیت کیجاوے کہ اغنیا ہی کہلائے جائینگے تو جو کہانا
اغنیا کو کہلایا جائیگا اوسے صدقہ کا کہانا نہ کہینگے بلکہ اوسے ضیافت کا کہانا

کہانا کھینگے اور ضیافت کا کہانا اغنیا کو کہانا دیتے ہے) اور پہر اسپر بہی اکتفا نہین
اب اوسے ہبہ کہا جانے لگا) اور اگر صدقہ کا کہانا کہین جب بہی اوسکا کہانا
اسوجہ سے درست ہی کہ اغنیا کو جو صدقہ کا کہانا کہلایا جاتا ہی وہ صدقہ نہین رہتا ہی
بلکہ ہبہ ہوجاتا ہی حدیقہ ندیہ علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی مین ہے کان الصدقۃ
علی الغنی ھبۃ) پس مولف صاحب سے پوچہنا چاہیئے کہ اپنے تو دعوی جواز
صدقہ کا کیا تہا اور اب ہبہ ثابت کرنے لگے تو اسنے کیا نفع دیا بلکہ ہبہ ہوجانا تو
اور مضر ہے اسلیئے کہ فقہاء کرام الصدقۃ علی الغنی ہبہ کی وجہ یہہ لکہتے ہین لانہ
انما یقصد بہ العوض دون الثواب الا تری ان حق الفقیر جعل
الصدقۃ والھبۃ سواء فی ان المقصود الثواب فکذلک فی
حق الغنی الصدقۃ والھبۃ سواء فیما ھو المقصود ثم لہ ان یرجع
فی الھبۃ فکذلک فی الصدقۃ کذا فی الکفایۃ حاشیۃ الھدایۃ
اور جب طعام اغنیا مین ثواب نہین اگرچہ بہ نیت صدقہ ہو اور ضیافت بہی ایام
سرور مین ممنوع تو اب چہلم و بستم و چہارم تجہ وغیرہ مین اغنیاء و اقربا کو کہلانا
بالکل غیر مشروع ہوگا اور یہہ قول مولف کا (کتب فقہیہ مین جہان اسکی مذمت
ہی اسکی وجہ خاص یہہ ہی کہ اس کہانے سے جو موتی کے صدقہ کے لئے پکایا
جاتا ہے صرف فقرا کو کہلانا مقصود ہوتا ہے پہر اغنیا کو اسکا کہانا یا کہلانا بیشک
مکروہ ہوگا الخ) محض مبنی علی الغوایۃ ہے دیکہو تمام فقہاء رحمہم اللہ کراہت ضیافت کی وجہ
لانہ مشروع فی السرور لا فی الشرور لکہتے آتے ہین یعنے ضیافت احباب و اغنیا
خوشی مین مشروع ہے نہ غمی مین انتہی اب اہل فہم مولف کو اونکی دیانت کی داد دین
لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پس باوجود ان دلائل و ابحاث کے مولف کا قائل ان
بدعات کا ہونا قابل تعجب ہی مان اسکے عدم جواز کے قائل ہونے مین ایک

ایک احسان تو بہت بڑا ہے کہ بستم کی حلوہ روٹی اور چہلم تیجہ کا بلاو فورہ نصیب ہوگا
فافہم واللہ ولی التوفیق **قولہ** روپیہ پیسے کا یا کسی معاش کا وقف کرنا کہ اسکی
تحاصل سے قرآن شریف پڑھا جاوے الخ **اقول** یہ طریقہ ہرگز جائز نہیں اسلئے کہ
قرات قرآن بالاجرت باتفاق متقدمین و متاخرین ناجائز ہے اور اسمیں لینے
والے اور دینے والے دونوں گناہگار ہوتے ہیں ردالمحتار میں ہو ولا ینبغی
علی فجرد التلاوۃ لم ینقل عن احد من الائمۃ وانما تنازعوا فی الاستئجار علی
التعلیم او نحوہ وہو یفید ان القرآن بالاجرۃ لا یستحق الثواب لا للمیت
ولا للقاری وقال العینی فی شرح الہدایۃ ویعلم القاری للدنیا در
الاخذ والمعطی اثمان

اور اسمیں بہت شک نہیں کہ قاری کو جب تک کچھ ملنے کا یقین نہو ہرگز وہ پڑھیگا نہیں اگر
کچھ شبہ ہو تو کسی کو بلاوجہی کو بیٹھا کہہ کر دیکھلو اور الیصال ثواب عمل قلبی ہے یعنی اگر دل
میں یہ نیت کرلی کہ میں نے ثواب اسکا فلاں کو بخشا تو یہی وصول ثواب کیلئے
کافی ہے زبان سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اور اگر زبان سے کہے اور دل میں اسکے
خلاف ہو تو یہ زبان درازی ہرگز کافی نہیں ہوگی پس اب فرمائیے کہ جس شخص
کو طمع دنیا ہی نہو گا وہ کیوں کہتا پھریگا کہ ہم نے فلان کو ثواب بخشا اور جبتک
خود قاری نہ کہے تو دوسرے کو کیونکر معلوم ہوسکتا ہے کہ اسنے ایصال ثواب کیا
پھر مال وقف سے اوسکو کیونکر دیا جاسکتا ہے اگر کہو کہ قاری حسبۃ للہ پڑیگا
اور مال موقوف بطور صلہ کے دیا جائیگا تو جاننا چاہیے کہ قاری کو بطور صلہ
دینا بھی حسب تصریح فقہا ناجائز و حرام ہے شامی میں ہے ولا معنی لہذا الصلۃ
الا ان ذلک یشبہ الاستئجار علی قرءۃ القرآن ولم یفعل
ذلک احد من الخلفاء انتہی اور ولوالجیہ میں ہے اما الوصیۃ بذلک

بذلک (ای قرءۃ القرآن لعند القبر) فلا معنی لها ولا معنی ایضا لصلۃ
القاری لان ذلک یشبه استئجاره علی قرءۃ القرآن وذلک باطل
ولم یفعله احد من الخلفاء کذا فی الشامی انتهی۔ **قولہ** اگر کوئی شخص
کچھ روپے پیسے لیکے اپنی عبادت دوسرے کے لئے ہبہ کرے تو اسمین
اختلاف ہے بعض کہتے ہین کہ جائز نہین ہے اسلئے کہ عبادت کا ثواب عقد بیع مین
داخل نہین ہوسکتا بیع ایسے امور کیساتھ مخصوص ہے جو دنیوی ہون
پھر ثواب کا بیع کرنا کیونکر جائز ہوگا بعض کہتے ہین کہ جائز ہے اسوجہ سے کہ روپے
پیسے بطور صدقہ کے دے گئے ہین اور صدقہ کا لینا دینے والے کو ثواب
ملنے سے منع نہین کرتا **اقول** اچھا انہین کون قول صحیح ومفتی بہ ہے پھر اس اہتمام
بتحریر تفصیل عوام کیا متصور ہے اور میری نظر سے یہ صورت مسئلہ کی نہین گذری
کہ مین کسی امر کی تصریح کرون البتہ علماء کرام سے عدم جواز ہی سنا ہے والعلم
عند العزیز العلام اور قول جواز کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اسلئے کہ اوسکی دلیل کو صورت
مسئلہ سے کچھ مناسبت ہی نہین ہے السائل فی واد والمجیب فی واد اخر
دیکھو مدعی تو یہ ہے کہ آدمی اپنی عبادت کو روپیہ وغیرہ لیکر ہبہ کرسکتا ہے اور دلیل مین
یہ بیان کیا جاتا ہے کہ روپے بطور صدقہ دے گئے ہین اہل علم اس مطالبت کو
دلیل مدعی کو دیکھین لاحول لاقوۃ الا باللہ اور ہر رطب ویابس سے کاغذ سیاہ
کرنا توطیت ثانیہ مولف کی ہورہی ہے **قولہ** اگر کوئی شخص اسطور پر وقف
کرے کہ فلان مسجد کے امام یا خطیب کو دیا جائے یا فلان حافظ کو دیا جائے تو یہ جائز ہے
اسلئے کہ اسمین صرف یہ شرط لگائی گئی کہ جس شخص مین اس قسم کے اوصاف پائے
جاتے ہون اوسکو دیا جائے یہ دینا بطور صدقہ کے ہوا اسمین کوئی دوسری قید
نہین لگائی گئی ہے **بعونہ تعالی وہو المسئول** کہ اولا اسکے دعوی و دلیل مین

تطابق نہیں ہے اسلئے کہ دعوی کا یہ لفظ (یا فلان حافظ کو دیا جاے) اسپر دال ہے
کہ وقف اشخاص متعینہ کے لئے ہوا اور دلیل کی اس عبارت سے (کہ جس شخص میں
اس قسم کے اوصاف پائے جاتے ہون اوسکو دیا جاے) یہ معلوم ہوتا ہے
کہ متصفین بصفات مذکورہ مراد ہین اشخاص موجودہ کا کچھ اعتبار نہین بہرکیف
واضح ہو کہ وقف مؤبد ہوتا ہے اوسکے لئے تابید ضروری ہے خواہ تابید لفظا
مذکور ہو یا معنی مثلا یون کہے کہ یہ وقف مؤبد ہے یا یون کہا کہ یہ موقوف واسطے
اللہ تعالی کے یا صدقہ موقوفہ ہے خواہ اوسکے بعد کسی شخص خاص کی تعیین
بھی کرے یا نہ کرے پس اگر تعیین کسی شخص خاص یا متصفین بصفۃ خاصہ کی بھی
اور الفاظ ما موضوعہ للوقف کیساتھ مین کی مثلا یون کہا کہ صدقہ
موقوفہ ہے زید پر یا اوس پر جو مؤذن یا امام فلان مسجد مین ہو تو وقف صحیح ہوگا
اور جب تک کہ وہ شخص خاص یا ایسے اشخاص پائے جاینگے مصرف وقف وہ ٹہرینگے
خواہ وہ غنی ہون یا فقیر اور اونکے بعد مین فقراء مسلمین مستحق ہونگے اور اگر موقوفہ
علی زید کہا تو وقف صحیح نہوگا اسلئے کہ اس صورت مین معنی تابید کے بھی نہین
پاے جاتے بلکہ منافی تابید موجود ہے اسمین ہے فرکنہ لفظ الوقف
وما فی معناہ کقولہ صدقۃ محرمۃ او صدقۃ محبسۃ او صدقۃ
مؤبدۃ او صدقۃ لا تباع ولا توھب ولا تورث او صدقۃ موقوفۃ
انتہی اور اوسمین ہے ولو قال ارضی ھذہ صدقۃ موقوفۃ علی فلان صح
ویصیر فقیرا صدقۃ موقوفۃ علی الفقراء لان محل الصدقۃ الا ان
علتھا تکون بقلان مادام حیا ومثلہ لو قال صدقۃ موقوفۃ علی زید
ابدا او قال علی ولدی ابدا الا ان یصیر من غیر ذکر الابد فمع ذکرہ اولی
انتہی اور اوسمین ہے ولو قال وقفت ارضی ھذہ علی ولد زید او

او ذکر جماعۃ باعیانہم لم یصح عند ابی یوسف رحمہ اللہ الیٰ (ای کما لا یصح عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ) لان تعین الموقوف علیہ یمنع ارادۃ غیرہ بخلاف ما اذا لم یعین (فانہ یصح) لیجعلہ ایاہ وقفا علی الفقراء الا تری انہ فرق بین قولہ ارضی ھذہ موقوفۃ وبین قولہ موقوفۃ علی ولدی فصح الاول دون الثانی لان مطلق قولہ موقوفۃ ینصرف الی الفقراء عرفا فاذا ذکر الولد صار مقیدا فلا یبقی العرف فظھر بھذا ان الخلاف بینھما فی اشتراط ذکر التابید وعدمہ انما فی التنصیص علیہ او علی ما یقوم مقامہ کالفقراء ونحوھم واما التابید بمعنی فشرط اتفاقا علی الصحیح وقد نص علیہ ھو المشائخ رحمھم اللہ تعالیٰ انتھی اور علامہ شامی لکھتے ہیں قلت والحاصل انہ لا خلاف عندھما صحۃ الوقف مع عدم تعیین الموقوف علیہ اذا ذکر لفظ التابید او ما فی معناہ کالفقراء وکلفظ صدقۃ موقوفۃ وکموقوفۃ للہ وکموقوفۃ علی وجوہ البر لانہ عبارۃ عن الصدقۃ وانہ لا خلاف فی بطلانہ لو اقتصر علی لفظ موقوفۃ مع التعیین کموقوفۃ علی زید خلافا لما فی البزازیۃ وانما الخلاف بینھما لو اقتصر بلا تعیین او جمع مع التعیین کصدقۃ موقوفۃ علی فلان فعند ابی یوسف رحمہ اللہ یصح ثم یعود الی الفقراء وھو المعتمد انتھی فتفکر فی ھذہ التحقیق فانہ بالتدبر حقیق ولا اقول انہ صحیح غیر سقیم فان فوق کل ذی علم علیم **قولہ** مسئلہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ جو شخص قرآن یا نماز یا درود یا کلمہ پڑھ کے اسکو ثواب بخشے تو اسکو موصی کے مال سے اسقدر روپے دے جائیں تو اگر موصی نے بمعاوضہ تلاوت وذکر کے روپے پیسے دیے ہیں تو موصی کو یہ روپے پیسے لینا جائز نہیں ہے اور اگر موصی نے روپے پیسے

صدقہ سے ہیں اور ثواب اور جہ اللہ مجتبا ہی تو درست ہی اور وصیت بھی صحیح ہے
اقول یہ طریقہ حسب تصریح فقہاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ بدعت و حرام ہی اور وصیت
بھی باطل ہے اور موصی لہ کو مال کا لینا بھی جائز نہیں ہے علامہ شامی رحمہ اللہ المحتار میں
لکھتے ہیں وممن صرح بذلک ایضا الامام البرکوی قدس سرہ فی اخر الطریقۃ
المحمدیۃ فقال الفصل الثالث فی امور مبتدعۃ اکب الناس علیہا علی ظن انہا قربۃ
مقصودۃ الی ان قال ومنہا الوصیۃ من المیت باتخاذ الطعام والضیافۃ
یوم موتہ او بعدہ وباعطاء الدراہم لمن یتلو القران لروحہ او یہبہم او یہلل
وکلہا بدع منکرات باطلۃ والماخوذ منہا حرام والاخذ وہو عاص
للتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا انتہی اور چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں و ح فقد
ظہر ذلک بطلان ما اکب علیہ اہل العصر الوصیۃ بالختمات والتہالیل
مع قطع النظر عما یحصل فیہا من المنکرات التی لا ینکرہا الا من طمست
بصیرتہ انتہی پس اب بطلان وصیت میں تو کسیکو حکا شبہ نہیں ہے اور یہ کہنا
کہ (موصی الیہ نے روپے پیسے صدقہ کر لئے ہیں اور ثواب صدقہ بخشا ہے تو صحیح ہی)
صحیح نہیں ہے اسلئے کہ قاری کو بطور صدقہ دینے میں بھی ضرور صلہ مدنظر رہتا ہی نہیں تو
تخصیص کی کیا وجہ ہے کسی دوسرے غریب محتاج کو دینے کو کون منع کرتا ہی اور صلہ کا
حال مسئلہ وقف میں معلوم ہو چکا اور شامی میں ہی ومافی التاتارخانیہ فیہ رد علی
من قال لو اوصی القاری یقرء علی قبرہ بکذا ینبغی ان یجوز علی وجہ الصلۃ
دون الاجر ومن صرح ببطلان ہذہ الوصیۃ صاحب الوالوالجیۃ والمحیط
والبزازیۃ انتہی علاوہ اسکے جسکو تھوڑی بھی دیانت وانصاف نصیب ہے
بالیقین سمجھ سکتا ہے کہ اس زمانہ میں ہرگز ایسا شخص نہیں مل سکتا جسکو کچھ طمع مال
نہ ہو اور محض حسبۃً للہ ایصال ثواب کرے اور ایک دو ختم قران شریف کا ثواب

ثواب کسی میت اجنبی کو بخشدے بلکہ عموماً لوگوں نے یہ پیشہ ہی قرار کرلیا ہے کہ قرأۃ
قرآن پر اجرت لیا کرتے ہیں کما لا یخفی علی من لہ اطلاع بصیرۃ انا للہ وانا الیہ راجعون
چنانچہ ان امور کی فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے چنانچہ صاحب نفع المفتی والسائل
حامدیہ لکھتے ہیں شرط ثواب الاخلاص للہ فی العمل والقاری بالاجرۃ
انما یقرء لاجل الدنیا لا لوجہ اللہ بدلیل انہ لو علم ان المستاجر لا یدفع الیہ
شیئا فلا یقرء حرفا واحدا خصوصا من جعل ذلک حرفتہ واذا قال
تاجر الشریعۃ فی شرح الہدایۃ ان قاری القرآن بالاجرۃ لا یستحق الثواب
لا للمیت ولا للقاری انتہی اور دوسرے ہم پوچھتے ہیں نیت تو امر قلبی ہے
پھر جب تک قاری یہ نہ کہے کہ میں نے حسبۃ للہ ثواب بخشا ہے کیونکر معلوم ہو سکتا ہے
اور اظہار جسکو ریا و احسان وغیرہ لازم ہی للہیت کے منافی ہے اور جو لوگ فی الحقیقت
خدا واسطے پڑھتے ہیں ہرگز وہ روپیہ وغیرہ نہیں لے سکتے کما لا یخفی فتدبروا
یا اولی الابصار واتقوا من کمال الغرر الظہار **قولہ** اگر کوئی وصیت کرے کہ اوسکے
مرنیکے بعد تین دن تک کھانا کھلایا جاوے الخ **اقول** پہلے جاننا چاہئے کہ جتنی
باتیں مولف نے یہاں پر لکھی ہیں غالباً بعض تو درمختار سے اور بعض ردالمحتار سے
مگر دونوں میں ایسا خلط کیا ہے کہ پناہ خدا پھر کیف واضح ہو کہ اس مسئلہ وصیت میں
دو قول ہیں ایک عدم جواز کما فی الدر المختار اوصی بان یتخذ الطعام بعد
موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ اور ایک جواز کما فی الدر المختار وفیہا
عزا لبعضہم اوصی باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون المقبرۃ
جاز من الثلث ویحمل لمن طال مقامہ ومسافۃ لا المزم یطل یعنی ابو حنیفہ سے
مروی ہے کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ اوسکے مرنیکے بعد کھانا پکا کر اون لوگوں کو
کھلایا جاوے جو بنظر تعزیت حاضر ہوئے ہیں تو یہ وصیت ثلث میں نافذ ہوگی

اور اوسکا کھانا اون لوگون کو جنکا مکان دور ہو (اور یہ وہ لوگ ہین کہ اگر اوسی گھر مین تو لوٹنا چاہین تو لوٹ نہ سکین کذا صرح بہ الشامی) جائز ہوگا نہ قریب والون کو انتہی اور اس عبارت کا ترجمہ مولف نے یون کیا کہ ابو حنیفہ نے وصیت کی کہ اون کے مرنے کے بعد الخ یہہ کمال فہم ہے پہران دونون قولون کے تعلیل مین اختلاف ہوا بعضون نے اجتماع نائحات کے خیال سے منع کیا اور بعضون نے عدم تعین موصی لہ کو وجہ بطلان ٹھہرایا کما صرح بہ الشامی مگر قول بطلان ہی کا مفتی بہ اور صحیح ہی اگرچہ موصی لہ اشخاص متعینہ ہون اور نائحات بھی نہون علامہ شامی (فالوصیۃ باطلۃ) کے تحت مین لکھتے ہین ہوا الاصح کما فی جامع الفتاوی اور اس عبارت کی شرح مین (والثانی علی ما کان لغیر معین) فرماتے ہین وہو القول بالجواز اقول قد منا ان القول الاول (ای قول البطلان) ہو الاصح وظاہر الاطلاق ویویدہ ما فی اخر الجنائز من فتح القدیر حیث قال ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل المیت الخ واقرات المفتین مین ہے رجل اوصی ان یتخذ طعاما بعد موتہ لیطعم الناس ثلثۃ ایام الوصیۃ باطلۃ ہو الاصح انتہی باقی رہا یہہ قول مولف کا (اس تقریر سے یہہ معلوم ہوا کہ فقہا کے نزدیک یہہ وجہ باطل نہین ہو کہ ایام کی تخصیص کی گئی الخ پس جاننا چاہیے کہ مولف نے پہر یہان اپنے مقر اصلی کیطرف رجوع کیا جیسے کہ تیلی کے بیل کا حال ہے مولف صاحب کی ترکی قریب الاختتام کے پہنچا مگر اب تک اون کو محل نزاع کی بھی خبر نہوئی محل بے محل اوسی تخصیص کو چھیڑنے لگتے ہین ہان اول آخر نسبتے دارد سہ لن یصلح الایام ما افسد الدہر واضح ہو کہ تخصیص و تعین کو علماء اعلام اوسجگہ منع فرماتے ہین کہ کوئی چیز شرعا بلا تفتیش علی الاطلاق ثابت و مشروع ہو اور پہر کوئی احمق اوسکی تخصیص کرنے لگے تو اب اوسکو بوجہ تخصیص مکروہ و بدعت کہینگے جیسے ایصال ثواب کہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام

والسلام سے بلا تعین و تخصیص ثابت ہے تو اب جو شخص اوسکے لئے تخصیص وطعام وغیرہ کی کریگا وہ مرتکب فعل ممنوع سمجھا جائیگا بخلاف اوسکے کہ کوئی شے اصل ہی سے ممنوع ہو تو اب اوسکے جواز میں تخصیص کو کیا دخل ہے خواہ تخصیص ہو یا نہو وہ تو سرے سے غیر مشروع ہو چکی مثلاً کوئی شخص شراب سود زنا میں پیا کرتا ہے تو کیا اب اوسکے بیان حرمت میں یہ کہا جائیگا کہ اس تخصیص کے ساتھ شراب نہ پیو اسلئے کہ تخصیص ممنوع ہے پس اسیطرح یہ وصیت فی نفسہ باطل ہے تو اب اوسکے بطلان میں تخصیص کو کیا دخل ہوگا۔

فافہم وتدبر **قولہ** یا عالم ماول کی قبر ہو تو مضائقہ نہیں ہے **اقول** نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا مولف صاحب بوجہ خیالات مبتدعانہ قرآن وحدیث کے مخالفت کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے حضرت کو ہر دم اسی کی فکر ہے کہ یہ افعال مبتدعین کے کسی حیلہ سے جائز ہو جائیں دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغ جلانے والوں پر قبروں کے لعنت فرمائی ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج رواہ النسائی اور تصریح ظہری میں ہے کا یجوز ما یفعلہ الجہال لقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف حولہا واتخاذ السرج والمساجد علیہا ومن الاجتماع بعد الحول اور علامہ ابن حاج رحمہ اللہ نے مدخل میں اسکی کیسی تصریح کی ہے جزاہ اللہ خیرا عنا وعن جمیع المسلمین ولذلک ومنہم ما یفعلہ بعضہم من تعلیق قنادیل علی القبر من کان مشہورا بالخیر والناس یعتقدونہ لیاتی الناس الی مکان الضوء فیزورونہ لان الفرض الواجب مثل الحج وغیرہ اذا کان المکلف لا یمکن ان یاتی بہ الا ان یرتکب محرما کما فی زماننا الصلوۃ عزومنہا وما

فان الفرض ساقط عنه فاذا كان هذا في الفرض فما بالك به فيما ليس بواجب
وزيارة القبور ليست بواجبة فكيف تفعل مع وجود مفاسد وقد
تقدم بعض ما يقع في زيارة القبور بالليل من المفاسد فاغنى عن اعادته
وما يدل على منع هذه الاشياء ان بعض اصحاب رسول الله صلى
الله عليه واله واصحابه وسلم تفرقوا في الاقاليم ومات كثير منهم فيها
في الجهاد وغيره ولم ينقل انه نقش على قبر واحد منهم ولا علق عليه
قنديل ولا عمل عليه غير ذلك من العلامات الدالة عليه وبذلك
علم مخالفة هذا المعنى انه لا يعرف من قبورهم الا القليل النادر وهم
القدوة ونحن الاتباع فلو كان ذلك امرا مطلوبا لبادرت الامة
الى فعله ولاشتهر الحكم فيه حتى لا يخفى على متاخري هذه الامة
انتهى كلامه الشريف اور مالا بد منه ہیں ہر واہیہ بر قبور اولیا عمارتہای رفیع بنا کنند
وچراغان روشن میکنند وازین قبیل ہر چہ میکنند حرام ست یا مکروہ انتہی پس وہ
فعل جسکے مرتکب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون فرمائیں اور اکابر امۃ اوسکو
ممنوع وحرام ٹھہرائیں وہ مولف کے نزدیک جائز ہو جاوے اعاذنا اللہ من ذلک

قولہ منہ مسالک الحنفا میں ہے کہ ابن زرین نے الخ **اقول** افسوس مولف صاحب
اقوال مجہولہ مردودہ سے استدلال کرتے ہیں اور باوجود ادعا حنفیہ اپنے مقاصد
فاسدہ کا ثابت کرنے کو اقوال عربیہ کو مذہب بنا لیتے ہیں اور جو فعل باتفاق فقہاء
حنفیہ رحمہم اللہ ناجائز ہے اوسکو جائز فرماتے ہیں دیکھو فقہاء حنفیہ نے صحت
انعقاد نذر کی بہت سی شرطیں لکھی ہیں کہ تفصیل اوسکی باعث تطویل ہے منجملہ اوسکے
ایک یہ ہے کہ شی منذور جنس فرائض سے ہو چنانچہ در مختار میں ہے ولم یلزم
النادر مالیس من جنسہ فرض کعیادۃ مریض الخ اب فرمائیے کہ چراغ

لہ اور نذر لازم ہوگی
جبکہ کی کہ نذر ہو اوس
جنس سے فرض میں سے ہو
مریض کے (کہ اسکا نذر
کرنا نہیں)

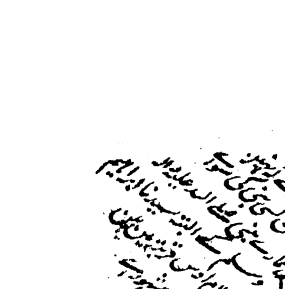

چراغ جلانا لہان فرض و واجب ہی کہ نذر قبر پر چراغ جلانیکی صحیح ہو جائیگی ہدانا
اللہ تعالی وایاہم بمنہ ولطفہ امین **قولہ** اسکا مطلب یہ ہی کہ جو عورتین الم
عورتون کے زیارت قبور کا مسئلہ بالتصریح گذر چکا ہے بوڑھی جوان کی کچھ
خصوصیت نہین کمالا یخفی علی من لہ ادنی ممارسۃ **قولہ** جو تہی صورت **اقول**
قبرستان عامہ مومنین مین مسجد بنانی یا درخت لگانا سب ناجائز ہے صلوۃ
مین ہے بگورستان نشاید خانہ ساختن و زراعت نشاید کردن و درخت نشاید
نشاندن اور مسجد باقیہ وغیرہ اگر ملک بانی مین بنایا جاوے تو مکروہ ہی ورنہ حرام
واجب الہدم فی المرقاۃ والنہی فی البناء لکراھۃ انکان فی ملکہ وللحرمۃ
فی المقبرۃ المسبلۃ ویجب الھدم وانکان مسجدا انتہی اور کتب الآثار مین
امام محمد رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہین ونکرہ ان یجصص او یطین او یجعل
علیہ مسجدا وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی انتہی مختصرا۔
یعنی مکروہ سمجھتے ہین ہم گچ کرنے کو اور گہگل کرنے کو یا کوئی بنانے نزدیک قبر کے
مسجد اور یہی قول امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالی علیہ کا ہی انتہی اور قبر حضرت اسمعیل
علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام سے استدلال کرنا صحیح نہین کہ بعد وفات
حضرت سیدنا اسمعیل صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلی اولادہ الکرام کے بنا ہے
کہ قبر کے پاس مسجد کا بنانا ثابت ہوگا بناء کعبہ تو حضرت آدم علیہ وعلی نبینا الصلوۃ
والسلام ہی کے وقت سے تہی البتہ اس سے یہ نکلا کہ اگر مسجد کے پاس کوئی
قبر کہی بنا لے تو جائز ہے وہ بہی جب مان لیا جاے کہ شریعت سابقہ ہم پر حجت ہے
والا فلا علاوہ اسکے مزار مبارک حضرت اسمعیل علیہ الصلوۃ والسلام کا حطیم کے
پاس ہونا روایات صحیحہ سے ثابت نہین ہوتا چنانچہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الموضوعات
فی احادیث الموضوع مین لکھتے ہین قال الشیخ محمد بن الجزری لا یصح تعیین

نبی غیر نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولم تم شیئا ما ابراھیم علیہ السلام
فی تلک القریۃ المسمی بالخلیل لا بخصوص تلک البقعۃ انتہی اور مقابر
صلحاء کے پاس نماز پڑھنے کی ممانعت اگرچہ قبر بجانب قبلہ نہو مولانا شاہ عبد العزیز
صاحب رحمہ اللہ علیہ کی تصریح سے یہی معلوم ہوتی ہے آیۃ کریمہ قل للہ المشرق والمغرب
یھدی من یشاء الی صراط مستقیم کے تفسیر میں فرماتے ہیں وغیر ان مکان
ان جہت را باید کہ علاوہ مخلوقات یا کمالے محسوس و معقول نداشتہ باشد مثل
مقابر انبیاء و صلحاء یا آفتاب و ماہتاب یا آتش و دریا و ذالا و رحق حوام از عباد
متوجہ بآن مخلوقات و معروف بآن کمالات محسوسہ و معقولہ خواہد گشت و برذات
پاک باری تعالی نخواہد افتاد انتہی **قولہ** اگر جنازہ کے ساتھ نائحہ یا صائحہ
ہو تو زجر کیجاوے اگر نہ مانے تو جنازہ کیساتھ چلنا چاہیے اسلئے کہ اتباع جنازہ
سنت ہے پر سنت ایسی بدعت سے چھوڑی نہ جائیگی جس میں معصیت کا مرتکب ایک
غیر مخصوص ہو **اقول** حدیث شریف میں ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وصحبہ وسلم ان تتبع جنازۃ معھا رانۃ رواہ ابن ماجۃ اور علامہ
علی قاری حنفی رحمہ اللہ مرقاۃ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں بتشدید الواو
اے نائحۃ صائحۃ ای معھا ذا کان معھا امر آخر حسن المنکرات وھذا اصل اصیل
فی عدم الحضور عند مجلس لو حضر فیہ المحظور انتہی کذا فی حاشیۃ ابن ماجۃ اور ہدایہ وغیرہ
میں تصریح ہے کہ اگر مجلس دعوت میں امور غیر مشروعہ ہوں تو ہرگز وہاں نہ بیٹھے
اور نہ دعوت کرے اور چلا آئے پس بعض لوگوں نے جو جنازہ کے ساتھ
چلنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ سنت بدعت کیوجہ سے متروک نہیں ہو سکتی
صحیح نہیں ہے آخر اجابت دعوت بھی سنت ہے یا نہیں بلکہ بعضوں نے اوسکو
واجب تک کہا ہے اور ریا کی اگر اصرار کرے تو روزہ نفلی کو بھی افطار کر دینا چاہیے

بحاشیہ: ۔۔۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔۔۔ جنازہ کے ساتھ ۔۔۔ اور اس جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی ہو (۱۲)

چاہئے ہاں جنازہ کے ساتھ جانیکی وجہ علامہ شامی نے ضرورت لکھی ہے اور یہ صحیح ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات مسلم قاعدہ ہے اور اسکی لم تو انشاء اللہ تعالیٰ یہہ ہی ہے کہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتباع جنازہ کو حقوق مسلم علی المسلم میں سے گنا ہے اور یہہ امر بدیہی ہے کہ حق کسیکا دوسرے شخص کیوجہ سے تلف نہیں ہوسکتا پس اتباع جنازہ کہ حق میت ہے نائحہ کیوجہ سے متروک نہیں ہوسکتا بخلاف مجلس دعوت کے کہ داعی نے جب بوجہ احضار شیاطین مرتکب امور غیر مشروعہ کے اپنے حق اجابت دعوت کو شرعاً رد کردیا تو اب مدعو کو وہاں جانا ضروری نہوا بلکہ ممنوع ٹھہرا بخلاف اتباع جنازہ کے کہ اسمیں بیچارے میت کا کچھ قصور نہیں ہے البتہ اگر کوئی شخص معاذ اللہ ایسا ہو کہ اوسنے وصیت کی ہو کہ اوسکے جنازہ کیساتھ نائحہ بھی ہوں تو ہرگز نجانا چاہئے اسیطرح اگر وہ اس فعل سے راضی نہ تھا بخوشی تھا تو اوسکے جنازہ کیساتھ بھی نہ جانا چاہئے جیسا کہ اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ وہ اوسکو جائز سمجھتے اور اوس سے خوش ہوتے تھے اور غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خیالات جاہلیت کے رد کرنیکو یہہ ارشاد فرمایا ہو فافہم ہذا التحقیق لا تجاوز عنہ ہذا ما ظہر لی واللہ سبحانہ اعلم بذلک۔ اور اس تحقیق سے ہمارے کلام فقہاء کرام میں کہ وہ اجابت دعوت سے بھی منع فرماتے ہیں اور اتباع جنازہ کی بھی اجازت دیتے ہیں اور بظاہر کوئی وجہ متبدر بہ تفرقہ کی معلوم نہیں ہوتی اچھی طرح عمدہ تطبیق ہوگئی فتدبر ولا تحیر **قولہ** اگر کسی رونیوالے کی آواز اسلئے سنے کہ نائحہ اسکا قلب لائم ہو الخ **اقول** اگر رونیوالے سے نائحہ مراد ہے تو یہہ ہرگز نجائز نہیں طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے انا للہ ستم باکیۃ لعق علیہ و یبکی فلا باس بہ انا امن من الوقوع فی الفتنۃ الخ اور دلیل اسکی یہہ ہے کہ سے بکا بیع عدم الصوت مراد ہے یہہ عبارت طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح سے

قولہ لا باس بالبکا بالقصر ای المد وخروج الدمع قولہ یدمع ای لا یصوت فانہ مکروہ اور دوسری جگہ لکھتے ہین ونکرہ النوح ای تحریما اور حدیث شریف مین ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ رواہ ابوداود کذا فی المشکوۃ پھر جب رونا اواز کے ساتھ حرام ہوا اور رونیوالے اور سننے والے دونون ملعون ٹھہرے تو اوسکا سننا کب جائز ہوگا بلکہ حاضرین پر انکو روکنا اس فعل ناجائز سے بمقتضاے حدیث من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبالسان وان لم یستطع فبالقلب وذلک اضعف الایمان واجب ولازم ہے قولہ اگر کوئی عورت میت کے گھر مین اسے ندبہ کرے اور اوسکے لیاقت کا حال بیان کرے اور اوسکے ساتھ عورتین رونین تو ابوحامد کہتے ہین کہ اگر وہ طمع سے یہہ فعل کرتی ہے تو مکروہ ہے اور اگر بے طمع کرتی ہے تو مضائقہ نہین اقول مولف صاحب کو آگے پیچھے کی کچھہ خبر نہین رہتی ہے پہلے خود ہی لکھہ آئے ہین (اسطور پر رونا جائز ہے ای قولہ) بشرطیکہ ندبہ ونیاحت کیساتھہ نہو) اور جب ندبہ وغیرہ افعال جاہلیت ہی وشرعا ممنوع وحرام پھر اس تقیید لایعنی سے کیونکر جائز ہو جائیگا بلکہ علماے کرام تو عورتون کے جمع ہونیکو رونے کے لئے اگرچہ وہ اواز کیساتھہ نہ رونین ممنوع فرماتے ہین چہ جائیکہ اوسکے ساتھہ ندبہ بھی ہو شرح علامہ درد یر میں ہے وکرہ اجتماع نساء لبکی بالقصر ارسال الدموع بلا رفع صوت وان مع انتہی اور یہہ تعلیل تو اوسکو مقتضی ہے کہ اگر اہل میت ندبہ کرکر رونین تو جائز ہو اسلئے کہ عدم طمع مال اوسکا ظاہر ہے ولا تغفرہ بہ عاقل فضلا عن الفاضل اور مولف نے تو کتاب لکھنے کے وقت شائد قسم کہائی ہے کہ جو اقوال شاذہ مردودہ لکھینگے انہین کو لکھونگا انا للہ وانا الیہ راجعون قولہ البتہ قبر پر

قبر پر صاحب قبر کا نام لکھنا مسدود ہی تاکہ جب بہت زمانہ گذر جاے تو اس سے
معلوم ہو کہ یہہ قبر فلان شخص کی ہی **اقول** ہذا التعلیل بمقابلۃ المنصوص وہو
باطل بہلا جب نہی کتابت مطلقا احادیث صریحہ صحیحہ سے ثابت ہی پہر ایسے
تعلیلات وتخصیصات کو کون پوچھتا ہے اور مقابل مین منصوص کے ایسے
شامی وہمی کا کیا اعتبار ہو سکتا ہی شامی مین ہے ۲ صفحہ ۲۹۱ **واما الشطرنج فانه**
وان افاد علم الفروسية لكن حرمته عندنا بالحديث انتہی پس
شطرنج جب باوجود نافع ہونے اوسکے بوجہ ورود نہی ممنوع ٹہرا اور اوس نفع
کے خیال سے جائز نہ رکہا گیا پہر ان توہمات فاسدہ کیوجہ سے قبر پر لکھنا
باوجود ممانعت اوسکے احادیث صحیحہ سے کیونکر جائز ہو جائیگا اور اعلام والبقاء
ذکر صلحا رحمہم اللہ تعالی وعلینا معہم اسی فعل ناجائز پر کیا موقوف ہی صاحب مدخل
لکھتے ہین **ولا باس بذكر مآثر الصالحين والعلماء والاولياء ما لم يكن**
منقوشات على القبور او على جدارها او في ورقة منقوشة هنا لك انتہی کلام
فنمود باللہ من مخالفۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم **قولہ** اوزاعی نے اسپر عمل کیا
اقول حسن ظن ہمارا ساتہہ اکابر سلف رحمہم اللہ کے اسکو مقتضی ہے کہ یہہ
احادیث نہی ان حضرات کو نہین پہونچی نہین تو وہ اسکا ہرگز خلاف نکرتے
چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالی زہر الربی شرح المجتبی مین فرماتے ہین قال
الحاكم في المستدرك بعد تخريجه هذا الحديث هذه الاسانيد
صحيحة وليس العمل عليها فان ائمة المسلمين من الشرق الى الغرب
يكتبون على قبورهم وهو شئ اخذه الخلف عن السلف وتعقبه
الذهبي في مختصره بانه محدث ولم يبلغهم النهي انتہی اور علامہ
شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہین **ولكن نازع بعض المحققين من الشافعية في هذا**
صفحہ ۲۹۳ ج ۲

الاجماع بانه الذی وان سلم فمحل حجیته عند صلاح الازمنه بحیث
ینفذ فیها الامر بالمعروف والنهی عن المنکر وقد تعطل ذلك منذ
الازمنة اما ترى ان البناء على قبور هو شعائر المسلمة اكثر
من الكتابة وهو مشاهد وقد تعاملوا عنه فكذا الكتابة انتهى
اور اگر یہ عرف بھی ہو تو ایسا عرف جو مخالف نص کے ہو بالاتفاق معتبر نہیں
محقق شامی لکھتے ہیں والعرف اذا خالف النص یرد بالاتفاق فاحفظ
ذلك انتهى علاوہ اسکے عہد سلف میں ہرگز یہ جاری نہ تھا کہ لوگ عموماً قبور پر
اسماء اہل قبور کے لکھتے ہوں شاید بعض لوگ بوجہ نا واقفیت کے حدیث نہی سے مرکب
اسکے ہوئے ہوں چنانچہ اکابر فقہاء و محدثین رحمہم اللہ نے اسکی تصریح کی ہے
حضرت شیخ دہلوی علیہ الرحمہ جذب القلوب میں لکھتے ہیں تا ہی خصائص در مدارک
از امام مالک نقل میکند کہ مقدار دہ ہزار از صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین در مدینہ مطہرہ
فوت کردہ و ہمچنین از سادات اہل بیت نبوت سلام اللہ علیہم و علماء تابعین
رحمہم اللہ علیہم و غالب آنست کہ قبور ایشان بعینہا معلوم نمانند الا بجہت کہ جہت
قبر ایشان معلوم شدہ باشد زیرا کہ در عہد سلف بنا بر قبور و کتابت اسماء متعارف
نبود و لہذا مجہول زمان نشان اغلب مندرس و مطموس شدہ کذا فی السمہودی
انتہی مختصراً اور علامہ ابن حاج رحمہ اللہ مدخل میں لکھتے ہیں ومما یدل علی
منع هذه الاشیاء ان بعض اصحاب رسول الله صلی الله علیه
وسلم تفرقوا فی الاقالیم وماتوا کثیر منهم فی الجهاد وغیره ولم ینقل
انه نقش علی قبر واحد منهم ولا علق علیه قنادیل ولا عمل علیه
غیر ذلك من العلامات الا الله علیه ویدل ذلك علی صحة هذا المعنی
انه لا یعرف من قبورهم الا النفر النادر وهی القلیلة ونحن

ولكن الاتباع فلو كان ذلك امرا معمولا به لبادرت الامة الى فعله
ولاشتهر الحكم فيه حتى لا يخفى على متاخري هذه الامة انتهى
اور ایک دوسری وجہ سے یہی حدیث نہی کتابۃ کا معمول بہا ہونا سلف میں
ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ امام ترمذی قدس اللہ اسرارہ حدیث نہی کو جامع ترمذی
میں باب ماجاء فی کراہۃ تخصیص القبور والکتابۃ علیہا میں لائے ہیں اور
یہ بھی اوسے مشغول ہے کہ جتنی احادیث کہ ترمذی میں ہیں وہ سب معمول بہا
فی الامۃ ہیں سواء حدیث جمع الصلوتین من غیر عذر و قتل سارق کے کہ یہ
کسی کے نزدیک امۃ میں معمول بہا نہیں ہیں پس معلوم ہو گیا کہ حدیث نہی عن
الکتابۃ کی متروک العمل نہیں ہے بلکہ حضرات محدثین رحمہم اللہ علیہم اجمعین تو برابر
باب کراہۃ کتابت علی القبر کا منعقد کرتے چلے آئے ہیں کتب احادیث کو دیکھو
پس اب کون اہل عقل کہہ سکتا ہے کہ حدیث نہی معمول بہا نہیں ہے اور علامہ
ابن حاج رحمہ اللہ علیہ کس شد و مد سے کتابت قبور کو ناجائز فرما رہے ہیں
ولیحذر مما یفعله بعضهم من نقش اسم المیت وتاریخ موته علی القبر
سواء کان عند راس المیت فی الحجر المسلم بقربه وامکان الحجر من النقش
علی الصفة المتقدمة او کان النقش علی البناء الذی اعتاده وهو علی
القبر ممنوعا کما مر او کان فی بلاطة منقوشة او فی لوح من
الخشب واشد من ذلك ان یکون علی عمود کان رخاما او غیره
والرخام اشد کراهته وکذلك لو کان العمود من خشب فینبغی ان
ثم انظر رحمنا الله وایاك الی البدعة کیف جرت الی المحرم الا تری ان
بعضهم لما ارتکب بدعة النقش وفی ذلك ایات من القرآن واسماء
من ذلك علی اسم من اسماء الله تعالی او علی اسم النبی صلی الله علیه

وسلم الی غیر ذلک مما لا حرمۃ فی الشرع الشریف ثم سلک تلک الدربۃ
وسبیل شراعلمها ومعارفها فنقع ذلک فی الارض ان سلم من السرقۃ
وقد یبیعہ السارق لمن یجعل فی مواضع لا یلیق بہ مثل عتبۃ باب او فی
موضع مرحاض بائتی ویجعل ناحیتہ الکتابۃ الی الارض امکان مسلم
ولا یشعر بما علیہ من الاستخفاف فان باعہ النصرانی او الیہودی فذلک اعظم
لانہم یستھینون امتھان بالعظمۃ الشریعۃ المحمدیۃ وان سلم من الوقوع
فیبقی موطوء الاقدام صباحا حتی کانہ لا حرمۃ لہ وذلک ممنوع فی الشرع
فیجب الزجر من ذلک جھدہ انتھی کلام الشریف صفحہ ۱۳۴ اور شرح علامہ زرقانی میں ہے
وجاز ما ذکر للتمییز وھو انما یکون فی غیر کعبۃ ومدرسۃ وشبہ
فی الجواز قولہ کحجر وخشبۃ بوضع علی القبر بلا نقش لاسمہ او تاریخ
موتہ والا کرہ وان یوھی بحرم انتھی اب کلمات طیبات حضرات سادات
رحمہم اللہ تعالی ملاحظہ ہوں کبیری میں ہے ویکرہ ان یبنی علی القبر ویقعد او
ینام علیہ او یقضی الحاجۃ الانسان من بول او غائط او یعلم بعلامۃ
من کتابۃ ونحوہ کذا فی التبیین انتھی اور امام محمد صاحب رحمہ اللہ تعالی
کتاب الآثار میں تحریر فرماتے ہیں قال محمد وبہ نأخذ لا نری ان یزاد علی
ما خرج منہ ونکرہ ان یجصص او یطین او یجعل عندہ مسجدا او علما
او یکتب علیہ ویکرہ الاجران یبنی بہا او یدخل القبر ولا نری برش الماء
علیہ باسا وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی انتھی کلام الشریف سراجیہ میں
یکرہ البناء علی القبور والکتابۃ علیہ وان یعلم علامۃ زائدۃ انتھی الکلام
وثبت المرام فاحمد ذوی الجلال والاکرام پس اب تمام مسلمانوں کو خصوصاً حنفی
بھائیوں کو چاہئے کہ اس فعل سے باز آئیں اور ہرگز اسکے مجوز وقائل نہ ہوں واللہ

واللہ تعالی یہدی من یشاء الی صراط مستقیم اللھم ثبتنی علی دینک القویم واستعملنی علی سنت رسولک الکریم علیہ وعلی آلہ وصحبہ الصلوۃ والتسلیم من **قولہ** جب کوئی صحیح غرض پائی جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے **اقول** ہم بھی ردالمحتار سے ثابت کرآئے ہیں کہ جسکی ممانعت نص سے ثابت ہو اوسمیں اگرچہ بظاہر کوئی نفع ہی معلوم ہو ممنوع رہیگا اور جائز نہوگا اور عدم جواز وممانعت بناء علی القبر کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو پھر اسکے جواز کا قائل ہونا کسی نفع موہوم سے کیا اہل عقل کا کام ہے علامہ شامی لکھتے ہیں واما البناء علی القبر فلم ار من اختار جوازہ اور پھر لکھتے ہیں وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ یکرہ ان یبنی علیہ من بناء بیت او قبۃ او نحو ذلک لما روی جابر رضی اللہ عنہ انھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تخصیص القبور وان یکتب علیھا وان یبنی علیھا رواہ مسلم اور مولف صاحب بھی خود کراہت بناء علی القبر کے قائل ہو چکے ہیں صفحہ ۵۰ میں لکھتے ہیں (امام ابوحنیفہ کے نزدیک قبر پر بناء مکروہ ہے) اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ مالابد منہ میں لکھتے ہیں وانچہ بر قبور اولیا عمارتہا رفیع بنا کنند وچراغان روشن می کنند وازین قبیل ہر چیزی کنند حرامست یا مکروہ اور قرآن کا پڑھنا غایۃ مافی الباب مستحب ہوگا اوسکے لئے ایک ناجائز فعل مباح نہیں ہوسکتا۔ علاوہ اسکے بناء علی القبر افعال جاہلیت سے ہے علامہ طیبی حدیث نہی کی شرح میں لکھتے ہیں قولہ وان یبنی علیہ یحتمل وجھین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ ومایجری مجریھا والاخر ان یضرب علیہ خباء او نحوہ وکلاھما منھی عنہ لانعدام الفائدۃ فیہ ولانہ من صنع الجاھلیۃ کذا فی حاشیۃ الترمذی پس ایک طریقہ جاہلیت کو جائز کہنا اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفت کا کچھ خیال نہ کرنا اور ماوجودہ

حنفیہ واد عاء تقلید ہے امام کے قول کو نہ ماننا جہل ضلالت اور کیا ہے اور اگر قرآن حدیث وغیرہ کا کچھ حیلہ بہی کروگے تو اہل جاہلیت کے ہونیکا کیا جواب دوگے اور یہہ تو ثابت ہے کہ ایک سبب کے جاتے رہنے سے حکم نہیں جاتا رہتا پہر اگر کوئی فائدہ بہی نہیں متصور ہو تو وجہ جہل جاہلیت ہونے کے ضرور ممنوع ٹھہرے گا جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں الخ اللہم ارزقنا ترک المنکرات وحب الخیرات واتباع سنۃ سید المخلوقات علیہ وعلی الہ واصحابہ الصلوۃ اجلہا واتہا والتحیۃ اکملہا واعمہا امین۔ اور شرح علامہ دردیر[1] میں ہے وکرہ تلئین قبر[2] ای تلبیہ بالطین او تبیضہ بالجیر وبناء علیہ ای علی القبر کقبۃ او بیت او مدرسۃ او تحویز علیہ بان یبنی حولہ حیطان تحدق بہ ان کان ذلک بارض مملوکۃ او لغیرہ باذن او موات بغیر سباہاۃ من غیران تصیر ماوی للفساق ولا یہدم وان بوہی بہ ای بما ذکر من التلئین وما عطف علیہ او صار ماوی لاہل الفساد او فی ارض محبسۃ کمقبرۃ مصر او مرصدۃ للدفن او فی ملک الغیر بغیر اذنہ حرم ووجب ہدمہ من الضلال المجمع علیہ ان کثیرا من الاعنیاء یبنون بمقبرۃ مصر اسبلہ ومدارس ومساجد ویغیرون الاموات ویجعلون محلہا الا کنفۃ وہذہ الخرافات ویزعمون انہم فعلوا الخیرات کلا ما فعلوا الا المہلکات انتہی اور علامہ علی قاری حنفی رحمہ اللہ حدث من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کی شرح میں فرماتے ہیں وہی[3] ما انکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصہا انتہی اور محقق شامی قدس سرہ السامی لکھتے ہیں ولم یتعرض[4] لبناء القبۃ فہو مکروہ اتفاقا انتہی اور جب مولف کو دعوی تقلید ہے تو مقلد کو بجز تقلید اپنے امام کے چارہ نہیں اور عدم جواز و کراہت بناء علی القبر مطلقا امام صاحب

امام صاحب علیہ الرحمہ سے ثابت ہو والمطلوب یجری علی اطلاقہ پھر موقع الحراف
کہاں واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم فسئالہ الہدایۃ واتباع سنۃ صاحب الرسالۃ
والشفاعۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ وصحبہ فی الہدایۃ والنہایۃ آمین اور علامہ
شوکانی رحمہ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں کیا اچھی بات لکھی ہے جو صاحب تعصب سے
کام نہ لینگے اور انصاف کو راہ دینگے وہ اوسکی حقیقت کے قائل ہو جائینگے ولکم
قد سری عن تشئید ابنیۃ القبور وتحسینہا من مفاسد یبکی لہا
الاسلام منہا اعتقاد الجہلۃ لہا کاعتقاد الکفار للاصنام وعظم
ذلک فظنوا انہا قادرۃ علی جلب النفع ودفع الضر فجعلوہا مقصد
الطلب قضاء الحوائج وملجاء لنجاح المطالب وسالوا منہا ما یسالہ
العباد من ربہم وشدوا الیہا الرحال وتمسحوا بہا واستغاثوا و
بالجملۃ انہم لم یدعوا شیئا مما کانت الجاہلیۃ تفعلہ بالاصنام
الا فعلوہ فانا للہ وانا الیہ راجعون ومع ہذا المنکر الشنیع الکفر
انقطع لا نجد من یغضب للہ ویغار حمیۃ للدین الحنیف لا عالما
ولا متعلما ولا امیرا ولا وزیرا ولا ملکا وقد توارد الینا من الاخبار
ما لا ینک معہ انہ کثیرا من ہولاء القبوریین اذا کثرہم اذا
توجہت علیہ یمین من جہۃ خصمہ حلف باللہ فاجرا فاذا قیل
لہ بعد ذلک احلف بشیخک ومعتقدک الولی الفلانی تلعثم
وتلکاء وابی واعترف بالحق وہذا من ابین ادلۃ الدالۃ علی ان
شرکہم قد بلغ فوق شرک من قال انہ تعالی ثانی اثنین او ثالث
ثلثۃ فیا علماء الدین ویا ملوک المسلمین ای رزء للاسلام
اشد من الکفر وای بلاء لہذا الدین اضر علیہ من عبادۃ غیر اللہ

متعلق صفحہ ۱۷۷

واى مصيبة يصاب بها المسلمون تعدل هذه المصيبة واى منكر يجب انكاره ان لم يكن انكار هذا الشرك البين واجبا انتهى كلامه فتدبروا واعتبروا اعاذنا الله واياكم من مهلكات الدين ووفقنا واياكم الاستعانة على الشرع المتين بمنه وكرمه **قولہ** صفحہ عورتوں کی قبر پر چادر کا ڈالنا جائز ہے الخ جاننا چاہیے کہ اگر مراد مولف کی یہ ہے کہ عورتوں کی قبر پر بعد دفن وتسویہ قبر کے چادر کا ڈالنا جائز ہے تو یہ غلط ہے اور بدعۃ نہ مرد کے قبر پر چاہیے نہ عورت کے ردالمحتار میں ہے وتکرہ الستور على القبور اور صلوۃ مسعودی میں ہے وپوشش ہم نشاید ساختن روی خاک را برہنہ باید ماندن الخ اور اگر یہ مراد ہے کہ عورت کو قبر میں رکھتے وقت چادر وغیرہ سے قبر پر پردہ کیا جائے تاکہ نظر اجنبی لوگوں کی نہ پڑے تو یہ صحیح ہے اور یہی اصل صورت مسئلہ کی ہے جسکو مولف نے مجملاً بحسب عادت ومقتضائے فطرت ذکر کیا ہے جیسا کہ ناظرین کتب فقہیہ پر مخفی نہیں جامع صغیر میں امام محمد رحمہ اللہ سے ہے ويستحب قبر المرءة بثوب حتى يجعل اللبن والقصب على اللحد ولا يسجى قبر الرجل انتهى **قولہ** صفحہ فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں الحاقول جاننا چاہیے کہ عادت مولف کی شروع کتاب سے اسیطرح جاری ہے کہ بعجز اے الفریق تشبث بکل حشیش جن اقوال مجردہ مرجوحہ کو اپنے موافق دیکھا انہیں کو مذہب ٹھہرالیا اور مخالف کو اگرچہ راجح اور قوی ہوں چھوڑ دیا اور متروک العمل کہدیا اسی مسئلہ کو دیکھو کہ تمام امام اکابر دین نے مسح قبر کو بدعت ومکروہ وعادت نصاری وخلاف سنت کہتے آئے ہیں لمعات شیخ دہلوی میں ہے واما ما يفعله الزيارة ان يقوم مستقبل القبر مستدبر القبلة حذاء الوجه وان يسلم ولا يمسح القبر ولا يمسه انتهى كذا

بعجز اے الفریق تشبث بکل حشیش = عاجز ہے فریق تمسک کرنے سے ہر گھاس کے

اگر ہم کہا جاتا ہے کہ = اگر ہم کہتے ہیں

ثابت ہوتا ہے = ثابت ہوتا

اور کون سا امر ہے = اور کونسا امر ہے

بعجز ہوتا ہے = عاجز ہوتا

اس پر ہے = اس پر

بعجز ہے = عاجز ہے

بیان تک = بیان تک

بعجز ہے = عاجز ہے

پردہ کیا جائے = پردہ کیا جائے

اور قبر = اور قبر

زیارت = زیارت

قبر کیطرف = قبر کیطرف

جانب کرکے = جانب کرکے

کے = کے

اور پیٹھ = اور پیٹھ

اور = اور

چھوڑے = چھوڑے

فتاوی عزیزی = فتاوی عزیزی

عجما = عجما

کہتے ہیں = کہتے ہیں

بر قبر = بر قبر

کرد (اے قول) = کرد (اے قول)

بجا = بجا

است = است

علیہ وسلم = علیہ وسلم

الذاتی وحاشیۃ النسائی اور علامہ علی قاری رحمہ اللہ المسلک المتقسط علی المنسک المتوسط مین دربارہ اداب زیارت مزار مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لکھتے ہین ولا یمس عند الزیارۃ الجدار ای لانہ خلاف الادب فی مقام الوقار وکذا لا یقبلہ لان الاستلام والقبلۃ من خواص بعض ارکان الکعبۃ ولا یلتصق بہ ای بالتزامہ ولصوق لطخہ لعدم ورودہ ولا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مخصوصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا عبرۃ بما یفعلہ العامۃ الجہلۃ ولو کانوا فی صورۃ المشائخ والعلماء ولا یمسحہ ولا یقبل الارض فانہ ای کلو احد بدعۃ ای غیر مستحسنۃ فیکون مکروھا انتہی اور مرقاۃ مین ہے واذا زارہ یقرء بفاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد ثلاث مرات ثم یدعولہ ولا یمسحہ ولا یقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاری وقال بعض العلماء ولا باس بتقبیل قبر الوالدین اور اس بعض کے قول کو بھی شرح مناسک مین رد کردیا ہے ولا یقبلہ لان الاستلام والقبلۃ من خواص بعض ارکان الکعبۃ اور مدارج النبوۃ مین ہے وبوسہ دادن قبر او سجدہ کردن ازو کلہ نہادن حرام وممنوع ست و در بوسہ دادن قبر والدین روایت فقہی نقل می کنند وصحیح آنست کہ لا یجوز انتہی اور علامہ حلبی نے شرح منیہ مین اس قول کو نقیہ ابی اللیث علیہ الرحمہ کے اسی طرح رد کیا ہے وفی القنیۃ قال ابو اللیث لا نعرف وضع الید علی القبر سنۃ ولا مستحبا ولا نری بہ باسا وقال علاء الدین الترجمانی ھکذا وجدناہ من غیر نکیر من السلف وقال شرف الائمۃ بدعۃ وعن جار اللہ العلامہ مشائخ مکہ ینکرون ذلک ویقولون انہ عادۃ النصاری انتہی ولا شک انہ بدعۃ لا سنۃ ولا اثر عن صحابی ولا عن امام

ممن يعتمد عليه فليراجعه انتهى كلامه اور شرح اور اوس میں ہے ولا يقبل القبور فانه من عادة النصارى ولا يضع اليد عليها لان مشائخ مكة يكرهون ذلك انتهى اور عینی شرح ہدایہ میں ہے قال ابو موسى الحافظ الاصبهانى فان الفقهاء الخراسانيون لا يمسح القبر ولا يقبله لانه يمسه فان كل ذلك من عادة النصارى قال وما ذكروه صحيح وقال الزعفرانى لا يلتثم القبر بيده ولا يقبله قال وعلى هذا مضت السنة وما يفعله القوم الان من البدع المنكرة شرعا انتهى اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے وفى شرح الملتقى من البدع وضع اليد على القبر انتهى اور مدخل ابن حاج میں ہے قال مالك فى رواية ابن وهب اذا سلم على النبى صلى الله عليه وسلم ودعا يقف ووجهه الى القبر لا الى القبلة ويدنو ويسلم عليه ولا يمس القبر بيده الخ اور اوسی میں ہے ومن كتاب احمد بن سعيد الهندى ومن يقف بالقبر لا يلتصق به ولا يمسه الخ اور اوسی میں ہے ويجدد هم من تلك البدع التى احدثت هناك فترى من لا علم عنده يطوف بالقبر الشريف كما يطوف بالكعبة الحرام ويتمسح به ويقبله ويلقون عليه مناديلهم وثيابهم يقصدون به التبرك وذلك كله من البدع لان التبرك انما يكون بالاتباع له صلى الله عليه وسلم وما كان سبب عبادة الجاهلية للاصنام الا من هذا الباب انتهى اور درالغالی شرح ارشاد المحتاج میں ہے قال المظهر واعلم ان زيارة المسجد زيارة فى حال حياته (الى قوله) ولا يمسه ولا يقبله فان ذلك من عادة النصارى انتهى اور علامہ ابن حجر مکی جوہر المنظم میں لکھتے ہیں واما نحو تقبيل الارض مما ليس على صورة العبادة فهو نحو مس القبر والتقبيل الظهر والبطن بل اشبه فلم يكن محرما بل مكروها الخ پس جب مسح قبر خلاف

خلاف اداب و بدعۃ و مکروہ و مشابہ بالمنصاری ہیں اور مزار مبارک سیدنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چھونا جائز نہوا تو اور دنکی قبروں کو چھونا و ہاتھ لگانا کب جائز ہوگا
اگر اسمیں کچھ تعظیم و برکت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم سے زیادہ
کون مستحق تعظیم و قابل تبرک ہوتا اور طرفہ تر توجیہ ہے کہ مولف صاحب خود ہی اپنے
قول کو رد بھی کرتے ہیں گرچہ اونکو اسکے لکھنے کی بھی خبر نہیں - دیکھو اسی جگہ مسح قبر کو
عادت نصاری ثابت کرآئے اور پھر اوسکے مجوز بعود باللہ اگر کہو کہ مولف نے تو فقط
اقوال مانعین و مجوزین کے نقل کردئے ہیں اس سے اونکا مجوز ہونا کیونکر معلوم ہوا
تو جواب اوسکا یہہ ہے کہ دلیل منع کو بصیغہ تمریض ذکر کرنا کما مر دلیل علیہ کلامہ اسی پر
دال ہے کہ مذہب مجوزین معتمد عند المولف ہے و ان ہوالا اخلاق علاوہ اسکے
اگر اونکے نزدیک یہہ فعل نا جائز تہا تو اوپر اسکے عدم جواز کی تصریح ضروری تہی فقط اس
اجمال و ابہام سے بجز تضلیل عوام اور کیا متصور ہے ہذا ما افاد الدہ ایاہ امین **قولہ**
منیۃ المختار میں ہے الخ **اقول** اگر مقصود مولف یہہ ہے کہ تطئین قبر مکروہ نہیں
اور یہہ بقول مختار صحیح ہے اور اگر یہہ مقصود ہے کہ گچ کرنا بھی جائز ہے ممنوع نہیں تو یہہ
بالکل غلط ہے اسلئے کہ تخصیص قر حسب تصریح فقہا رکرام رحمہم اللہ ناجائز ہے البتہ تطئین
قبر میں اختلاف ہوا ہے بعض مکروہ کہتے ہیں اور بعض غیر مکروہ - درمختار میں ہے
ولا یجصص للنہی عنہ ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو
المختار اور محقق شامی لکھتے ہیں قولہ لا باس بہ المناسب ذکرہ عقب قولہ
ولا یطین لان عبارۃ الشارحیۃ کما نقلہ الرحمتی ذکر فی محرر یابی الفضل ان
تطئین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ انتہی **قولہ** صفحہ اپنے لئے قبر کہدوا
رکھنا جائز ہے **اقول** جاننا چاہیئے کہ بعض فقہا قبر کہدوا رکھنے کو مکروہ فرماتے
ہیں اور بعض غیر مکروہ مگر صاحب مختار نے قول ثانی کو رد کیا ہے کلیتہ ہیں والذی

ینبغی ان لا یکرہ تحسینہ بخلاف القبر اور علامہ شامی لکھتے ہیں قولہ والذی ینبغی الخ کذا قال فی شرح المنیۃ وقال لان الحاجۃ الیہ متحققۃ غالبا بخلاف القبر بقولہ تعالی وما تدری نفس بای ارض تموت انتہی پس قبر کھدوا رکھنا مکروہ ثابت ہوا **اقولہ** میت کے پیشانی پر یا عمامہ پر یا کفن پر عہدنامہ لکھنا جائز ہے **اقول** جاننا چاہئے کہ بعض علماء نے کتابت عہدنامہ وغیرہ کو جائز رکھا ہے مگر فقہاء محققین نے اس قول کو بوجہ احسن رد کیا ہے محقق شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں وفی فتاوی محقق ابن حجر المکی الشافعی سئل عن کتابۃ العہد علی الکفن وھو لا الہ الا اللہ الی اخر الدعاء ھل یجوز ولذلک اصل فاجاب بقولہ نقل عن نوادر الاصول للترمذی ما یقتضی ان ھذا الدعاء اصل وان الفقیہ ابن عجیل کان یامر بہ ثم افتی بجواز کتابتہ قیاسا علی کتابۃ (للہ) فی اھل الزکوۃ واقرہ بعضھم وفیہ نظر وقد افتی ابن الصلاح بانہ لا یجوز ان یکتب علی الکفن یٰسٓ والکھف ونحوھما خوفا من صدید المیت والقیاس المذکور ممنوع لان القصد ثم التمیز وھناک التبرک فالاسماء المعظمۃ باقیۃ علی حالھا فلا یجوز تعریضھا للنجاسۃ والقول بانہ لطلب مردود لان مثل ذلک لا یحتج بہ الا اذا صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلب ذلک ولیس وقد منا قبل باب المیاہ عن الفتح انہ تکرہ کتابۃ القرآن واسماء اللہ تعالی علی الدراھم والمحاریب والجدران وما یفرش ذلک الا لاحترامہ وخشیۃ وطئہ ونحوہ مما فیہ اھانۃ فالمنع ھنا بالاولی مالم یثبت عن المجتہد او ینقل فیہ حدیث ثابت فتامل انتہی البتہ علامہ شامی نے الگمنت سیاہی سے بغیر سیاہی کے کلمہ وغیرہ لکھنے کو جائز فرمایا ہے کما لا یخفی علی من نظر فی کتابہ اور ناظرین پر انصاف ذری دیانت تو مولف

لی دیکھین کہ فقط عبارت نوادر الاصول وقول ابن عجیل کو جسکو علامہ ابن حجر مکی بنظر رد کے لائے تھے ذکر کردیا اور تردید ابن حجر کو چھوڑ دیا مگر اتنی توجہربانی کی کہ فتوی ابن صلاح کو جسکو علامہ ابن حجر اپنی مسند منع مین لائے تھے کر کردیا اگرچہ بطرز جدید ہی سہی پس اس تحقیق سے صاحب رد المحتار کے یہہ بات خوب واضح ہوگئی کہ قول مجوزین کتنا غیر مقبول ہے اور اقوال مانعین معمول علما، فحول **قولہ** قبر پر بیٹھنا الخ جاننا چاہیے کہ جلوس علی القبر مین اختلاف ہے بعض فقہا نے مطلقاً مکروہ کہا ہے اور بعض نے لقضاء الحاجۃ کی قید لگائی ہے مگر علامہ شامی نے دونون قولون مین یون تطبیق دی ہے کہ کراہۃ تحریمی اوسوقت مین ہے کہ بقصد بول وبراز ہو اور کراہت تنزیہی جبکہ اسکے لئے نہو مگر بہرحال قبر پر بیٹھنا خالی از کراہت نہین ہے چنانچہ لکھتے ہین۔ وح فقد یوفق بان ما عزاہ الامام الطحاوی الی ائمتنا من حمل النہی علی الجلوس لقضاء الحاجۃ یراد بہ نہی التحریم وما ذکرہ غیرہ من کراہۃ الوطاء والقعود یراد بہ کراھۃ التنزیہ فی غیر قضاء الحاجۃ انتہی کلامہ اور حدیث شریف مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبر پر بیٹھے ہوے یا تکیہ لگائے ہوے دیکھا آپنے اوسکو منع کیا اور فرمایا لا تؤذ صاحب القبر (او کما قال) یعنے صاحب قبر کو ایذا نہ دو پس اس سے یہی کراہت مطلقا معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ اس سے مردہ کو ایذا ہوتی ہے چنانچہ علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح مین اپنے شیخ سے اسکو نقل کیا ہے الخ فافہم وباللہ التوفیق

خاتمہ

یقول العبد الضعیف المفتاق الی رحمۃ الخبیر اللطیف ولایت حسین عافاہ اللہ تعالی فی الدارین ووقاہ عن کل شین الخفی منہا والجلی

نسبا والدبوسروی مولدنا الی قد فرغت عن تسوید هذه الاوراق یوم
الاحد سابع شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن سنة ١٣١٠ العاشرة
بعد ثلثمائة والف هجرة من نزل به العناد والخلف وخصه الله
بکمال العز والشرف صلوات الله وسلامه علیه واله واصحابه مائة بعد
مائة والفا بعد الف وسلکت فیها مسالک المصنفین وتحرزت
عن طریق المفرطین والمفرطین فنرجو من العلماء المتبحرین والفضلاء
المتدینین ان ینظروا فیه بنظر الانصاف لا بعین التعصب والاعتساف
بل اذا رأوا فیه شیئا من التشتت فلیختاروا هنا التثبت ویجتنبوا
عن التعتب والتعنت فانه بعید عن طریق اهل الصلاح ومبعد
صاحبه عن الخیر والفلاح متمسکین بما اشتهر خذ ما صفا دع ما
کدر ومتمیزین بین الخیر والشر وان هو الا دام غالشر بحول الله
العزیز المقتدر ولیس کلامی هذا علی سبیل التمدح بل علی طریق التنصح
فان السلامة عن الخطاء منوط بالتدبر والتفکر لا التعمر والتهور
ان لا یلیق قولا الی الرد والکد الا بعد التجسس التام والتفحص التام
فانه مذکور علی السنة الانام ومشهور بین الخاص والعام ص
وکم من غائب قولا صحیحا * وافته من الفهم السقیم : ثم نرید من
مستفیدی هذه الرسالة وتلک الحالة ان لا ینسونی عن دعاء
الخیر فی الحال والمال الاجابة من العزیز المتعال ثم نسئل الله العلی
العظیم ان یجعلها خالصا لوجهه الکریم وینفعنا بها وجمیع المسلمین
بلطفه العمیم وکرمه الفخیم ویهدینا وایاهم طریق الرشد
والهدایة ویحفظنا عن سبیل اهل الضلالة والغوایة ویرزقنا

تمت انما کان اول سورة فی تلک السنة ممکن وقت تحریرات شمسی بجب دوجوبا الکتب فنزبدا لاتقرب عنه

اتباع سنن الهدی وشریعة سیدنا محمد المصطفی صلوات الله
وسلامه علیه وعلی اله سید الاصفیا واصحابه البررة الاتقیاء ویعصمنا
عن البدع والهوی وان لا یجعلنا عن ضل وغوی بمنه وکمال کرمه وان
یمن علینا بحسن الخاتمة ویحفظنا من النار الحامیة الحاطمة ربنا اتنا
فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار ربنا واغفر لنا ذنوبنا
وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا
وهب لنا من لدنک رحمة وانک انت الوهاب ربنا اغفر لی ولوالدی
وللمؤمنین یوم یقوم الحساب سبحان ربک رب العزة عما یصفون
وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العالمین امین ثم امین

تمت بالخیر

ضمیمة الکتاب

اب چند مسائل ضروریہ متعلقہ امنوات کہ جنکی اس زمانہ مین اشد ضرورت ہی کتب معتبرہ سے
لکھے جاتے ہین مسلمانون کو لازم ہی کہ خود بھی عمل کرین اور اپنی اپنی بیبیون پر عمل کی تاکید
و پائین کہ اکثر امور قبیحہ عورتون مین زاید مروج ہین ورنہ عند الله ماخوذ ہونگے الله تعالی
فرماتا ہے قوا انفسکم واهلیکم نارا یعنے اپنی جانون کو اور اپنے گھر والون کو جہنم کے
آگ سے بچاو وفقنا الله تعالی لما یحب ویرضی بجاه نبیه صلوات الله وسلامه
علیه واله وصحبه **مسئلہ** بعض لوگ بعد مرنے اپنے کسی گھر والون کے نماز ترک
کرتے ہین بعض تو ایکدن بعض دو دن بعض مہینہ دو مہینہ الی عیر ذلک اس سے بہت

بہت بچنا چاہئے کذا فی المدخل ۱۰ مسئلہ عورتوں کا یہ دستور ہے کہ وہ صبح تمام بعد مرنے
کے رویا کرتی ہیں بلکہ جو عورت بنظر تعزیت جاتی ہے وہ بھی نوحہ ہی کے ساتھ تعزیت
کرتی ہے یہ سب حرام ہے کذا فی المدخل ۱۱ مسئلہ بعض جگہ یہ دستور ہے کہ اگر رات کو
میت مرا تو رات بھر اوسکے پاس چراغ جلاتے ہیں یہ اسراف ہے کذا فی المدخل ۱۲ مسئلہ
اس فعل سے بھی بچنا چاہئے کہ جو عورتوں میں مروج ہے کہ جب میت کو بعد تکفین کے
گھر سے لیجلے تو اوسوقت نوحہ و شور کرتی ہیں اور اوسکا نام وداع رکھا ہے کذا فی المدخل
۱۳ مسئلہ جب میت کو غسل دیتے ہیں اوسوقت بھی عورتیں نوحہ کرتی ہیں بلکہ بعض جگہ غسل
میں نہلانے والیکو خوب گالی وغیرہ دیتے ہیں یہ سب ناجائز ہے کذا فی المدخل ۱۴ مسئلہ
قبر پر اذان کہنا بعد دفن کے بدعت اور ممنوع ہے کذا فی الشامی ۱۵ مسئلہ حاملین جنازہ
کو چاہئے کہ خاموش ہیں اور امور آخرت میں فکر کریں اور اگر کلمہ وغیرہ کچھ پڑہیں تو آہستہ
پڑہنا چاہئے زور سے پڑہنا ممنوع ہے کذا فی العالمگیریہ وغیرہا ۱۶ مسئلہ اولی اور مستحب
یہ ہے کہ میت کو حوار میں صلحاء امتہ رحمہم اللہ تعالی وعلینا معہم کے دفن کریں کذا فی
کتب الفقہ ۱۷ مسئلہ توشہ کی روٹی ممنوع و بدعت ہے کذا فی المدخل والطحطاوی وحاشیہ
مراقی الفلاح ۱۸ مسئلہ چراغ جلانا جسجگہ میت ہے تین رات یا سات رات یا زیادہ
اور اسیطرح اوس مکان میں جہاں میت کو غسل دیا گیا ہے بدعت و ناجائز ہے کذا فی المدخل
۱۹ مسئلہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میت کا کپڑا تیسرے ہی دن دھونا چاہئے اوسکے
سبب تخفیف عذاب قبر کی میت سے ہوتی ہے سو یہ بالکل جھوٹ ہے اور بدعت ہے کذا
فی المدخل ۲۰ مسئلہ بعض لوگ یہ جانتے ہیں کہ دسترخوان تین رات تک اوسی کو
اوٹھانا چاہئے جو بچہائے اس سے بچنا چاہئے کذا فی المدخل ۲۱ مسئلہ بعض جگہ دستور ہے
کہ جسجگہ میت نہلایا جاتا ہے وہاں پر روٹی و پیالہ پانی کا تین رات رکھتے ہیں کذا
فی المدخل ۲۲ مسئلہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قبل از دفن میت اہل میت کو کہانا نہ چاہئے

۱۰ قولہ للدخل خلاصہ
کشف الظنون و بطقات
شرانی و حسن المحاضرہ کہ
نے ہے کہ مصنف اس کتاب
کے امام عالم عامل ابو عبداللہ
محمد بن محمد بن محمد العبدری
الفاسی المالکی ہیں جو مشہور
ابن حاج کے ساتھ ہیں یہ
وہ فاضل عارف مقتدا
ساتویں صدی ہجری
قلوب کے بعض اوون میں
ابو محمد عبد اللہ

سو یہہ باطل ہے کذا فی المدخل **مسئلہ ۱۵** یہہ سمجھنا کہ بعد از دفن میت جب لوگ لوٹین تو بغیر ہاتھہ پیر دہوے مکان مین جانا ممنوع ہے محض لغو ہے کذا فی المدخل **مسئلہ ۱۶** بعض جگہہ یہہ دستور ہے کہ جو شخص مرنیکے وقت میت کے پاس حاضر ہو وہ کوئی کام نکرے سو یہہ محض باطل ہے کذا فی المدخل **مسئلہ ۱۷** بعض جگہہ یہہ دستور ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو سب پانی گہڑے وغیرہ کا گرا دیتے ہین اور یہہ سمجھتے ہین کہ وہ پانی نجس ہوگیا اسلئے کہ روح اون سب مین غوطہ دیجاتی ہے اس سے بچنا ضرور ہے کذا فی المدخل **مسئلہ ۱۸** بعض لوگ یہہ جانتے ہین کہ اہل میت جب تک غمگین رہین اوسوقت تک اونکو جماعۃ کے ساتہہ کہانا نہ چاہیے کذا فی المدخل **مسئلہ ۱۹** بعض لوگ جب کوئی مرتا ہے تو سال بہر تک اوسکا غم کرتے ہین یہان تک کہ عورتین اس مدت مین مہندی نہین لگاتین اچہا کپڑا نہین پہنتین زینت نہین کرتین کذا فی المدخل **مسئلہ ۲۰** بعض لوگ یہہ سمجھتے ہین کہ اگر شب جمعہ مین میت کی زیارت نہین کیجاتی تو وہ بہت افسردہ و غمگین رہتا ہے اور صبح کو جب شہر سے باہر نکلتے ہین تو وہ اونکو دیکہتا رہتا ہے اس اعتقاد سے بچنا چاہیے کذا فی المدخل **مسئلہ ۲۱** بعض لوگ یہہ سمجھتے ہین کہ اگر مردہ کا کفن اچہا نہین ہوتا تو اور مردے اوسپر طعن کرتے ہین اور مردے آپس مین اپنے عمدگی کفن پر فخر کرتے ہین یہہ بالکل باطل ہے کذا فی المدخل **مسئلہ ۲۲** بعض لوگ جو بعد مرنیکے قبر پر چادر ڈالتے ہین اوس سے بچنا چاہیے **مسئلہ ۲۳** قبر پر چراغ جلانا بہت ہی منع ہے کذا فی المدخل و مالابد منہ **مسئلہ ۲۴** بعضون کا دستور ہے کہ جو فرش وغیرہ تعزیت کرنے والونکے لئے بچہاتے ہین اوسکو اسیطرح سات دن تک چہوڑ دیتے ہین اس سے بہت بچنا چاہیے کذا فی المدخل **مسئلہ ۲۵** بعض لوگ ایام غم مین مچھلی کا کہانا ناجائز سمجھتے ہین یہہ محض بدعت ہے کذا فی المدخل **مسئلہ ۲۶** جنازہ کے ساتہہ خوشبو جلاتے ہوے جانا ناجائز اور افعال جاہلیت سے ہے کذا فی سوطا الامام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ

مسئلہ ۲۷ بزرگون کے مزار پر جو صبح شام نقارہ بجاتے ہین اور اوسکو نوبت کہتے ہین یہ حرام ہے کذا فی المدخل مسئلہ ۲۸ قبرون کے آگے نماز کیطرح ہاتھہ باندھکر کھڑا ہونا ناجائز ہے کذا فی تفسیر الغزنوی تحت قولہ تعالی یحبونہم کحب اللہ مسئلہ ۲۹ قبرون پر چراغان بنانا یا قبر کو گچ کرنا ناجائز ہے کذا فی المدخل و عامۂ کتب الفقہ۔ مسئلہ ۳۰ مرنیکے بعد میت کا ہاتھہ دونون اوسکے سینہ پر رکھدینا جائز نہین ہے کذا فی نور الایضاح و شرحہ مراقی الفلاح **اقول** اسیطرح جو یہہ دستور ہے کہ عورتین غالبا چہلم تک اپنے گھر مین دال وغیرہ پکانیکو ناجائز سمجھتی ہین محض بے اصل ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا اور اسکا پابند ہونا گناہ پس اب ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان بدعات سے اور اسیطرح جو کچھہ مروج ہو خلاف شرع کے اوسکو چھوڑین اور شرعا جو درست ہو فقط یہہ ہے کہ مرنیکے بعد مردہ کے لئے جسطرح ہو سکے تھوڑا بہت مال حلال سے بلا پابندی کسی رسم و رواج اور تخصیص دن وغیرہ کے فقرا و مساکین کو کھلائین اور جہان تک ہو سکے چھپا کر صدقہ کرنا لینا بہت ہی افضل و عمدہ ہے قبر وغیرہ پر لیجانا محض فضول ہے اگے ان امور قبیحہ کی تحدید نہین ہو سکتی ہر ملک کا ایک نیا دستور ہوتا ہے ہر جگہ کا ایک نیا رواج خدا کل مسلمانون کو توفیق خیر عطا فرمائے اور تمام گمراہیون سے بچائے بحرمت سید المرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہ علیہم اجمعین آمین فقط

هذا ما قرظه فريد عصره وزمانه وحيد دهره واوانه المعدة من المصطفين الاخيار المحسود بين المقسطين الابرار الذي يفتخر بوجوده الزمن استاذنا ومولانا محمود حسن ادام الله

ظلال افاداته ممدودة علی رؤس المستفیضین بافاضاته المدرس
الاول فی المدرسة العالیة التی اسست علی التقوی من
ایام خالیة الواقعة فی الدیوبند احد بلاد الهند صانها الله
واهلها من افات الدهور وابقاها الی یوم البعث والنشور
وجعل حسادها مطرودة وشر اللئام عنها مزودة ۔

بندہ نے چند مواقع اس رسالہ کے دیکھے موافق کتاب وسنت پایا میرے نزدیک
جواب پورا ہے ولائق اعتبار ہے جزی اللہ مولفہ خیر الجزاء

العبد

محمود عفا عنہ

هذا ما قرره الشیخ الکامل والعالم العامل محی السنة قامع البدعة
الفاضل الاجل والکامل الاکمل المقبول لدی حضرة الصمد
شیخنا ومولانا الحاج الحافظ خلیل احمد سلمه الله الاحد
وصانه من شر حاسد اذا حسد

بندہ نے رسالہ ہذا کو جو بجواب نتیجہ جسکو مولوی وکیل احمد سکندر پوری نے ترویج بدعات
میں لکھا ہے عزیزی وحبیبی مولانا مولوی سید ولایت حسین صاحب نے بغرض احیاء سنت
تالیف فرمایا اکثر مواقع سے بنظر تامل اور بعض مواضع سے بنظر سرسری دیکھا میرے
نزدیک یہہ رسالہ رد خرافات مبتدعہ میں کافی ہے حق تعالیٰ شانہ مصنف کے
علم وعمل میں برکت عطا فرمائے فقط

العبد

خلیل احمد عفی عنہ انبیٹھوی مدرس مدرسہ عربی
دیوبند ضلع سہارنپور ۱۱ شعبان سنہ ۱۳۱۲ ہجری

نقل فتوی حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف راس الہدی
اساس التقوی حضرت شیخنا و مولٰنا قاری عبد الرحمن صاحب
پانی پتی متعنا اللہ تعالی بطول بقائہ و روح قلوبنا بقبول لقائہ
و افاض علینا من فیوضاتہ و ادام علی رؤس المستفیدین ظلال افاداتہ

سوال

کیا فرماتے ہین علماء شریعت حفہ کثرہم اللہ تعالی و ابقاہم ان مسائل مین کہ ایصال ثواب
اموات بتعین تاریخ جیسے تیجہ دسواں بیسواں چہلم برسی وغیرہ جو اس زمانہ مین مروج
ہین جائز ہے یا نہین ۲ طریقہ فاتحہ مروجہ کا کہ بروز وفات میت کہانا پکاتے ہین
یا بازار سے شیرنی وغیرہ لاتے ہین اور اسکو سامنے رکھکر کے الحمد قل ہو اللہ وغیرہ
پڑہتے ہین اور اوسکا ثواب میت کو بخشدیتے ہین اوسکے بعد اون چیزونکو کہاتے ہین
اور قبل فاتحہ کہانا اونکا جائز نہین سمجھتے یا اگر بعض کچھہ پڑہے لکہے علماً جائز سمجھتے ہین
تو عملا نہین کرتے بلکہ ایسا جو کرے اوسپہ انکار ہوتا ہے اور وہ برا سمجھا جاتا ہے
تو ایا ایصال ثواب ان تخصیصات کیساتہہ کہ بروز وفات ہو اور کہانا سامنے رکھکر
قرآن وغیرہ پڑہے جائز ہے یا نہین اور اگر بتخصص دن وفات کی نہو مگر کہانا وغیرہ
ضرور سامنے رکھکر پڑہین تو جائز ہے یا نہین بعض لوگ اسکو مشابہ بفعل ہنود کہتے ہین
و اس طریقہ کو ناجائز کہتے ہین ایا صحیح ہے کہ نہین اور سلف صالحین مین ایصال
ثواب کا کیا طریقہ تہا ۳ آیا یہہ مولود مروجہ جائز ہے یا نہین اور قیام ہر تعظیم
رسول اللہ صلعم کی سمجھنا جائز ہے یا نہین ۴ عرس بزرگان دین رحمہم اللہ کا
کرنا جائز ہے یا نہین ۵ موے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اکثر جگہون مین

لوگ بتلاتے ہین مگر سند معتبر و متصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہین بتلاتے
موے مبارک آپکا سمجھنا اور اوسکو اپکی طرف نسبت کرنا اور اوسکی زیارت
کرنا جائز ہے کہ نہین فبینوا رحم اللہ علیکم وعلینا حکم والسلام

الجواب

نتیجہ چالیسوان برسی وغیرہ یہ سب واسطے کاربار دنیاوی کے ہی اور ایصال ثواب
کا راٰخرت ہی آسمان وزمین اور ستارون کی حرکت سے خارج ہے ایصال ثواب کو
کسی دن معینہ کیساتھہ متعلق کرنا شرع مین اسکی کچھہ اصل نہین ہے ایصال ثواب خلوص
نیت بخدا کرکے ہر وقت برابر ہوتا ہے کبھی ہو بلا لحاظ دن وتاریخ کے اگر اتفاقا
تیسرے چوتھے کسی دن ہوگیا تو مضائقہ نہین ہے اور مانند تعین تاریخ
گوریہ ستان کے کہ جو اندنون واجب ولازم جانتے ہین یہ التزام مالایلزم ہی
فعل شیطانی سے اس سے بچنا اور اس اعتقاد سے پرہیز کرنا واجب ہی ۲
سلف صالحین سے طریقہ ایصال ثواب اسقدر ثابت ہے کہ کسی عبادت بدنی
و مالی کو نقد ہو یا طعام ہو خالصًا واسطے راضی کرنے خدا تعالی کے کیا پہر اوسکو
واسطے کسی سلف محبوب کے بخشدیا اس سے زائد نہین - کہانے پر فاتحہ پڑہکے
اوس کہانے کو زیادہ معظم جاننا اور متبرک سمجھنا اور یہہ جاننا کہ اس کہانے کے اوپر
کہی اور شکر کیطرح ایک تہ فاتحہ کی بہی لگ گئی ہے اور پہلے سے زائد اب
منظم ومقبول ہوگیا ہے یہہ بالکل بدعت ہے اور یہی ممنوع وحرام ہے
دس مرتبہ فاتحہ وقل پڑہکے کہانے پر آپ ہی اوسکو کہا لیا اور جانا کہ ثواب
پہونچ گیا بالکل غلط اور جہوٹہہ ہے ثواب جب ہی ہوگا کہ جب کسی بندہ خدا کی
حاجت روائی ہوگی اور پیٹ بہریگا ہان اگر کسی نے کچھہ طعام یا نقد محتاج
کو دیا اور اوسوقت کچھہ قران والحمد وقل پڑہکے میت کو بخشدیا بلا التزام قید

کے تو کھانیکا ثواب جدا ہوگا اور پڑھنے کا ثواب جدا ہوگا پڑھنے فاتحہ کو کچھ کہا نیکا ثواب
پہونچنے میں دخل نہیں ہے اور اگر یہہ اعتقاد ہے کہ بغیر فاتحہ کے فقیر کو کھانا دینے میں کچھ
ثواب نہیں ہے جیسا کہ جہال سمجھے ہے ہیں تو یہہ اعتقاد بدعت و حرام ہے اور جسم
ہوجانا فاتحہ و کھانیکا اتفاقاً بلا نیت التزام جائز ہے کہ دو ثواب ایک ثواب سے
بہتر ہونگے اس سے زائد سمجھنا حرام ہے یہہ طریقہ ایصال ثواب کا عرفی عوام جہال سے
نکلی معلوم ہوتی ہے اور بعض اہل علم نے جو بلا فکر توجہ طرف حرمت التزام مالا یلزم
کے اوسکو اختیار کر لیا ہے اسوجہ سے جہال نے اسیکو طریقہ دین اختیار کر لیا ہے ۱۲
رسم مولود کی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ چھ سو برس کے بعد نکلی ہے اگر یہ
شعار دین سے ہوتا تو صحابہ کرام اور اہلبیت اور اولیا کرام اسکو نچھوڑتے اور ذکر
رسول خدا اصلعم ہر وقت عبادت ہے مولود ہو یا حدیث یا قران کہ سنے کر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مولود عرب کا مبنی اوپر حکمت بلیغہ کے ہے اوسکا حکم جدا ہے
اگرچہ صورتاً یہ سم ہے اور مولود ہندوستان کا کہ جو مشتمل اوپر منہیات شرعیہ کے
ہوتا ہے یہہ ممنوع ہے بسبب ممنوعات کے نہ بسبب ذکر رسول اللہ کے اور تعظیم رسول خدا
صلعم کی سوتے بیٹھتے کھڑے ہر وقت واجب اور فرض ہے تخصیص کسی وقت کی نہیں ہے
قیام مولود میں تعظیم کو کھڑا ہونا اور اوسکو تعظیم سمجھنا اور اور وقت میں تعظیم رسول اللہ
کو واجب نہ جاننا اسمیں خوف ایمان ہے غرض یہہ قیام مراد تعظیم خالی خطر سے نہیں ہے
۱۳ عرس بزرگان دین کو کرنا تضییع سنتری اور دیگر کتب فقہ میں منع کیا ہے جائز
نہیں ہے ۱۴ موی مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا واسطے امت کے تبرکات
عظیمہ سے ہے قسمت والوں کو میسر ہوتا ہے لیکن یہہ امر غیر سند صحیح کے نہیں ہو سکتا
اور یہہ جو سائلین نے اپنے اگلنے کیواسطے موی مبارک کے ذریعہ سوال کا کر لیا ہے اور اوسکی زیارت
میں بہلی سری احداث بدعت ہوتے ہیں ایسے موی مبارک کو ہم لا نصدقہ ولا نکذبہ

۱۲ سنہ ۱۳۱۳ ہجری یوم سہ شنبہ ۱۲
۱۳ سنہ ۱۳۱۳ ہجری یوم سہ شنبہ ۱۲
۱۴ سنہ ۱۳۱۳ ہجری یوم سہ شنبہ ۱۲

تصحیح اغلاط رسالہ اریجہ لدفع التیجہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۶	کا	ء
″	۹	حنفیہ	حنفیت
۳	۸	۱۱	اما بعد
″	۲۰	بات	باب
۴	۷	عدم النعمۃ	عدم تمام النعمۃ
″	۹	لۃ	ء
″	۱۳	الصلوۃ	من الصلوۃ
۵	۱۰	یعیدہا	لا یعیدہا
″	۱۲	بر عدد	زیادت بر عدد
۶	۶	ثبوت	ثبوتاً وسکاً
″	۸	اسلئے	اسی لئے
″	″	فرمایا	کہ فرما دیا
″	۲۱	اختلاف سنت	اتباع سنت
۷	۲	تجلدوا	یجلدوا
۸	۱۴	من اجورہم	من اجر بہم شیئاً
۹	۴	ترغیب	ترغیب کا
۱۱	۶	در زمان	کہ در زمان
۱۱	۱۳	علیہما	عنہما
۱۲	۱۴	بعضہا	وبعض

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳	۲	الاوایل	الیہ الاوائل
″	۹	بعد	ولبد
″	۱۰	التبیہ	التنبیہ
۱۵	۱۶	مخصوصہ	مخصوصہ کے
۱۶	۷	موقع	رفع
″	۱۲	وہ مصلی	مصلی
۱۷	۵	عقیدہ	خواہ عقیدۃً
″	۱۰	ہوتی	ہوتی ہے
۱۸	۱	عمر	ابن عمر
″	۱۳	الی الصدر	الصدر
″	۱۷	سب	یہ سب
″	۱۸	پر	ء
۱۹	۸	یا مستحب	ومستحب
۲۱	۳	ولو	لو
۲۲	۱۲	لینے کا	لینے کو
″	۱۳	اگرچہ	اگر
۲۳	۳	اگر	اگرچہ
″	۴	تو	کہ
۲۴	۱	اکثر	اکثر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴	۱۶	بنای	بتانی
″	۱۷	خصوصیۃ	کیا خصوصیت
۲۶	۱	یہ امر	یہ امر کہ
۲۹	۱۶	ایں	ایسا ہی
″	۲۰	جہان	جہال
۳۳	۲	اوسے	اون سے
۳۴	۱۹	کہ	وہ کہ
″	۲۰	اون	ہون
″	۲۱	اجانب	اجانب ہیں سے
۳۸	۱۵	وحقیقۃ	ومقیۃ
۳۹	۱۵	اہل بیت	بیت
۴۰	۸	حکم	کام
″	۱۳	ہوتا	ہوتے
۴۱	۸	کتب	جو کتب
″	۱۱	کان	کل
۴۶	۹	ان وجوہ کا	ان کا وجود
۴۹	۱۱	ہے	ہے
″	۱۳	کیا جاتا	
۵۵	۱۱	ذلک	

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶	۹	المدۃ	لہذہ
〃	〃	او	و
۵۸	۱۹	مالہ	من مالہ
۵۹	۷	وغیرہ	وغیرہ پر
۶۳	۵	اوربیہ	اگربیہ
〃	۶	اور	کہ اور
۷۶	۱۶	لمحس	×
۷۹	۵	یاجو	جو
۸۷	۱۷	یافی	فی
〃	۱۸	فان	فان فیہ
۸۹	۸	للکونہا	الا للکونہا
۹۱	۲۱	شرعیہ	شرعیہ بیں
۹۳	۱۶	آجکل	آجکل کے
۹۵	۱۷		
۹۶	۴	حق	اتباع حق
〃	۸	ابدر	اور
۹۸	۶	من شیئ	شیئ
۹۹	۲۱	لایصلح	لایصلح النا
۱۰۴	۱۵	ثبوت	جب ثبوت
۱۰۹	۹	شروع	×
〃	۱۳	کہ	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۹	۱۴	کہ	اسلئے کہ
〃	۱۶	اللہ تعالیٰ نے	×
۱۱۲	۱۹	جواب	کیا جواب
۱۱۳	۹	کرینگے	کریگا
۱۱۵	۹	اس	اس کے
〃	۱۴	بھی ہوتی	نہیں ہوتی
۱۱۸	۱۰	ومحال	تو محال
۱۲۴	۲۱	تعیین	تعیین
۱۲۸	۱۳	کے	×
۱۳۱	۳	ہرایک	اور کیا ہر ایک
۱۳۳	۱۱	اگر	×
〃	۱۷	کہ اس سے	ان سے
۱۳۶	〃	یہہ جی	بہاجی
۱۴۱	۱۰	الصغیر	الجام الصغیر
۱۴۲	۲	ان ان	ہاں اس
〃	۱۱	قد لعدم	وقد تقدم
〃	۱۶	کہ حکم	دال ہے حکم
〃	۱۸	صحابی	بخر صحابی رضہ
〃	۱۹	الویۃ	اولویۃ
۱۴۵	۱۵	اب	آب
〃	۱۷	سقایہ آب	آب سقایہ
۱۴۵	۲۰	مین شرکہ	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۶	۱۸	محل القصد الفقراء	محل القصد الفقراء
〃	۱۹	علتہا	علتہا
〃	〃	بغلان	لغلان
۱۴۷	۹	ہو	محققوا
۱۴۸	۱۶	الایام	العطاء
〃	۷	تحقیق	تخصیص
۱۴۹	۴	ما	مما
〃	۷	مدلک	یدلک
〃	۱	یدمع	بدمع
〃	۱۶	انتہی	للحال لا للبیانیہ انتہی
		آنہیں	اُن ہی
۱۵۰	۱۵	پہونچی	پونہچیں
۱۵۲	۳	ہو	〃
〃	۵	تخصیص	تخصیص
		الصلوٰتین	بین الصلوٰتین
۱۵۳	۶	بالنظمۃ	بالنظیۃ
〃	۱۲	سادات	سادات حنفیہ
۱۵۶	۵	الخز	×
۱۵۷	۱۳	انقطع	القطیع
۱۵۹	۱۶	ان	آب
۱۶۱	۱۳	اور یہ	توصیہ
۱۶۲	۱۵	وطلب	بطلب
۱۶۳	۳	کر کردیا	ذکر کر دیا

الحنی الحسنی

نقل فتوی حضرت مولانا قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

کہ نسبت مولود و قیام و واقعات بعد از ابتدائے فتوی ضائع شدہ

چونکہ حدوث این مجلس بعد انقضاء عصر مجتہدین متاخرین بہت قیاس را ایہام احتمال نمی دہد کہ محبت و عشق صحابہ کرام با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زائد از محبت و عشق دیگر اہل ایمان بود چنانچہ آنحضرت حسن بصری رحمہ اللہ منقولست کہ می فرمودند برای مردمان آن زمانہ کہ اگر شما صحابہ را بیابید بدانید کہ شما را بسبب عدم محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافر میدانستند و ہم حرص صحابہ کرام در تحصیل و تحسیل امور رتبہ دی نہایت بود و بجد یکدیگر در تحصیل امور عبادت و موجب ثواب فروگذاشتند باوجود چنین حرص و اہتمام محبت رسول اللہ و عشق مفرط صحابہ کرام این مجالس را منعقد نکردند و چنین عبادت عظیمہ را کہ اہل این زمانہ ہمین عبادت را مدار ایمان قرار دادہ اند ترک دادند و ہم دران زمان کسی ما فوق این مجلس نبود کہ بر ایشان اعتراض نماید پس با وجود تحقق حرص ثواب عبادت و عدم مانع از مخالف چون صحابہ این مجلس را منعقد نکردند معلوم شد کہ انعقاد این مجلس شے بود و شے کہ بود شے کہ بسبب ترک آن مجلس شد بارہا بعد صحابہ صد سال قرون محدثین و فقہا مشائخ گذشتند کہ کلی این مجالس را اخذات نکردہ و باز فرض باید کرد کہ اگر در بروی آنحضرت علیہ السلام مروم است عقد این مجلس و قیام بوقت ذکر و ولادت می کردند آنحضرت علیہ السلام این مجالس را جائز می داشتند یا نہ عقل سلیم ایں حکم می کند کہ ہمہ امور مذمومہ بدیہ آنحضرت علیہ السلام قیام مردم برای ذات پاک صاحب و مکرمہ می داشتند و شرع شریف پس قیام بوقت ذکر وجود ضعیف طفلی کہ بدر جہا از وجود قوی اصلی کم است کی تجویز می فرمودند وجود ضعیف ہم نسبت بلند کہ وجود ضعیف ما ہست این مجلس علماء متاخرین چند فرقہ شدند ایک فرقہ متمسکین بکتاب و سنت و عمل صحابہ و فقہاء و محدثین و مشائخ کرام شدند و انچہ از بعد ایشان دین ثابت نشدہ آنرا ترک کردند و دانستند کہ امور دین مبنی بر توہمات و تخیلات نمی شوند و ثواب نمی شمارند بر ہر امری کہ بنیت خیر و بصورت مشروع منقول و عدم طرفہا می باشد الا و فرقہ دوم آنکہ چونکہ مردم را مرتکب این مجالس و منکر باشم عدم محبت رسول اللہ می کنند و ہم صورۃ عدم انکار متوہم نہ اہب می شوند ناچار برای خلاصی از ہر دو جانب جواز مجالس میلاد بیان کردند و برای جواز شان اخذ ہای ضعیفہ ہمی ترسیدہ بدست عوام دادند اگرچہ آن اخذ ما عند المحققین مرجوح باشند و بجد عاماس نمایند بلکہ قائلان بر عدم کنند لاکن عوام آن اخذ ہای ضعیفہ را مدار ایمان ساختند و منکر را منکر قرآن و حدیث قرار دادند و باز بعد این فرقہ دوم فرقہ سوم تجویز این علماء را بمقتضائے تقلید ممنوع نصوص قطعی و ہم گروہ دیگر چون علماء آخرت باقی نماندند و عوام در پی آنان افتادند و عوام را در وعظ علماء ربانی کہ تہدید بلیغ بر احکام خدا و رسول می فرمودند حظ حاصل نمیشد علماء دنیا دار حسب عوام بدام خود بجز این امر نیافتند کہ نام وعظ کردند و آن وعظ عبارت خواندن ایک دو آیہ قرآن ذکر میلاد شریف و قصہ کربلا و وفات و غیرہ بنظم چند در و ایات رطب و یابس صحیح و موضوعہ و باعتر بر جامہ ہائے کہ در مکاتب ہای کودکان خود دند چنانکہ بنا طرز شروح سر الشہادتین و میلاد نامہا کہ ہی نیست تا آنکہ عوام ہم عباد تہا بر ہی این علماء دنیا ترک دادہ کفارہ آن عبادات ہمین مجلس میلاد و سماع ذکر شہادت قرار دادند باز بجز این میلاد ہم ہمین قدر بجا مزد شدند کہ اول قرآن خواندہ شود باز قدری ذکر ولادت رسول صلعم مستمعان پیش مجلس شنوند و انسان ہم جوانہ این امور متحدث لمزمہا ان نداشتہ اند الحاصل ایں است سلف قاطبۃ تارک این مجلس ہستند و در مناہی بعضی مثل جلال الدین سیوطی مجوز ہستند بعضی دیگر انہیں پس اگر امت تارک سنۃ و اعتبار اکثر ہی باشد اما قیام بوقت ذکر میلاد شریف نیز از مجوزین میلاد ہم منع کردہ اند چنانچہ در کتاب سبل الہدی و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد مرقوم ست جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلعم و ہذا القیام بدعۃ لا اصل لہ انتہی پس قیام را چون مجوزین میلاد منع و بدعت نوشتند اوامر میلاد چہ باید رسید و مجالس اللہ را در حرم ست تا ما شاء اللہ المقضی بقاءہ فی عہدہ علیہ السلام ہم غیر وجود المانع و معہ ذلک لم یفعلہ علیہ السلام فلم یحدث علیہ علم امر لیس فی مصلحۃ بل ہو بدعۃ قبیحۃ سیئۃ کما لا یخفی ان فی العید فعلہ المحدثہ بعض السلاطین انکرہ العلماء و حکموا بکراہتہ

فلو لم یکن مورد عند للاعلی لما اعتنی لقول هذا ذکرنا الله تعالی ورد علی الحاکی لعادة الله تعالی فیقاس الی اذان الجمعة او غیرها
فی الموما الی من جعلها اذا ذکر الله ذکرا کثیرا وقوله تعالی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون
علیه السلام کان سنة لکن لما ترک ما ترکه علیه السلام مع وجود المقتضی وعدم المانع کان سنة ایضا فما نعلم لما امر اذان الجمعة
دون العید لکان ترک الاذان له سنة وغیر علامتنا ج الدین فاکهانی فی رسالته لا اعلم لهذا المولد اصلا فی کتاب ولا سنة ولا ینقل
عمل عن احد من علماء الامة الذین هم قدوة فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین بل هو بدعة احدثه البطالون وشهوة نفس
اعنی بها الاکالون بطایل اذ الدر انما علیها الاحکام الخمسة عقلا اما ان یکون واجبا او مندوبا او مباحا او مکروها او محرما
ولیس بواجب اجماعا ولا مندوبا لانه حقیقة البدعة وقد طالما الشارع من غیر وجه علی ترکه وهذا لم یاذن فیه الشرع ولا فعله
الصحابة والتابعون المقتدون فیما علمت وهذا جواب عنه بین یدی الله ان عنه سئلت ولا جائز ان یکون مباحا لان
الاستلزام فی الدین لیس مباح باجماع المسلمین فلم یبق الا ان یکون مکروها او حراما الخ وشیخ ابن الحاج درکتاب مدخل نوشته
ومن جملة ما احدثوه من البدع من اعتقادهم ان ذلک من اللعبادات واظهار الشعائر ما یفعلونه فی شهر الربیع الاول من
المولد وقد اجتوی ذلک علی بدعه ومحرمات الی ان قال وهذه المفاسد منتشرة علی فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منه وعمل
طعام فقط ونوی به المولد ودعی الیه الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکره فهو بدعة بنفس نیته فقط لان ذلک زیادة فی الدین و
لیس من عمل السلف الماضین واتباع السلف ان لم ینقل عن احد منهم انه نوی المولد ونحن نتبع السلف الخ وابن تیمیه در صراط
المستقیم وحضرت مخدوم در مکاتیب خود وابن قیم هم همین گونه جائز نداشته اند وحضرت مولانا شاه عبد العزیز صاحب قدس سره در تحفه
رد وانتقاض در تحفه نوشته اند وبوجه یا زدهم استدلال متعدده را یک چیز یعنی دانستن وابن وهم خیلی بر ضعیف العقلان غلبه دارد چنانچه آب دریا
وشعله چراغ را آب خواره را اکثر اشخاص ایک اب وایک شعله خیال کنند واکثر شیدو اکثر عادات خود مشهک این خیال اند مثلا روز عاشورا
در هر سال که میاید روز شهادت حضرت امام حسین گمان برند احکام ماتم ونوحه وشیون وگریه وزاری وفغان وبیقراری انغاز نهند
مثل زنان که هر سال بر میت خود این عمل نمایند حالانکه عقل بالبداهت می داند که زنان امر سال غیر فارسته هرگز جزاو نبات و
وقرار ندارد واعاده مردم ماتم شهادت حضرت امام در روزی که شده بعد که این روز از ان روز فاصله هزار و دو سال دارد
این روز فلان روز چه اتحاد دکه هم مناسبت در روز عید الفطر وعید النحر را برین قیاس نباید کرد که در انجا مایه سرور سنه ادی سال
بسال متعدد ست یعنی ادای روزه رمضان وادای حج خانه کعبه وشکرانه المتعدد سال بسال فرحت وسرور نو پیدا
می شود ولهذا اعیاد شرایع براین وهم فاسد نهاده ملکه اکثر عقلا نیز بوز ومه جان واشال این تجددات وتغیرات آسمانی را عید
گرفته اند که هر سال چرخ نو پیدا می شود موجب تجدد احکام می باشد وعلی هذا تقیید بعید باباشجاع الدین وتقیید عید مرد امثال ذلک
مبنی بر همین وهم فاسد ست از انجا معلوم شد که روز نزول آیه الیکملت لکم دینکم وروز نزول وحی وشب معراج را حضرت عید در شرع
قرار نداده اند وعید الفطر وعید النحر را قرار داده اند ودر روز تولد وفات هرنبی را عید نگرفته وچرا عموم قوم عاشورا که سال اول
موافقت یهود انحضرت صلعم بجا اورده بود مندوب شده واین همه بهمین سرایت کردهم را دخلی نباشد مدون تجدد لفت حقیقت سرور دو حضرت
عنوان جمع وتام کردن خلائق عقل خالص از شوائب وهم ست الخ پس از تحریرات این اکابر جمیع صحت میلاد مروجه ظاهر شد وظاهر ست
ذکر محض انحضرت صلعم ربیع الاول شریف واثار ومعراج وامروزنهی همه عبادت محض ست کلا مکه ست درمولود مروجه مفید بصور چند از ریاء
وتمایز واجتماع مرد وزن وفاعلین حوالی وغیره رسوم مثل مجلس محرم واعتقاد کفاره بودن از جمیع سیئات از ترک صوم وصلوة وغیره ست
وهم عوام نوشته ذکر ولادت انحضرت صلعم کرا بن را محزون میالد هم نوشته اند وابن حجر مزین می کوید که مالی تشریف اوری انحضرت
خیال کرده نعیم می کنم پس این عظیم خیال خود ست بتعظیم انحضرت صلعم چگونه ذات واجد انحضرت صلعم در وقت همین در المنه غیر محصوره
حاضر شدن توانند کرد این خاصه عبد است واگر ترک تعظیم وقت ذکر ولادت تو هین انحضرت ست العیاذ بالله پس ترک تعظیم تا می در هر
وقت ذکر انحضرت از ولادت وغیر ولادت لازم خواهد آمد پس محزون هم شریک اند وهو باطل ست که احکام شرعی بر صور وهیئت
متخیله مبنی نیستند چنین قول حضوری انحضرت در هر مجلس باطل وتوهم ست پس سوال سائل باز ملائکه وغیره اند وتمام مجلس
بالبعض مجالس اگر قیام نکردند ملزم شرعی نیستند ؛

الحمد لله والمنه یه ساذ نافعه مولفه حاوی فروع واصول جامع منقول جناب مولانا شاه ولایت حسین صاحب
ساکن موضع دیوره ضلع گیا بتاریخ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۶ع طبع هوا حق تالیف محفوظ هی کوئی صاحب بلا اجازت مولف قصد طبع نفرماوی

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔